# ماہِ سعید

انگلستان اور جرمنی کے سفر اور پاکستان میں ۳۶ مصروف دنوں کی یادداشتیں

حکیم محمد سعید



ہمدرد فاؤنڈیشن پریس

سفرنامہ ہائے حکیم محمد سعید، سلسلہ ۸

# ماہِ سعید

انگلستان اور جرمنی کے سفر اور پاکستان میں
۳۶ مصروف دنوں کی یادداشتیں

حکیم محمد سعید

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس

مرتب : حکیم محمد سعید

ناشر : ہمدرد فاونڈیشن پریس ،
ہمدرد سنٹر ، ناظم آباد ،
کراچی — ۱۸

طابع : مشہور آفسٹ پریس ، کراچی

پہلا اڈیشن : ۱۹۸۷ء —— دو ہزار

قیمت : پچاس روپے (-/۵۰)

# ترتیب


حرف اول ۱۳

**یکم اگست ۱۹۸۶ء ، جمعہ** ۱۵

عبادت و تلاوت ۱۵
گھٹنے کا درد ۱۶
کتاب از محترم شریف الدین پیر زادہ ۱۶
کانفرنس عالمی طب اسلامی ۱۸
اہم خطوط — دعوت نامہ یونیسکو ۱۹
سری نام لٹریسی موومنٹ ۲۰
ہمدرد صحت ۲۰
جمعیت برادران دہلی ۲۱
کوئٹہ سے ٹیلے فون ۲۲

**۲ ، اگست ۱۹۸۶ء ، ہفتہ** ۲۳

دست شفا ۲۳
مطب ہمدرد ۲۴
گھر آیا تو ! ۲۵
میری ڈاک اور جوابات ۲۵
تھانوی تدبیر ۲۶
مجلہ اسلامک آرٹ ۲۶
علمائے مغرب ۲۷
اوکسفرڈ یونیورسٹی ۲۷
کیمبرج یونیورسٹی ۲۹

**۳، اگست ۱۹۸۶ء ، اتوار** ۳۳

کراچی ۔ پشاور ۳۳
نگاہ دوربیں ۳۳
محبت و احترام ! ۳۳
مسٹر روشیل استھرا ۳۴

**۴، اگست ۱۹۸۶ء ، پیر** ۳۵

پشاور ۳۵

روزہ داری ۳۵
ڈاکٹر صاحب کا انتظار ۳۵
حکیم عبدالوحید صاحب ۳۷
شام ہمدرد ۳۸
پندرھویں صدی ہجرہ میں تعلیم جامعات اسلامی ۳۹
پشاور سے راولپنڈی ۳۹
عصبی المزاجی ۳۹

**۵، اگست ۱۹۸۶، منگل** ۴۱

راولپنڈی ۴۱
شیخ انوارالحق ۴۱
انگرکھا ۴۱
اتائیت حکما ۴۲
ایک پروپیگنڈا ۴۲
شام ہمدرد ۴۳
معائنہ مریض ۴۳

**۶، اگست ۱۹۸۶ء ، بدھ** ۴۵

راولپنڈی ۔ لاہور ۴۵
مطب لاہور ۴۵

**۷، اگست ۱۹۸۶ء جمعرات** ۴۷

لاہور شام ہمدرد ۴۷
ہمدرد مرکز لاہور ۴۸
شہ رگ پاکستان ۴۹
اردو املا کے رموزاوقاف ۴۹
ڈاکٹر صوفی صاحب ۵۰

**۸، اگست ۱۹۸۶ء ، جمعہ** ۵۱

لاہور ۔ کراچی ۵۱
مساجد ۵۱
مطب ہمدرد ۵۲
ہوائی جہاز میں ۵۲
فرینڈز سرکل ۵۳

**۹ ، اگست ۱۹۸۶ء ، ہفتہ** ۵۵

کراچی ۵۵
ڈاک ۵۵
صدر پاکستان سے درخواست ۵۶

**۱۰، اگست ۱۹۸۶ء ، اتوار** ۵۷

جناب محترم حافظ عتیق الرحمٰن ۵۷
میری مثال ۵۷
احساس فرض ۵۹
جوان امروز ۶۰
تکمیل کار ۶۰

**۱۱، اگست ۱۹۸۶ء ، پیر** ۶۱

نقشہ مکانات ۶۳
چہارم کانفرنس عالمی طب اسلامی ۶۳
صباح سینٹر ۶۳
قائداعظم کے فوٹو گرافس کی نمائش ۶۴
قائداعظم لیکچرز کا انجام ۶۷
یوم پاکستان ۶۷
محترم ڈاکٹر بقائی ۶۹

**۱۲، اگست ۱۹۸۶ء منگل** ۷۰

میرا بیان ۷۱
شام ہمدرد ستمبر ۷۱
حرکت برکت ۷۱
الفرقان ۷۳
یوتھ کانفرنس ۷۳
محترمی جناب جتوئی صاحب کے بچوں کی شادیاں ۷۵
تعزیت ۷۵

**۱۳، اگست ۱۹۸۶ء ، بدھ** ۷۶

جہاں دوست ۷۶
مقاصد جہاں دوست ۷۷
جوانان امروز ۸۰

۱۴، اگست ۱۹۸۶ء، جمعرات ۸۲

تقریب یوم آزادی ۸۳

شام ہمدرد ۸۳

۱۵، اگست ۱۹۸۶ء، جمعہ ۸۷

ہمدرد صحت ۸۷

جہاں دوست ۸۷

۱۶، اگست ۱۹۸۶ء، ہفتہ ۸۹

قوانین آجر و اجیر ۸۹

فرار سرمایہ ۹۰

بے مقصدی ـ بے یقینی ۹۱

جناب محترم بروہی صاحب ۹۲

ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ ۹۲

۱۷، اگست ۱۹۸۶ء، اتوار ۹۳

عید الاضحیٰ ۹۳

پر تماشا نہ ہوا! ۹۳

مصروفیات ۹۴

تبریک و تہنیت عید الاضحی ۹۴

سلسلہ دوستاں ۹۵

۱۸، اگست ۱۹۸۶، پیر ۹۶

جو جاگت ہے سو پاوت ہے ۹۶

حضرت مولانا الیاس رح ۹۶

ہائے مغرب کے دوا ساز ۹۷

آؤ محبت کریں ۹۸

دعوت نامے کا فکری مضمون ۹۹

ڈاکٹر انور دل ۱۰۰

جناب حافظ عتیق الرحمن ۱۰۰

جناب ڈاکٹر بقائی ۱۰۱

۱۹، اگست ۱۹۸۶ء، منگل ۱۰۲

اللہ کی طرف رجوع کرنا ۱۰۲

نماز فجر ۱۱۱

جہاں دوست ۱۱۲
پیش حرف ۱۱۲
پیغام ۱۱۲
مزاج یاران وطن ۱۱۳
جناب گورنر صاحب ۱۱۳
ریڈیو پاکستان ۱۱۵
دفتر میں مصروفیات ۱۱۵
رخت سفر ۱۱۶
ملاقاتی ۱۱۶
عشائیہ ۱۱۶
نواسیاں ۱۱۷

**۲۰ اگست ۱۹۸۶ء، بدھ** ۱۱۸

کراچی سے لندن ۱۱۸
ہمدرد مرکز راولپنڈی ۱۱۹
تیار ہوتے ہوئے ۱۱۹
ہوائی میدان پر ۱۲۰
ایک ناشتہ ایک کھانا ۱۲۰
کراچی سے لندن ۱۲۱
بیٹی تم نے آج کیا پکایا ہے ؟ ۱۲۳
دل توڑنا اچھی بات نہیں ۱۲۳
ہم پاکستانی ۱۲۴
یاد ماضی ۱۲۵
اعلا مثالیں - وزارت صحت کا جائزہ ۱۲۵
ڈاکٹر دیوس ۱۲۶
نوٹنگھم میں ۱۲۶
ایک اور حادثہ ! گارجین میں خبر ۱۲۷
بی بی سی ٹیلے وژن سے معذرت ۱۲۸
پروگرامس ۱۲۸
مقاصد سفر ۱۲۸

**۲۱ ، اگست ۱۹۸۶ء ، جمعرات** ۱۳۰

لندن ۱۳۰
معذورین سے تعاون ۱۳۰
ہمدرد یونیورسٹی لائبریری : جدوجہد ۱۳۱

انگلستان کا انتخاب ۱۳۲
یوم پاکستان ۱۳۲
کتاب سفارت میں دستخط ۱۳۳

**۲۲، اگست ۱۹۸۶ء ، جمعہ**

پاکستان میں معاشرتی مسائل ۱۳۳
محترمہ باجی آپا کے ہاں ۱۳۵
رفعتِ فکر کی ضرورت ۱۳۶
اوقاف ۱۳۷
فلاحی ریاست ۱۳۸
ذرا غور فرمایئے ۱۳۸
مرکز اسلامی ۱۳۹
راجہ صاحب محمود آباد ۱۳۹
میں گواہ ہوں ۱۴۰
لندن یونیورسٹی ـ لائبریری ۱۴۱
آغا حسن عابدی ۱۴۳
اردو مرکز لندن ۱۴۳
جناب رضی الدین صاحب ۱۴۵

**۲۳، اگست ۱۹۸۶ء ، ہفتہ** ۱۴۶

لندن ۱۴۶
معذور افراد ۱۴۶
غوروفکر ۱۴۷
عشائیہ باجی آپا (مسز شوکت) ۱۴۷
مطب ۱۴۸

**۲۴، اگست ۱۹۸۶ء ، اتوار**

لندن کیمبرج ۱۴۹
تین چھٹیاں — احساسِ فرائض ۱۴۹
یوم پاکستان لندن میں ۱۵۰
باؤن پاول ہاؤس میں ۱۵۱
کیمبرج روانگی ۱۵۲
جناب محترم ماجد علی صاحب ۱۵۲

۲۵۔ اگست ۱۹۸۶، پیر ۱۵۳

کیمبرج ۔ لندن ۱۵۳

سفر مصر ۱۵۴

اسکندریہ میں قیام کے لیے انتظام ۱۵۵

طب ۔ پیش رفت ۱۵۶

ڈاکٹر جوزف نیدھم ۱۵۶

کیمبرج سائنس پارک ۱۵۷

گارڈنز سینٹر ۱۵۸

ٹیلکس ۱۵۸

جناب محترم یوسف عابدی ۱۵۸

۲۶۔ اگست ۱۹۸۶ء ، منگل ۱۶۰

لندن ۱۶۰

معاشرہ بریطانیہ ۔ نونہال الاؤنس ۱۶۰

برنارڈز ہوم ۱۶۱

سفارت پاکستان میں ۱۶۲

جناب محترم ڈاکٹر زوار زیدی ۱۶۲

کیو گارڈنز ـــ نباتات ۱۶۲

فکر کا انداز ۱۶۳

لندن کے ای ۔ ایس ۔ یو کلب میں احترامیہ ۱۶۳

تعلیم جامعات اسلامی ۱۵ویں صدی ہجری میں ۱۶۶

مرضا ۱۶۷

۲۷۔ اگست ۱۹۸۶ء ، بدھ ۱۶۸

لندن ۔ اوکسفرڈ ۱۶۸

ہالینڈ اینڈ بیرٹ ۱۶۸

نواسیوں کے لیے ۱۶۹

لندن یونیورسٹی میں ۱۶۹

اخبار جنگ لندن کے دفتر میں ۱۶۹

احترامیہ لندن یونیورسٹی ۱۷۰

حکیم محمد سلیم خاں ۱۷۲

ہوٹل رونڈیل اوکسفرڈ ۱۷۳

۲۸۔ اگست ۱۹۸۶ء ، جمعرات ۱۷۳

اوکسفرڈ ۱۷۳

اوکسفرڈ سینٹر فار اسلامک اسٹڈیز ۱۷۴

اوکسفرڈ سنٹر برائے مطالعات اسلامی ۱۷۶

علمی مقاصد ۱۷۶

۱- علمی تحقیق ۱۷۶

۲- علمی اشتراک ۱۷۶

۳- علمی تبادل ۱۷۷

۴- تدریس، لیکچر اور سیمنار ۱۷۷

۵ - مطبوعات ۱۷۸

۶- لائبریری اور مائکروفلمی مجموعہ ۱۷۸

فوری علمی تجاویز ۱۷۸

مسائل و وسائل پر غور ۱۷۸

جامعاتی تعلیم ۱۵ویں صدی ہجرہ میں ۱۷۹

ٹیوبنگن سے رابطہ ۱۸۰

وقت کی قیمت ۱۸۰

ظہرانہ ۱۸۱

معائنہ زمین ۱۸۱

عشائیہ ۱۸۲

لندن میں کیو گارڈنز ۱۸۲

**۲۹، اگست ۱۹۸۶ء جمعہ** ۱۸۳

اوکسفرڈ/لندن ۱۸۳

لطیفہ ۱۸۳

مجلس امینان کی میٹنگ ۱۸۳

طب اسلامی ۱۸۴

خدمت کے لیے نفیٔ ذات ۱۸۵

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی ۱۸۶

عزیزیم ڈاکٹر فرحان نظامی ۱۸۶

ڈاکٹر ڈیوڈ جی - براؤننگ ۱۸۷

پروفیسر ڈیوڈ ہیئر ۱۸۷

ہمارا ماضی ۱۸۸

جناب ڈاکٹر زیدی صاحب ۱۸۹

لندن کا کیو گارڈن ۱۹۰

کیو کے نباتاتی باغ ۱۹۰

محترمہ ثریا شہاب ۱۹۵

عشائیہ حفیظ صاحب ۱۹۵
ہمدرد فاؤنڈیشن (یو کے) ۱۹۶

**۳۰، اگست ۱۹۸۶ء ، ہفتہ** ۱۹۸

لندن ۔ ڈوسلڈورف (جرمنی) ۱۹۸
لندن کے ہوائی میدان پر ۱۹۹
ڈاکٹر محمد رضاءاللہ انصاری ۱۹۹
ڈوسلڈورف میں قیام ۱۹۹

**۳۱، اگست ۱۹۸۶ء ، اتوار** ۲۰۱

ڈوسلڈورف ۲۰۱
زبان کا مسئلہ ۲۰۱
انٹرنیشنل سوسائٹی فار دی ہسٹری اوف میڈیسن ۲۰۲
لارڈ میئر کی تقریر ۲۰۵

**یکم ستمبر ۱۹۸۶ء ، پیر** ۲۰۸

ڈوسلڈورف (مغربی جرمنی) ۲۰۸
جامعہ ڈوسلڈورف ۲۰۸
سادگی انتظام ۲۰۹
اوسٹریلیا میں ۲۰۹
البیرونی کنگرس میں ۲۱۰
ہمدرد یونیورسٹی کے سنگ بنیاد کے وقت ۲۱۰
افتتاح ۲۱۰
صاحبان علم و حکمت ۲۱۱
جناب محترم حکیم عبدالحمید صاحب کی رکنیت ۲۱۲

**۲ ، ستمبر ۱۹۸۶ء، منگل** ۲۱۳

ڈوسلڈورف ۲۱۳
کنگرس کے سائنسی اجلاس ۲۱۳
صدر / وزیراعظم (صوبہ رہائش) ۲۱۳
نمائش ہسپتال ۲۱۶
مندوبین کا انداز فکر اور ہمارا رویہ ۲۱۶
محترم صدر پاکستان ۲۱۷
بی بی سی کا رویہ ۲۱۸
ہمدرد کی آواز ۲۱۸

ڈائش بنک میں ۲۱۸
ڈائش بنک کے صدر سے تبادل خیال ۲۱۹
چند نکات ۲۱۹
کاغذات نام زدگی ۲۲۰
جنرل اسمبلی ۲۲۰
ہمدرد پرائز ۲۲۰

**۳، ستمبر ۱۹۸۶ء ، بدھ** ۲۲۱

ڈوسلڈورف ۔ فرینکفرٹ ۔ تیوبنگن ۲۲۱
ویانا ۔ اوسٹریا ۱۹۵۶ء ۲۲۱
ڈوسلڈورف کے ہوائی میدان پر ۲۲۲
ٹریول ایجنٹ کی کوتاہیاں ۲۲۲
فرینکفرٹ کا ہوائی میدان ۲۲۳
ولی ہارٹنر کا انسٹی ٹیوٹ ۲۲۳
پروفیسر ڈیوڈکنگ سے تبادل خیال ۲۲۴
ڈاکٹر گروبر ۲۲۵
فواد سزگین انسٹی ٹیوٹ ۲۲۵
مخطوطات کی طباعت ۲۲۶
فرینکفرٹ ریلوے اسٹیشن (ہان ہاف) ۲۲۸
پروفیسر ڈاکٹر ہان ہولز ۲۳۰
ٹیوبنگن ۲۳۰
عشائیہ ۲۳۱

**۴ ۔ ۵ ، ستمبر ۱۹۸۶ء ، جمعرات ۔ جمعہ** ۲۳۳

ٹیوبنگن ۔ فرینکفرٹ ۔ کراچی ۲۳۳

# حرف اوّل

جناب محترم حکیم محمد سعید کی زندگی کا ہر لمحہ عمل سے عبارت ہے ـ آپ کا مقبول عام قول ہے وقت اللہ کی امانت ہے، اس کا صحیح استعمال عبادت ہے ـ

حکیم صاحب محترم جس رفتار ،جس لگن ،جس نظم اور جس سکون سے جس قدر اور جتنا متنوع کام کرتے ہیں اس کی مثال ڈھونڈے سے نہ ملے گی ـ کبھی تو یہ یقین نہیں آتا کہ ایک آدمی اتنے کام کربھی سکتا ہے، ہاں وہی آدمی کرسکتا ہے جو صرف چند گھنٹے سوئے اور باقی وقت جاگے ـ اپنی شدید مصروفیات کے باوجود حکیم صاحب اپنا روزنامچہ ( ڈائری ) بڑی پابندی کے ساتھ قلمبند کرتے ہیں ـ

اگرچہ ڈائری "آج" کے لیے نہیں ہوتی " کل " کے لیے ہوتی ہے، مگر حکیم صاحب کی ڈائری " کل " ہی کے لیے نہیں بلکہ " آج " کے لیے بھی ہے۔ " ماہ سعید " کے نام سے جناب محترم حکیم محمد سعید صاحب کی ماہ اگست ۱۹۸۶ء کی روزمرہ مصروفیات پر مبنی یہ ڈائری کتابی شکل میں نذر ملت کی جارہی ہے۔ اس ڈائری کا ہر لفظ اس بات کا عکاس اور غماز ہے کہ اگر انسان اپنی صلاحیتوں سے کام لے کر وقت کو ضائع نہ کرنے کا ڈھنگ سیکھ لے تو پھر وہ کیا نہیں کرسکتا !

مسعود احمد برکاتی

## یکم اگست ۱۹۸۶ء جمعة المبارک

### عبادت وتلاوت

اس وطن پاک میں بھی لاتعداد انسان ایسے ہیں کہ جو نیند کے لیے غیرملکی دواساز اداروں کی بنائی ہوئی خواب آور دوائیں کھاتے ہیں، اور اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ سکون کی نیند سو رہے ہیں! ان بےچاروں کو اس حقیقت کا کوئی ادراک نہیں ہے کہ جو نیند خواب آور گولیوں سے آتی ہے وہ مصنوعی نیند ہوتی ہے، اور ایسی نیند سے وہ فائدے حاصل ہو ہی نہیں سکتے کہ جو طبعی اور حقیقی نیند سے ملتے ہیں - غیرملکی دواسازوں نے پاکستان کو اپنی مفید اور مضر دواؤں کی منڈی بنالیا ہے۔ منومات اور مسکنات پر سب سے زیادہ زور ہے۔ اس زبردست تبلیغ نے پاکستان کے ہر فرد ہی کو متاثر کردیا ہے اور مسکنات اور منومات کا استعمال پاکستان میں اس انداز سے ہورہا ہے کہ گویا لوگ چنے کھارہے ہوں ۔ کوئی اس پر غور نہیں کررہا ہے کہ ایسا کرکے ہم کیا کھورہے ہیں - ہم اپنی قوت ارادی سے محروم ہوتے جارہے ہیں - ہمارے اعصاب خراب ہورہے ہیں -- سکون کی تلاش میں ہم نشے کے عادی ہورہے ہیں - صحت فکر اور صحت جسم دونوں داؤ پر ہیں - پاکستان سے محبت اور تعمیر وطن کے لیے منومات اور مسکنات سخت خطرہ ہیں - ان کے استعمال سے ہم خودفراموشی کا شکار ہوتے جارہے ہیں -- تلاش سکون میں ہم اپنی خودی کو خطرات سے دوچار کررہے ہیں -

الحمدللہ ،نہا دھوکر اور تیار ہوکر صبح چاربجے نماز تہجد کے لیے جانماز پر آگیا۔ سبحان اللہ کس قدر اطمینان نصیب ہوا ہے - تلاش سکون کے لیے ایک راستہ وطریق یہ بھی ہے۔ میں تو یہ کہتاہوں کہ حقیقی سکون اسی طرح حاصل ہوسکتاہے۔ بہت کم لوگ ہوں گے کہ جو میری طرح انواع واقسام کے مسائل سے دوچار ہوں اور ہجوم مقاصد کے ساتھ شب وروز میری طرح کم لوگ برسرعمل ہوں گے۔ بہ ایں ہمہ میرے اعصاب میرے قابو میں ہیں ۔ ۔ مسند مدری اپنی ہے۔ کشمکش حیات اور تنازع للبقا اگر خالصتاً اللہ کی راہ میں ہو اور خدمت خلق اس کا منتہا اور مقصود تو اس سے جو سکون حاصل ہوتاہے اس کا کوئی جواب نہیں! میں تو

دعا کرتا ہوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ میرے دوستوں اور عزیزوں کو بھی ایسا ہی اطمینان اور سکون نصیب فرمائیں کہ جو مجھے حاصل ہے۔ میں تو عبادت اسی کو کہتا ہوں۔

قرآن حکیم کی تلاوت کے ساتھ میں معانی پر بھی غور کرتا ہوں۔ تفسیر کے لیے جناب محترم سید مودودی رح، حضرت محترم مفتی محمد شفیع اور پیر کرم شاہ ازہری کی تفاسیر پاس رکھتا ہوں، گاہے حضرت مولانا بنوری رح کی تفسیر بھی دیکھتا ہوں۔ خود بھی عقل لڑاتا ہوں۔ حسب معمول آج بھی نماز فجر باجماعت ادا کی۔ میں نے گزشتہ دنوں سپاہ اخلاق (تعداد بیس ہزار) کو جریدۂ ہمدرد کے ذریعہ مشورہ دیا ہے کہ وہ اب نماز فجر باجماعت شروع کردیں۔ ردعمل ہنوز ظاہر نہیں ہوا۔ مجھے ایک بار پھر اپنے ان بچوں کو اس طرف توجہ دلانی چاہیے اور سپاہ اخلاق کی رہنمائی کرنی چاہیے کہ وہ عزم و نظم کے لیے نماز فجر باجماعت ادا کرنا اپنا معمول بنائیں۔

## گھٹنے کا درد

میرے گھٹنے میں شدید تکلیف ٹینس کھیلنے کے دوران ہوئی۔ ہوا یہ کہ شب گزشتہ لندن میں ٹینس کا فائنل دیکھا، صبح جاکر اس کی زوردار نقل کی۔ جھٹکا آگیا! اب میں ٹینس ہی سے اس کا علاج کرنا چاہتا ہوں، چناں چہ صبح ایک نہیں دو سیٹ ٹینس کھیلے۔ تکلیف میں اضافہ ہوگیا، مگر میں اسے برداشت کروں گا۔ ورزش میرے لیے ضروری ہے، اب میرے لیے ٹینس سے اچھی کوئی ورزش نہیں ہے۔ کم وقت میں زیادہ ورزش ہوجاتی ہے، غم دوراں سے بھی فراغت مل جاتی ہے، ایک گونہ بے خودی ہی سہی، مگر دن رات نہیں چاہیے۔ بس آدھا گھنٹہ!

## کتاب از محترم شریف الدین پیرزادہ

جمعہ میرے لیے سکون کا پیغام لاتا ہے۔ میں پوری کوشش کرتا ہوں کہ جمعہ کو کوئی مجھے نہ چھیڑے اور میں سکون سے مسائل پر غور کرکے ان کا حل تلاش کروں۔ میرے پاس کاموں کی کثرت ہے، فکر و مسائل کا ایک ہجوم ہے۔ جمعرات کو میں مختلف مسائل اور فائل الگ الگ جگہ جمادیتا ہوں، کام کرنے کے لیے میرے پاس کئی میزیں ہیں، جمعہ کو میں خود کو آزاد کردیتا ہوں، دل چاہے تو لیٹ کر اخبار پڑھ لیتا ہوں، سوبھی جاتا ہوں، پھر جس میز کی طرف دل چاہتا ہے جاکر جم جاتا ہوں۔

بہ حالت سکون رفتارکار کم ازکم دوگنی تو ہوہی جاتی ہے۔ آج کے دن بہت سے کام خوبی کے ساتھ ہوجاتے ہیں ۔ نماز جمعہ کے بعد جماؤ زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ غیب سے مضامین آنے لگتے ہیں! مگر کبھی جمعہ ہنگامۂ زندگی کی نذر ہوجاتا ہے۔ اب بتائیے کہ مشفق محترم جناب شریف الدین پیرزادہ صاحب کی کتاب کا افتتاح ہو اور میں نہ شرکت کروں، یہ کیسے ہوسکتا ہے۔

محترمی جناب شریف الدین پیرزادہ صاحب کی کتاب کا افتتاح آج عالی وقار محترم محمد خاں جونیجو صاحب نے کیا ہے۔ اس تقریب میں شرکت کی، کتاب کا تعارف زیادہ موثر انداز میں بھی ہوسکتا تھا ۔ تاریخ پاکستان پر آخر کتنی کتابیں ہیں ۔ اس میدان میں جو بھی پیش رفت ہو وہ قابل قدرو احترام ہے۔ بہ حیثیت مجموعی خوب موثر و موقر تقریب رہی ۔



جناب محترم شریف الدین پیرزادہ کی کتاب کی تقریب افتتاح دائیں سے وزیر اعظم پاکستان جناب محترم محمد خان جونیجو، جناب محترم شریف الدین پیرزادہ، جناب محترم لفٹیننٹ جنرل جہانداد خان ،اور حکیم محمد سعید ۔

تحریر و ترتیب تاریخ پاکستان کے باب میں ہمارا مزاج خاصا عاشقانہ رہاہے، مگر اب معاملہ عشق سے بڑھ کر تعصب کی سرحدوں میں داخل ہوگیاہے، اول تو یہ کہ ہمارے جذبات ملی سرد ہوگئے ہیں، اور ہمارے ضمیر ناروشن ۔ ہم کسی طرح اس کے لیے تیار نہیں ہیں کہ پاکستان کی تاریخ مدون و مرتب کرلیں ۔ یہ ہمارا پوری قطعیت کے ساتھ فریضۂ اولین ہے۔ ہم نے اس باب میں ہرفکروقلم پر پہرے بٹھادیے ہیں، اور مورخین نیز جماعت ہائے مورخین کو بےبس اور بےدم کرکے رکھ دیا ہے، حیرت تو اس پر ہے کہ آزادی کے بعد ۳۹ سال ہوگئے ہیں اب تک پاکستان کی تاریخ مدون ومرتب کرنے کے لیے کوئی مثبت قدم نہیں اٹھا ہے ۔ تاریخ کے لیے جس مطالعے اور مواد کی ضرورت ہے اس کے ساتھ ہم نے کم سخت مذاق نہیں کیا ہے۔ اس کو بچانے کا کوئی اقدام نہ ہوا ۔ پھر بوریوں میں بھرا میٹیریل نذر حوادث ہوا ،جو بچا وہ متفرق ہوا ہے اور منتشر۔ کوئی والی نہ وارث ۔ ایک بار میری صدارت میں سرکاری سطح پر ایک جماعت معرض وجود میں آئی،تاریخ پاکستان بارہ جلدوں میں تحریر کرنے کا منصوبہ بن گیا۔ پھرجو قیامتیں آئیں تو اللہ دے اور بندہ لے۔ تحریر تاریخ پاکستان کے خلاف کئی آہنی دیواریں کھڑی ہوگئیں، بالآخر اس منصوبۂ ملی کو خاک میں ملادیا گیا۔ اس کے بعد بالا ہی بالا ایک نئی کمیٹی تشکیل دی گئی اور اسے یہ کام سونپ دیا گیا کہ ۱۹۴۷ء سے تاریخ پاکستان لکھی جائے۔ یہ فیصلہ بڑا ہی غلط تھا اور اس سے تعصب کی بو آرہی تھی ۔بھلا تحریک پاکستان کی تاریخ کے بغیر پاکستان کی تاریخ صحت وثبات کے ساتھ کیسے لکھی جاسکتی ؟ کوئی چارسال ہوگئے، اس کمیٹی نے بھی کوئی ایک صفحہ نہ لکھا اور عدم اس کا مقدر ہوا ۔

محترمی شریف الدین پیرزادہ بڑے سخت جان نکلے کہ تاریخ پاکستان کے لیے مواد جمع کر کرکے دے رہے ہیں ، کاش کسی سربراہ کی توجہ ہوجائے !

## کانفرنس عالمی طب اسلامی

تقریب کے بعد چائے پر محترمی جناب وزیر اعظم صاحب نے اہم شخصیات سے تبادل خیال کیا۔ میں محترم و مکرم جناب گورنر صاحب سندھ سے باتیں کرتا رہا ،جب سب لوگ فارغ ہوگئے تو میں نے بھی جناب وزیراعظم صاحب سے تبادل خیال کیا ،پھر ان کو ۹/نومبر ۱۹۸۶ء کے بارے میں یاد دہانی کرائی کہ انھیں کانفرنس عالمی طب اسلامی کا افتتاح کرنا ہے۔ یہ تقریب ہمدرد یونی ورسٹی کیمپس میں ہوگی ۔میں نےان سے کہہ



تقریب افتتاح کے موقع پر حکیم محمد سعید
وزیر اعظم پاکستان سے تبادل خیال کرتے ہوئے۔

دیا ہے کہ اب میں نے باضابطہ درخواست بھجوادی ہے۔ انھوں نے وعدۂ شرکت فرمالیا ہے۔

میں اور میرے رفقا ان دنوں اس کانفرنس عالمی کی تیاریوں میں مصروف ہیں ۔ طب اسلامی کو عالمیت نامہ دینے کے لیے میری یہ جدوجہد اللہ تعالٰی کامیاب فرمائیں ۔ اس کانفرنس سے طب اسلامی کو عالمیت حاصل ہوکر رہے گی اور طب مستقبل میں طب اسلامی کا وزن محسوس کیا جائے گا اور ایک طب فطری کی بنیاد پڑ جائے گی، انشاء اللہ تعالٰی ۔

## اہم خطوط ۔ دعوت نامۂ یونیسکو

معمولاً میں اہم خطوط کو روزمرہ کی دفتری ڈاک میں سے نکال کر الگ رکھ دیتا ہوں اور جمعہ کی فرصت کا انتظار کرتا ہوں تاکہ اطمینان سے غور کرکے جوابات تیار کروں ۔ آج یہ وقت میسر آگیا اور میں نے جوابات تیار کردیے ہیں ۔ یونیسکو کے زیر اہتمام ایک تعلیم کانفرنس جنیوا میں ہورہی ہے۔ جناب محترم ڈائریکٹر جنرل صاحب یونیسکو نے

ہمدرد فاؤنڈیشن کو دعوت دی ہے کہ اس کا ایک نمائندہ اس میں شرکت کے لیے نامزد کردیں ۔ میں نے شکریہ ادا کردیاہے۔ لائبریری سے کئی کتابوں پر فلیگ (نشان یادداشت) لگ کر آگئے تھے ان کو شب گزشتہ میں نے ایک میز پر جمادیاتھا۔ آج کئی الجھے ہوئے مریضوں کے حالات پر غور کرکے رائے قائم کردی ہے اور ہدایات علاج دے دی ہیں، مگر کویت کی ایک مریضہ کے حالات پیچیدہ ہیں، ان پر غورکرنا باقی ہے۔

## سری نام لٹریسی موومنٹ

اس عجیب وغریب دنیا میں بعض ممالک ایسے بھی ہیں کہ ان کے ہاں تعلیم کے سامان کی سخت کمی ہے۔ گزشتہ دنوں محترمی ڈائریکٹر جنرل یونیسکو نے توجہ دلائی تھی ۔ ہمدرد فاؤنڈیشن نے تعاون کیا ہے اور اقدامات کرلیے ہیں، مثلاً سری نام کے وزیرتعلیم کو دس ہزار خصوصی پینسلیں تیار کراکے بھجوادی ہیں ۔ محترمی ڈائرکٹرجنرل یونیسکو نے اس ہدیۂ ہمدرد کا شکریہ اس قدر موثر الفاظ میں ادا کیا ہے کہ مجھے یہ خط عالی مرتبت صدرگرامی قدر مملکت پاکستان کی خدمت میں بھجوانے کا فیصلہ کرنا پڑا ہے۔ ہمدرد اور یونیسکو کے مابین بہترین تعلقات ہیں، باہمی تعاون سے خدمات عالمی کی راہیں بھی ہموار رہتی ہیں ۔

## ہمدرد صحت

ہمدرد صحت میرا سب سے محبوب رسالہ ہے جو ہمدرد سے ۱۹۳۲ء سے سخت پابندی کے ساتھ شائع ہورہاہے۔ میں نے اس کی ادارت ۱۹۳۰ء میں سنبھالی تھی ۔ پہلے بھائی جان محترم حکیم عبدالحمید صاحب اس کے مدیر تھے۔ ۱۹۳۰ء سے ۱۹۴۷ء تک یہ میری ادارت میں شائع ہوا، پھر آزادی کے بعد جب پاکستان بنا تو پاکستان سے شائع ہونا شروع ہوا۔ یہ پاکستان میں ہمدرد کی سب سے پہلی سرگرمی رہی ۔۔ ۱۹۴۷ء سے اب ۱۹۸۶ء تک ہمدرد صحت پورے تسلسل کے ساتھ شائع ہورہاہے۔ میں جب اپنی لائبریری میں اس کی ۵۵ سال کی ۵۵ جلدیں دیکھتاہوں تو اپنی محنت، ہمدرد کے ایثار کو دیکھ کر خوش ہوا کرتاہوں ۔ صحت ملی کے لیے میں نے کس جذبۂ محبت وفدائیت کے ساتھ کام کیا ہے۔ ہمدرد صحت سے آج تک ایک پیسے کا منافع نہیں ہوا۔ اب تک لاکھوں روپے اس جریدے پر خرچ ہوچکے ہیں ۔ منافع بس یہ ہے کہ مجھے اطمینان ہے کہ میں نے صحت عامہ کے لیے ایک وزنی خدمت کی ہے۔ ہاں مجھے دکھ یہ ہے کہ

ایسے ہمدرد صحت رسالوں کی اشاعت امریکا وغیرہ میں لاکھوں میں ہوتی ہے، مگر ہمارے ہاں ہزاروں میں بھی مشکل رہی ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ ہمدرد صحت لاکھوں میں چھپے اور لاکھوں کے کام آئے، مگر اب تک یہ آرزو ہی رہی ہے اور تمنا ہی ہے۔ ہمدرد صحت کے مضامین، میں از اول تا آخر شروع سے آج تک خود تیار کرتا ہوں، ایک لفظ میرے دیکھے بغیر اس میں آج تک شائع نہیں ہوا ہے۔ آج بھی بعد نماز جمعہ میں ہمدرد صحت کے لیے مضامین شام تک اور پھر رات گئے تک تیار کرتا رہا۔

## جمعیت برادران دہلی

اس جمعیت کے کاموں میں ماشاءاللہ اچھی تنظیم آگئی ہے۔ خلوص کی کمی نہ شروع میں تھی نہ آج ہے، جذبۂ خدمت خلق جوان ہے ۔ آج اس جمعیت کے نئے عہدیداران نے حلف اٹھایا ہے۔ اس تقریب میں شرکت




جمعیت برادران دہلی کی تقریب حلف برداری کے موقع پر
حکیم محمد سعید عہدیداران سے حلف لیتے ہوئے ۔

کی ۔ حلف میں نے اٹھوایا ہے کہ میں اس جمعیت کا سرپرست اعلا ہوں۔ کئی لوگ نہ آئے کہ وہ فریئرہال عالی وقار وزیر اعظم صاحب کے احترام میں استقبالیہ از شہریان کراچی میں شرکت کے لیے گئے ہیں ۔ میں نے یہاں پہلے وعدہ کرلیا تھا، اس لیے یہاں آگیا۔ بعد نماز عصر تقریب حلف برداری شروع ہوئی۔ تقاریر ہوئیں ۔ عزیزمن دوست محمد فیضی نے بھی

ایک پرجوش تقریر کی ہے مجھے چند منٹ ہی ملے کہ مغرب کا وقت ہوگیا۔ میں نے بات ختم کرلی،مگر حاضرین کا اصرار رہا کہ مجھےبھی تقریر کرنی چاہیے،مجھے احترام کرنا پڑا اور بعد نماز مغرب میں نے موقر حاضرین سے خطاب کیا۔ تقریرخاصی طویل ہوگئی،میرے بس کی بات نہ تھی ۔ میں نے اپنے خطاب میں مشورہ دیا کہ:

* اپنے مرکز کی طرف واپس آؤ،قرآن وسنت کو رہنما بناؤ۔
* محبت باہمی اور احترام کی فضا پیدا کرو۔
* قناعت اختیار کرو،ہوس زر سرخ روئی کا عنوان نہیں ۔
* کذب سے نفرت کرو۔
* منافقت سے دور رہو۔

دوران تقریر ایک سوال ذہن میں پیدا ہوگیا:

"ان دنوں اس پر شدید اصرار ہے کہ اہانت رسول اکرمؐ کے مجرم کو سزائے موت دینی چاہیے۔ حضرات علمائے کرام کا اس پر اصرار بجاہے۔ میں خود اس کی تائید میں ہوں کہ اہانت رسولؐ کی سزا سخت سے سخت ہوناچاہیے۔سوال ذہن میں آرہاہےکہ مسلمانوں میں باہمی رنجشیں،علمائےکرام میں باہمی چپقلشیں،مساجد میں اختلاف اور نمازوں کاایک مسلمان کادوسرے مسلمان کےساتھ اور پیچھے نہ پڑھنا ، اختلافات کی وجہ سے مساجدکا بند ہوجانا ، ان میں تالے قفل پڑجانا ، کیا یہ سب کچھ اہانت رسولؐ نہیں ہے؟( توبہ ،توبہ ) اگرہے اورضرور ہے تو اس کی سزا کیا ہونی چاہیے؟ میں نے یہ سوال کرکے حاضرین پر فیصلہ چھوڑدیاہے۔"

## کوئٹہ سے ٹیلے فون

ہالینڈ کے جناب روئیل استھرا نے کوئٹہ سے ٹیلے فون کیا ہے کہ وہ مجھ سے ملاقات کے لیے پشاور آنا چاہتے ہیں ۔ کہتے تھے کہ یونیسکو ( پیرس ) نے مجھے آپ سے ملاقات کا مشورہ دیاہے۔ میں نے اتوار (۳ اگست ) کو انھیں بلالیا ہے کہ میں اتوار کو خدمت خلق کے لیے پشاور میں ہوں گا۔

جمعیت برادران دہلی کے جلسے سے گھر ۹ بجے شب آیا۔ ہلکا کھانا کھایا اور پھر میز پر آکر ہمدردصحت کے مضامین پورے کیے۔ یہ کام بیچ میں چھوٹ‌گیاتھا۔ رات گیارہ بجے لیٹ گیا ، مطالعہ کرکے جلد ہی سوگیا۔

## ۲ اگست ۱۹۸۶ء ہفتہ

رفتار زمیں بہ انداز تدریج صبح کاذب سے انسان زمین کو صبح صادق سے آشنا کررہی ہے۔سعید سرافراز اب سرافگندہ ہے اور دست دعا دراز کیے خدائے ہمہ جہاں کے سامنے بہ گریاں درخواست کررہا ہے کہ حیات انسانی کی اندھیریاں چھٹا کریں اور روشنیاں اسی طرح آیا کریں جس طرح کرۂ زمیں کذب سے صدق کی طرف آرہاہے۔ یہ شب وروز اور یہ گردش لیل ونہار، انسان اور جہان ارض کے لیے ایک درس دائم ہیں اور سبق قائم، اورظلمات سے نور کی طرف آنے کی دعوت۔ انسان کو اندھیروں میں زندگی گزارنے کے لیے وجود نہیں بخشاگیا۔ روشنیاں اس کا مقدر ہیں۔ اب یہ فیصلہ خود اسے کرنا ہے کہ وہ قعرظلمت میں رہنا چاہتا ہے یا منارۂ نور بن کر راہوں کو روشن ومنور کرنا اپنا مقام مقررکرتا ہے۔ بلاشبہ کذب تاریکی ہے اور صدق روشنی ہے۔

میں جب دعائے نور مانگ رہاتھا میرے سامنے حالات وطن پاک تھے۔ میں شدید کرب کے ساتھ اور شدید الم کے ساتھ یہ دیکھ رہاہوں کہ یہاں امت مسلمہ کہ جسے منبع نور ہونا چاہیے،وہ تاریکیاں سمیٹ رہی ہے۔ اسے شاہین بن کر پہاڑ کی چوٹیوں کو اپنا نشیمن بنانا چاہیے تھا۔ اس نے اپنے لیے قعرمذلت پسند کرلیاہے۔ میں بے قرار ہوں، میں نے عزم کیاہے کہ میں اپنے اہل وطن کو تاریکیوں سے روشنی میں لاکر ہی دم لوں گا۔ اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائیں۔

### دست شفا

ایسا محسوس ہوا کہ تلاوت قرآن حکیم نے میرے ضمیر کو روشنیاں عطا کردی ہیں۔ جانماز سے اٹھا اور باجماعت نمازفجر ادا کرنے مسجد پہنچ گیا۔ خضوع وخشوع کے ساتھ دوفرض ادا کیے۔ دعا مانگی کہ باری تعالیٰ مجھے دست شفا عطافرما،میرے یہ ہاتھ کہ جو دعا کے لیے دراز ہیں صبح سے شام تک آج سیکڑوں مریضوں کی نبضوں پر ہوں گے۔ بارالٰہا ان سب مریضوں کو شفائے عاجلہ اور صحت کاملہ عطا فرما۔

یا اللہ میں خوب جانتا ہوں کہ شافی مطلق تو ہے، اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ نباتات میں تاثیر شفا عطاکردۂ خالق ہمہ جہان ہے۔ اے علیم و خبیر! میں تسلیم کرتا ہوں کہ جسم انسانی کا حقیقی علم صرف اور صرف تجھی کو ہے۔ باری تعالٰی میرے فکروعمل کو سلامتی عطافرما، میری تشخیص وتجویز کو آفاقی رہنمائی عطافرما، میرے ضمیر کو روشنی عطافرما۔ اسے پاکیزگی و طہارت سے مالا مال فرما، تاکہ میرے قلب سلیم سے اور روشن ضمیر سے حب محبت و احترام کی لہریں اٹھیں اور برقی رویں رواں ہوں تو میری انگلیوں کے پوروں سے وہ نکل کر جسم مریض میں نفوذ کرجائیں اور یہی پاکیزگی برق شفائے مرض ہوجائے۔

سائنس آج اس مرتبۂ کمال کو پہنچ گئی ہے کہ اس کے عطا کردہ فہم کے ذریعہ سے یہ ممکن ہوگیا ہے کہ انسان جسم انسانی کے رازوں کو کسی حد تک سمجھ سکے۔ میں یقین کامل رکھتا ہوں کہ فہم جسم انسانی کا کوئی دعوے دار نہیں۔ یہ دعوا نہ ماضی میں ہوا ہے، نہ آج ہوسکتا ہے اور نہ آئندہ شاید ہوسکے، بہ ایں ہمہ جوں جوں انسان فہم وفراست کی بلندیاں چھوئے گا جسم انسانی کی فہم کے سلسلے میں اس کو انکشافات اور اکتشافات کے لیے رہنمائی ملتی رہے گی۔

ایک طبیب کے بارے میں میرا یہ یقین ہے اور ایمان کہ وہ اگر پاکیزہ ہے، اس کا ضمیر روشن ہے، صداقت ودیانت اس کا وصف ہے تو اس کی یہی خوبیاں لہریں بن کر جسم مریض میں نفوذ کرکے سامان شفا بنتی ہیں، پاکیزگی ہی روح پاکیزگی کی ضمانت ہوسکتی ہے۔

تحقیقات سائنس سے ثابت ہوگیا ہے کہ جسم انسانی سے برقی لہریں اٹھتی ہیں اور یہ رویں انسان کی انگلیوں سے خارج ہوتی رہتی ہیں، جب دست طبیب مریض پر ہوتا ہے تو لہریں جسم مریض میں سرایت کرجاتی ہیں۔ اب اگر طبیب پاکیزہ ہے، مخلص ہے، محب ہے تو لہریں بھی پاکیزہ ہوں گی اور سبب شفا اور موجب صحت بن جائیں گی۔ اس طرح دست شفا کا نکتہ واضح تر ہوگیا ہے۔

## مطب ہمدرد

مریضوں کا ہجوم تھا اور میرا منتظر۔ میں سب کو سلام کرتا ہوا اپنی نشست پر مرتب ہوگیا اور خدمت مریضاں میں مصروف۔ روزہ بھی ہے اور باوضو بھی ہوں اور باوضو رہتا ہوں۔ صبح ساڑھے پانچ بجے سے شام کے سات بج گئے۔ مریضوں کی خدمت سے سرشاری کا سلسلہ جاری رہا۔ اللہ تعالٰی نے ۳۲۷ مریضوں کی بہترین خدمت کا موقع دیا۔ میں نے

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اپنے ساتھ کام کرنے والوں کا شکریہ ادا کیا کہ جو مجھ مجنوں کے ساتھ دیوانہ وار خدمت خلق میں مصروف رہے۔ اللہ تعالیٰ مریضوں کو شفا عطا فرمائیں اور ان سب کو جزائے خیر۔

## گھر آیا تو !

گھر کے دروازے میں قدم رکھا تو اپنی بیٹی سعدیہ کو منتظر پایا۔" اباجان اگر آپ اس طرح کام کریں گے تو کیا ہوگا؟ روزہ تو نہیں تھا آپ کا"؟

اب میں اپنی پیاری بیٹی کو کیا بتاتا کہ تمھارا باپ اللہ کے فضل وکرم سے سرشار ہے۔ کس قدر خوش قسمت ہے تمھارا باپ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے خدمت الناس کے لیے چن لیا ہے۔ میں نے ہنس کر جواب دیا کہ الحمدللہ روزہ بھی ہے اور جذبۂ خدمت بھی ہے۔ میری آنکھوں کے معالج نے واشنگٹن (امریکا) میں جب مجھے ہدایت دی تھی کہ "ڈاکٹر سعید، آپ کی آنکھ کو تری کی ضرورت ہے، روزے سے خشکی کا خطرہ ہے، اچھا ہے کہ آپ احتیاط برتیں"۔ اس وقت سعدیہ میرے ساتھ موجود تھیں ۔ ان کی پریشانی صحیح ہے۔ روزے میں شام کے وقت میری آنکھیں دھندلا جاتی ہیں، مگر پانی نوش جان کرنے کے بعد ان میں نور واپس آجاتا ہے۔

وقت مغرب قریب آگیا ہے۔ میں نے غسل کیا، اذان ہوئی ۔الحمدللہ ٹھنڈا سردہ تراشیدہ موجود تھا۔اس سے روزہ افطار کیا۔ تازگی سارے جسم میں سرایت کرگئی ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے کیا کیا نعمتیں عطا فرمائی ہیں ۔ اس کو ہر نعمت عطا کرکے اسے درس ادائے شکر دیا ہے۔ میں نماز مغرب کے لیے کھڑا ہوگیا۔ بعد ادائی فرض دست دعا دراز کرکے طالب شفائے مرض ہوا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرکے فارغ ہوا۔

## میری ڈاک اور جوابات

دفتر ہمدرد سے ڈاک آگئی ۔ گھر کے پتے پر موصولہ ڈاک بھی جمع ہوئی، میں نے خطوں کو دیکھا جن کو جواب لکھنے تھے جوابات لکھ دیے۔ میں جواب دینے میں ایک دن کی بھی تاخیر نہیں کرتا ہوں، جیسے جیسے ڈاک دیکھتا ہوں ویسے ویسے جوابات لکھتا جاتا ہوں، بہت تیزی سے لکھتا ہوں، اس لیے بدخط ہوجاتا ہوں، مگر اب میرے اردو شاٹپسٹوں کا اللہ بھلا

کرے پڑھ کر ٹائپ کرلیتے ہیں - اب میری ڈاک بڑھتی جارہی ہے،بچوں اور بچیوں کے خط زیادہ آنے لگے ہیں،ان کو ان کی زبان میں جواب دینے ہوتے ہیں - اب تدبیریں سوچ رہاہوں کہ کیاکروں،ایک تو تدبیر یہ ہے کہ میں معاون ساتھ رکھوں اور جوابات وہ تیار کردیا کریں ، مگر مجھے یہ پسند نہیں ہے۔ اس میں اپنائیت باقی نہیں رہتی --دوسری "تھانوی" تدبیر ہے شاید اب اسے اختیار کرنا پڑے -

## تھانوی تدبیر

ایک بارحضرت محترم مولانا اشرف علی تھانوی رح کی خدمت میں تھانہ بھون حاضر ہوا - حضرت رح کو بھی بےاندازہ خطوط ملا کرتے تھے۔ ان کا معمول تھا کہ خط ہی پر جواب دیا کرتے تھے اور موصولہ لفافے میں خودبند کردیا کرتے تھے۔ ان کی ہدایت تھی کہ خط میں خالی جگہ ہو اور یہ کہ جوابی لفافہ ساتھ آئے۔ اس کے باوجود بہت سے لوگ لفافہ نہیں بھیجتے۔ حضرت رح سادہ لفافہ لیتے اور خط میں جو پتا خط لکھنے والا لکھتا اسے قینچی سے کاٹ کر لفافے پر چپکا دیا کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ فرماتے کہ پتا اگر مجھ سے غلط لکھا گیا تو میری پکڑ ہوجائے گی - اس لیے میں وہی پتا کاٹ کر چپکا دیتا ہوں کہ جو خط لکھنے والے نے لکھا۔ اب ذمہ داری اسی کی ہوگی -

سوچتاہوں میں بھی اپنے تمام دوستوں،بچوں بڑوں سے درخواست کروں کہ جواب کے لیے پتا لکھاہوا لفافہ ساتھ بھجوائیں اور انھی کے خط پر اگر میں جواب لکھ دیا کروں تو برا نہ منائیں -

## مجلہ اسلامک آرٹ

فرینکفرٹ ( جرمنی) سے پروفیسر ڈیوڈ کنگ کا خط آگیا ہے وہ تبادل خیال کے لیے تیاری کرچکے ہیں - پروفیسر ای - گروبے بھی فرینکفرٹ آجائیں گے۔ یہاں سب سےاہم تبادل خیال "اسلامک آرٹ" کی ترتیب وطباعت پر ہوناہے۔ ہمدرد اس اہم پیش رفت میں تعاون کررہا ہے۔ جمع شدہ مٹیریل،مضامین،تصاویر پر اب کام کرناہے۔ کتاب بڑے سائز کے تین سو رنگین صفحات پر مشتمل ہوگی -ہمدردفاؤنڈیشن پریس پاکستان میں اس کی طباعت کا انتظام کرے گا۔

## علمائے مغرب

پروفیسر ڈیوڈ کنگ میرے دوست ہیں، انھوں نے سمت قبلہ پر قابل قدر کام کیاہے۔ عرصۂ دراز تک قاہرہ میں رہے ہیں ۔ عربی زبان پر عبور حاصل کیا اور پھر عربی ماخذ سے سمت قبلہ پر تحقیقی اور تاریخی کام کیاہے۔ اکثرو بیشتر قلمی اور مطبوعہ عربی ماخذ کو سامنے رکھا ہے۔ یہ تاریخ ساز کام بجائے خود قابل اشاعت ہے۔ میں قاہرہ میں کنگ کے ساتھ رہاہوں ۔ اب ان کو میرے دوست آں جہانی پروفیسر ولی ہارٹنر کی جگہ ملی ہے کہ جو بڑا اعزاز ہے جو فرینکفرٹ کی گوئٹے یونی ورسٹی نے ان کو دیاہے۔ ولی ہارٹنر تاریخ چین پر بھی کام کرتے رہے ہیں ۔ جوزف نیدھم اس میدان کی عالمی شخصیت ہیں ۔ تاریخ سائنس چین میں ولی ہارٹنرکے جوزف نیدھم موید ہیں ۔ ویسے تاریخ، سائنس، ثقافت چین پر جوزف نیدھم کا نہایت بلند و اہم مقام ہے۔ ایک بارخوب اتفاق ہوا : پروفیسر جوزف نیدھم (کیمبرج ولی ہارٹنر(جرمنی) اورمیں (پاکستان)ٹوکیو (جاپان ) میں یکجاہوگئے۔ کوئی سات دن بہت دل چسپ صحبتیں رہی تھیں ۔ میری بیٹی سعدیہ اس تبادل خیال میں میرےساتھ تھیں ۔ ان کی تربیت کا یہ اہتمام میں کرتا رہتا ہوں ۔ ولی ہارٹنرچاہتے تھےکہ سعدیہ سوشیالوجی میں ایم۔ اے کرچکی ہیں، ان کو جرمنی میں ڈاکٹریٹ کرلینی چاہیے۔ ایک بار میں کیمبرج اپنے دوست پروفیسر آر۔ بی ۔ سارجنٹ سے ملنے گیاتھا، ان سے البیرونی کی کتاب "الجماہرفی معرفۃ الجواہر" پر تبادل خیال کرناتھا۔ وہاں پروفیسر جوزف نیدھم کا ذکر آیا کہ وہ ان دنوں کیمبرج ہی میں ہیں۔۔ میں نے ان سے وقت لیا وہ ان دنوں گونول کالج کے صدر تھے، ماسٹرلاج میں رہتے تھے۔ برطانوی روایت کے مطابق ماسٹرلاج میں اگر کوئی مہمان ہوجائے تو وہ قابل فخر ہے اور سبب اعزاز۔ اس اعتبار سے مجھے فخر حاصل ہے اور اعزاز کہ میں جوزف نیدھم کا مہمان رہاہوں ۔

### ۱۰ اوکسفرڈیونیورسٹی

اوکسفرڈیونی ورسٹی دنیا کی مشہورترین یونی ورسٹیوں میں سے ایک ہے۔ اوکسفرڈ انگلستان میں لندن سے شمال مغرب کی طرف ۸۰ کلومیٹر پر واقع ہے۔ اوکسفرڈ بہت قدیم درس گاہ اور ازمنۂ وسطیٰ سے علم کا ایک اہم مرکز رہا ہے۔ انگلستان کے بیشتر سیاسی رہنما اورمشہور دانش ور

اسی علمی ادارے سے وابستہ رہے ہیں ۔ اس ادارے کے قیام کے سلسلے میں کسی صحیح تاریخ کا تعین کرنا تو ممکن نہیں ہے، لیکن کچھ مورخین کا خیال ہے کہ اس یونی ورسٹی کا قیام دراصل ۱۱۶۷ء یا ۱۱۶۸ء میں پیرس یونی ورسٹی سے انگریز طالب علموں کے اخراج کی وجہ سے عمل میں آیا۔ جان سالسبری نے لکھا ہے کہ فرانس جو قوموں میں سب سے نرم اور مہذب ہے، اس نے ۱۱۶۷ء میں تمام بیرونی طالب علموں کو یونی ورسٹی سے خارج کردیا۔ اسی زمانے میں ہنری دوم نے ایک فرمان جاری کیا جس کے تحت تمام ایسے کلرکوں کو جن کا تعلق سرحدپار سے تھا ملازمت سے برطرف کردیا اور تمام انگریزوں کوجو بیرون ملک نوکری کررہے تھے، واپس بلالیا۔ اس واقعے کے فوراً بعد ہی سے آکسفرڈ کا نام ایک علمی درس گاہ کے طورپر لیا جاتاہے اور ۱۱۹۰ء میں اس نے مکمل درس گاہ یا یونی ورسٹی کی جگہ لے لی، چناں چہ یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتاہے کہ آکسفرڈ یونی ورسٹی کے قیام کا سبب پیرس سے انگریز طالب علموں کے اخراج اور ان کی وطن واپسی ہے۔ اس سے پہلے بارہویں صدی کے اوائل میں سینٹ فرائڈس وائڈ کا راہب خانہ ٹوٹنے پر وہاں بہت سے چھوٹے چھوٹے اسکول موجود تھے۔ یونی ورسٹی کے قیام کے سلسلے میں اس وقت وہاں رابرٹ پلن کی موجودگی کی بڑی اہمیت ہے۔ وہ ایک عالم دین تھا اور ۱۱۳۳ء میں پیرس سے لکچر دینے کی خاطر آیاتھا۔ تیرہویں صدی کے اوائل میں آکسفرڈ کے نمائندوں نے بادشاہ سے اپیل کی جس میں اس نئے تعلیمی ادارے کو کلیسا کا دوسرا اسکول کہاگیا، کیوں کہ کلیسا کا پہلا اسکول پیرس تھا۔ یہاں مختلف مذہبی فرقوں کے لوگ حصول علم کے لیے جمع ہوگئے۔ ہرچند یونی ورسٹی کی تاسیس کے بارے میں کسی صحیح تاریخ کا تعین مشکل ہے، لیکن آکسفرڈ کے قدیم ترین کالجوں کی صحیح تاریخ متعین کی جاسکتی ہے، مثلاً یونی ورسٹی کالج ۱۲۳۹ء، بیلیل تقریباً ۱۲۶۳ء اور مارٹن ۱۲۶۴ء۔ ان میں سے آخری کالج کی سطح پر لادینی تعلیم کے لیے کھولاگیا تھا۔ شروع میں آکسفرڈ میں طلبہ کے لیے ہاسٹل تعمیر نہیں ہوتے تھے، چناں چہ طالب علموں کو اپنی رہائش کا خود انتظام کرنا ہوتا تھا۔ مارٹن نے ایک ہاسٹل تعمیر کرایا

جس کا نام تھا، "مارٹن کے طلبہ کا گھر"۔

ازمنہ وسطیٰ میں جن کی وجہ سے آکسفرڈ کی شہرت بڑھی ان کے نام یہ ہیں: راجربیکن، ڈلس اسکاٹس اور جان ویکلف۔ تیرہویں صدی کے شروع ہونے پریونی ورسٹی کی تنظیم میں بہت استحکام آیا۔ نشاۃ ثانیہ کے دوران میں نئے علوم کے حصول کے پیش نظر، اراس مس(ERASMUS) ڈین کولیٹ، اور سرتھامس مور کی قیادت میں علم الکلام کو سخت دھچکا لگا اور پھر ۱۵۳۵ء میں ایک شاہی حکم کے تحت اس پر پابندی عائد کردی گئی۔

آکسفرڈ میں مختلف علوم کے شعبے قائم ہیں جن میں علم الانسان، جغرافیہ، علم حیاتیات، زرعی علوم، انگریزی زبان وادب، فنون لطیفہ، کلاسیکی علوم، قانون، ریاضی، علم الادویہ، عہدوسطیٰ اور دورحاضر کی زبانیں، جدید تاریخ، مشرقی علوم، طبعی علوم، نفسیات اور دینیات شامل ہیں۔ یہاں جس لائبریری کا قیام ۱۶۰۲ءمیں عمل میں آیا تھا اس میں ایک ملیون سے زیادہ کتابیں ہیں۔ اس کے علاوہ ریڈکلف لائبریری، انسٹی ٹیوٹ لائبریری، رہوڈس ہاؤس لائبریری اس کی تین شاخیں ہیں۔ جنگ عظیم دوم کے دوران میں یونی ورسٹی کو سخت نقصان پہنچا تھا۔

## کیمرج یونیورسٹی

کیمرج یونی ورسٹی کے آغاز یا اس کی ابتدا کے بارے میں مصدقہ اور معتبر معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں، البتہ اس بات کی شہادتیں ملتی ہیں کہ وہاں بارھویں صدی میں بران ویل (BRANWELL) کا راہب خانہ، سینٹ رہدے گنڈ (ST RHADEGUND) کا راہب خانہ اور اوگسٹائن کا ہسپتال موجود تھے۔ ۱۲۰۹ء میں صاحبان علم کی خاصی بڑی تعداد آکسفرڈ سے ہجرت کرکے یہاں آئی اور پھر ۱۲۲۴ء میں فرانسسکن حضرات وہاں آباد ہوئے۔ ہنری سوم کے ایک فرمان سے اس بات کا اندازہ ہوتاہے کہ ۱۲۳۱ء میں وہاں طالب علم برادری کی اچھی خاصی تعداد ہوگئی تھی، کیوں کہ ہنری سوم کے فرمان کے تحت ضلعی حاکم (شیرف) نے۔

انتشار پسند طلبہ کو سزا دی تھی اور ہاسٹل کے کرایوں کے سلسلے میں دو عوامی نمائندوں اور دو استادوں کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ کرایے طے کریں ۔ اس فرمان سے ضلعی حکام اور اساتذہ کے درمیان معاندانہ فضا کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ آکسفرڈ کی طرح یہاں بھی مستقل فسادات، ناجائز طور پر گھروں میں گھسنے کی وارداتیں، اور قتل و غارت گری اور لوٹ مار کے واقعات بہت عام تھے۔ ان جھگڑوں میں شہری اور طلبہ ایک دوسرے کے حریف ہوتے تھے۔

ازمنہ وسطیٰ میں یہاں سند فضلیت حاصل کرنے کے لیے ۱۴ سال کی عمر میں طلبہ داخلہ لیتے تھے۔ پہلے ان طلبہ کو تین مضامین لاطینی قواعد، منطق اور علم بلاغت کی تعلیم دی جاتی تھی ۔ ان مضامین کا امتحان پاس کرنے پر ان کو سند فضلیت ( بی ۔ اے کی ڈگری) دے دی جاتی تھی ۔ اس امتحان کے بعد انھیں چار مضامین ریاضی، جیومیٹری، موسیقی اور علم فلکیات ( ستاروں کا علم ) پڑھایا جاتا تھا جس کے بعد انھیں منتہی کی ڈگری دے دی جاتی تھی ۔ ایم ۔ اے کرنے کے بعد طالب علم درس و تدریس کا پیشہ اختیار کرنے کا اہل ہوجاتا تھا۔

تیرہویں صدی کی پوری مدت میں یہاں نظم و ضبط اور تنظیمی مسائل پوری طرح درپیش رہے۔ ۱۲۷۶ء میں یہ طے پایا کہ یونی ورسٹی کا ہر طالب علم ایک استاد کی نگرانی میں رہے گا، لیکن نظم و ضبط کے سلسلے میں اس سے بھی زیادہ اہم پیش رفت ابتدائی کیمبرج کالجوں کا قیام تھا۔ ۱۲۸۴ء میں ہگ ڈی بالشم (HUGH DE BALSHAM) نے پیٹر ہاؤس کی بنیاد رکھی جہاں کیمبرج یونی ورسٹی کے محنتی طالب علم آکسفرڈ میں رائج قوانین کے مطابق ایک ساتھ رہ سکتے تھے۔ چودہویں صدی کے اوائل میں یونی ورسٹی نے مکمل طور پر تعلیمی ادارے کا درجہ حاصل کیا جہاں ملک کے ہر حصے کے طالب علم کو داخلے کا حق تھا۔ اسی دوران یہاں بہت سے کالج قائم ہوئے۔ کالجوں کے قیام کا یہ سلسلہ ۱۳۲۶ء سے ۱۳۵۲ء تک برابر جاری رہا۔

اسی زمانے میں یونی ورسٹی کے قواعد و ضوابط کی ترتیب و تشکیل میں بڑی ترقی ہوئی اور یونی ورسٹی کے اختیارات

میں خاطر خواہ اضافہ کیاگیا۔ یونی ورسٹی کا سربراہ چانسلر مقرر ہوا۔ ۱۲۲۶ء سے اس عہدے پر جو حضرات مامور رہے ان کا آج تک کا رکارڈ موجود ہے۔ چانسلر کے عہدے کا انتخاب دوسال کے لیے ہوتاتھا اور چانسلر کو نہ صرف طلبہ سے متعلق مقدمات کا فیصلہ کرنے کے اختیارات تھے بلکہ اس کو پادری کے اختیارات بھی حاصل تھے۔ پادری کے اختیارات کے سلسلے میں ایلی کے بشپ نے سختی سے مخالفت کی ،لیکن ۱۳۳۰ء میں یونی ورسٹی کی خودمختاری کے پیش نظر چانسلر کے اختیارات پوری طرح قائم ہوگئے۔ یونی ورسٹی کے امور کی انجام دہی میں چانسلر کی مدد کے لیے دومجالس ہوتی تھیں، ایک مجلس درس وتدریس سے براہ راست وابستہ اساتذہ کی اور دوسری ان منتہی سند یافتہ حضرات کی جو یونی ورسٹی میں رہتے تھے اور براہ راست درس وتدریس سے وابستہ نہیں تھے ۔ پہلی مجلس کو ریجنٹ کی مجلس اور دوسری کو نان ریجنٹ مجلس کہا جاتاتھا۔ چانسلر اور دو پراکٹرس کا انتخاب ریجنٹ مجلس کرتی تھی ۔ ۱۵۰۲ء میں جان فشر کو چانسلر منتخب کیاگیا اور سولہویں صدی کے اوائل میں یونی ورسٹی پر انھی کے اثرات بہت نمایاں ہیں ۔فشر، کیمبرج یونی ورسٹی میں نشاۃ الثانیہ وظائف کے بانیوں میں سے ایک ہے ۔ غالب خیال یہ ہے کہ یونی ورسٹی میں چھاپے خانے کا قیام بھی اسی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ چھاپے خانے کے قیام کے ۱۳ سال بعد ہنری ہفتم نے یونی ورسٹی کو اختیار دیے دیا کہ وہ ناشروں کو ہر طرح کی کتابیں چھاپنے کےلیے متعین کرے،چناں چہ ۱۵۳۴ء سے یونی ورسٹی برابر ناشرین کا تعین کررہی ہے ۔

ملکہ الزبتھ اول کے عہد میں زبردست تبدیلیاں آئیں اور صحیح معنوں میں کیمبرج یونی ورسٹی کی جدید تاریخ اسی کے عہد سے شروع ہوتی ہے۔ نئے قواعد جوملکہ الزبتھ نے منظور کیے تھے ان کے تحت کالجوں کے سربراہ ایک بڑی قوت بن کر ابھرے۔ وہ ہر سال دو وائس چانسلر نامزد کرتے تھے اور سینیٹ کے انتخاب میں بھی ان کو بڑا اہم کردار ادا کرنا ہوتاتھا۔ اسی دوران میں پراکٹر کے اختیارات میں کمی کردی گئی اور ان سے مالیاتی اختیارات

واپس لے کر چانسلر کو دے دیے گئے۔ نئے ضوابط کے تحت تعلیمی معاملات کے زیادہ تر اختیارات وائس چانسلروں کو مل گئے۔ جیمس اول کے زمانے سے ۱۹۵۰ء تک یونی ورسٹی کو پارلیمنٹ کے لیے دو رکن منتخب کرنے کا حق حاصل رہا۔

انیسویں صدی کے اوائل میں مذہبیات کے امتحان ختم کرنے کی تحریک چلی جس کے نتیجے میں ایک مدت تک ۱۸۷۱ء میں ان امتحانوں کو ختم کردیا گیا۔

جنگ عظیم دوم کے بعد کالجوں میں داخلے لینے والوں کی تعداد میں زبردست اضافہ ہوا جس کی ایک وجہ سرکاری وظائف بھی تھے۔ سند فضلیت سے نچلی سطح کے طالب علموں کی تعداد سات ہزار تک پہنچ گئی۔ سائنسی تحقیقی کاموں کے لیے سرکاری امداد کی ضرورت بڑھ گئی، چناں چہ ۱۹۵۹ء میں یونی ورسٹی کی سرکاری گرانٹ ۲۳۳۲۰۰۰ پونڈ ہوگئی۔

کیمبرج میں کالجوں کے قیام کے نظام کی وجہ سے کسی ایک عمارت کو کیمبرج یونی ورسٹی نہیں کہہ سکتے۔ عمارتوں کا وہ مجموعہ جسے جغرافیائی اور تاریخی طور پر یونی ورسٹی کا دل یا مرکز کہنا چاہیے اب پرانے اسکول کے نام سے موسوم ہے۔ ۱۹۳۴ء میں لائبریری کے لیے ایک نئی عمارت تعمیر کی گئی ہے اور لائبریری کی پرانی عمارت کو انتظامی امور کے دفتر میں منتقل کردیا ہے۔ یونی ورسٹی لائبریری کی نئی عمارت پر ایک بہت بڑا گھنٹہ گھر بنا ہے اور اس میں ۲۵۰۰۰۰۰ کتابیں ہیں۔

# ۳/ اگست ۱۹۸۶ء اتوار

## کراچی ۔ پشاور

صبح تین بجے بیدار ہوگیا۔ نفلی عبادت کے بعد بکثرت آب سرد پی کر روزے کی نیت کرلی اور چار بجے اپنی ڈیسک پر آگیا۔ بعض اہم ہدایات تحریر کیں ۔ ڈیڑھ گھنٹہ کام کرکے اٹھ گیا۔ پانچ منٹ کے اندر مسجد پہنچ گیا جہاں پانچ بج کر پینتیس منٹ پر نمازفجر شروع ہوئی ۔۔فراغت پاکر مطب ہمدرد پہنچ گیا اور مریضوں کی خدمت میں مصروف ہوگیا۔ ستر مریضوں کی خدمت کرتے آٹھ بجے سے سوئی اوپر ہوگئی ۔ ہوائی میدان طویل ہوگیا۔ طویل راستہ بے چینی میں طے ہوا۔۔ ہوائی میدان پر آیا، ٹکٹ وغیرہ کا سب کام تیار تھا۔ جناب محترم حامدحسین صاحب کا شکریہ ادا کیا اورہوائی جہاز میں سوارہوگیا۔ جہاز وقت مقررہ آٹھ بج کر پینتالیس منٹ پر اڑا۔ لاکھ کوشش کی ذرا نیند آجائے اور شب گزشتہ کی نیند کی کمی پوری ہوجائے،تند اعصاب کو سکون مل جائے اور پشاور کے مریضوں کے لیے تازہ دمی ہوجائے، مگر نیند نہ آئی ۔ خیر جہاز وقت پر پشاور وارد ہوگیا اور میں ساڑھے دس بجے ہمدرد مطب پشاور پہنچ گیا۔ یہاں مریض بکثرت منتظر تھے ۔ شام کو سات بجے تک ان کی خدمت میں مصروف رہا۔

### نگاہ دوربیں

پشاور کا ہوائی اڈا ان دنوں بڑی تیزی کے ساتھ تعمیر ہورہا ہے۔ ابھی شاید ڈھائی تین سال ہی ہوئے ہیں کہ نوتعمیر ہوائی اڈے کا افتتاح ہوا تھا۔ اس قدر کم مدت میں وہ چھوٹا پڑگیا اوراب توسیع جاری ہے۔ میں یہ غور کرتاہوں کہ آخر آج سے پانچ سال قبل ہم نے صحیح اندازہ کیوں نہ لگایا اور کیوں مستقبل کے لیے معقول سائز کا ہوائی اڈا نہیں بنایا تھا۔کیا ہم واقعی نگاہ دوربیں سے اس درجہ محروم ہوگئے ہیں کہ مستقبل قریب کو بھی نہیں دیکھ سکتے؟ اگر یہ "کوتاہ بینی" اس ہوس زر سے ملوث ہے کہ کام بڑھایا جائے، ایک کام کو خراب کرکے دوبارہ کیا جائے تو یہ ہرگز مفاد ملک وملت میں نہیں

ہے، دردناک بھی، مگر سخت قابل گرفت۔

## محبت و احترام !

میں اکثر کہا کرتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ پشاور نے مجھے بے اندازہ محبت دی ہے، اور لاہور نے مجھے بے حد و حساب احترام سے نوازا ہے۔ پشاور کے ہوائی میدان پر جب قدم رکھتا ہوں تو دل باغ باغ ہوجاتا ہے۔ یہاں کی ہوا میں سانس لیتے ہی زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ سیڑھی سے اترنے کو نہیں کود جانے کو دل چاہتا ہے۔ یہاں لوڈر سے لے کر افسروں تک محبت سے پیش آتے ہیں۔ سیکڑوں مریضوں سے واسطہ ہوتا ہے۔ ہر ایک محبت کرتا ہے۔ پشاور کے صاحبان علم و حکمت بڑی ہی محبت کرتے ہیں۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر مہینے میں دو دن پشاور میں نہ گزاردوں تو میں شاید بیمار پڑ جاؤں۔

## مسٹر روئیل استھرا

یہ صاحب ہالینڈ شیلے وژن سے تعلق رکھتے ہیں۔ یونیسکو سے جناب موسیو ڈی ویک نے ان سے کہا ہے کہ وہ ہر قسم کی مدد کے لیے مجھ سے ملاقات کریں۔ میں نے ان کو پشاور میں وقت دیا تھا۔ یہ کوئٹہ سے یہاں آگئے ہیں۔ ان کے پیش نظر ایشیائی ممالک کے ثقافتی حالات پر فلم سازی ہے۔ یہ پانچ پانچ منٹ دورانیے کی چارسو فلمیں تیار کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے ان کی زیادہ سے زیادہ مدد کے لیے اپنے دوست جناب محترم پروفیسر پریشان خٹک، نیز جناب محترم پروفیسر شوکت واسطی اور جناب محترم پروفیسر شفیع صابر کو بھی عشائیے میں شریک کرلیا تھا تاکہ ثقافت سرحد کے بارے میں روئیل صاحب کی پوری مدد ہوسکے۔ آٹھ بجے سے دس بجے شب تک مفید تبادل خیال رہا۔

آج پشاور کے بڑے ہوٹل میں بڑا بدمزہ کھانا کھایا۔ روزہ افطار کرنے کے بعد اچھا کھانے کو دل چاہتا ہے۔ خیر میں اپنا دل مارنے میں بھی لذت حاصل کرلیتا ہوں اور میں نے لذت حاصل کی، مگر میں نے اپنے مہمانوں کو گراں مگر بدمزہ کھانا کھلاکر خجالت محسوس کی ہے اور تکلیف بھی۔

# ۴ اگست ۱۹۸۶ء پیر

## پشاور

صبح ساڑھے تین بجے اٹھ کر بکثرت آب سرد نوش جان کیا اور روزے کی نیت کرلی -- نوافل تہجد ادا کرکے ذرا لیٹ گیا۔ پانچ بجے اٹھا ،بہ عجلت تیار ہوکر نماز فجر ادا کی اور پھر ساڑھے پانچ بجے مطب ہمدر پشاور پہنچ گیا۔ کل خواتین کے لیے مطب تھا آج مرد حضرات مطب میں ہیں - سلسلۂ مطب چار بجے شام تک جاری رہا۔

## روزہ داری

اب تو شاید سات آٹھ سال ہوگئے ہیں،بلکہ نو سال، کہ میں نفلی روزے رکھ رہاہوں - جس دن میں مطب کرتاہوں اس دن میرا روزہ ہوتا ہے، مہینے میں سولہ ،سترہ دن مطب کرتاہوں،لہذا مہینے میں اتنے ہی روزے رکھ لیتاہوں -۔ ان سولہ سترہ دنوں میں،میں صرف ایک وقت کھانا ہوں،عام دنوں میں کہ جب میں روزہ نہیں رکھتا "ایک ناشتہ ۔ایک کھانا" میرا معمول ہوتاہے،مگر جب روزہ رکھتاہوں تو بس ایک کھانا ہی رہ جاتا ہے، روزہ میں بالعموم پانی سے کھولتاہوں یا زیادہ سے زیادہ لیموں کے شربت سے۔ پھر کھانا۔ یہ انتہائی ثقیل غذا ہے۔ الحمدللہ میری صحت پر کوئی اس کا خراب اثر نہیں ہے۔ ہاں صرف پانی کی قلت سے آنکھیں متاثر ہوتی ہیں اور شام کے وقت بصارت دھندلا جاتی ہے۔ میری آنکھ کے معالج (امریکا) نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ میں جسم میں پانی کی قلت نہ ہونے دوں، غالباً اب اگلے سال (۱۹۸۷ میں) گرمیوں میں روزے کا یہ معمول شاید ترک کرنا پڑے -

## ڈاکٹر صاحب کا انتظار

گزشتہ ماہ ایک محترم ڈاکٹر صاحب اپنے والد بزرگوار کو لےکر آئے تھے جن کا مرض خاصا پیچیدہ تھا۔ تشخیص نہیں ہورہی تھی - مریض دن بہ دن کمزور ہورہاتھا ،فقر الدم کی شدید گرفت میں تھا ،چکر بھی آرہے تھے،جگر ناتواں تھا ،بکثرت امتحانات ہوچکے تھے، ایکسریز بھی تھے،مگر ڈاکٹر صاحب کی کوشش تھی کہ میں ان کو نہ دیکھوں،وہ دراصل

میری "نباضی" کا امتحان لینے آئے تھے جس کا مجھے ہرگز کوئی دعوا نہیں ۔ ان کا طرز گفتگو ذرا طنزیہ تھا۔ طبعاً پاکستان کے ڈاکٹروں کا یہ انداز کہ وہ طبیب کو کم درجہ سمجھنے کے عادی ہیں ۔ میں سخت ناپسند کرتا ہوں ۔ ایسے ڈاکٹروں کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ وہ کوتاہ اخلاق تو ہیں مگر وہ سائنس داں بھی نہیں ہیں ۔ طب اسلامی سے ان کی پرخاش کا درجہ قطعاً غیر سائنسی ہے اور خود اپنی برتری کا تصور ہی غلط ہے اور قابل گرفت ۔ کیا پاکستان کا کوئی ایک ڈاکٹر بھی یہ دعوا کرسکتا ہے کہ وہ جسم انسانی کی دنیا کی ہر شے سے زیادہ پیچیدہ وجود کی حقیقتوں کو جانتا سمجھتا ہے۔ دنیا کا کوئی انسان بھی یہ دعوا نہیں کرسکتا۔ جب حقیقت یہ ہے تو پاکستان کا ہر ڈاکٹر اپنے مریضوں کو جو دوا دے رہا ہے اس کا یہ عمل مبنی برقیاس ہے ۔ اس سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، یہی حال میری رائے میں ہر طبیب کا ہے، اس میدان میں دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، دونوں ایک ہی سطح پر کھڑے ہیں ۔ فرق صرف یہ ہے کہ طبیب نباتات سے علاج کرکے فطرت سے زیادہ قریب رہتا ہے جب کہ ڈاکٹر سمی ادویہ جسم انسانی میں داخل کرکے شدید مسائل صحت پیدا کرسکتا ہے ۔

یہ ڈاکٹر صاحب جو اپنے والد محترم کو لے کر آئے ان کا مزاج کسی دوسرے ڈاکٹر سے مختلف نہ تھا، ہارے معاملہ ایک پیچیدہ مرض میں مبتلا بزرگ مریض کا تھا، میں نے احترام و محبت کو غالب رکھا اور اپنی رائے دے دی اور مجھے یقین ہے کہ جو تشخیص مرض میں نے کردی وہ ان بڑوں کی فکر سے ماورا تھی ۔ میں نے پورے اطمینان و محبت سے معائنۂ مریض کرکے ڈاکٹر صاحب کو اپنی تشخیص سے آگاہ کیا۔ مریض کا تلی (طحال) کا مسئلہ ہے جو جگر و مرارہ کی خرابی کے علی الرغم ہے۔ تلی کا فعل معمول سے تیزتر ہوگیا ہے اور اب یہ تلی خون کے سرخ ذرات کو بڑی تیزی سے ضائع کررہی ہے۔ سرخ ذرہ خون کی مدت عمر کوئی ۲۷ دن ہوتی ہے، مگر تیز رفتار تلی اب گھنٹوں میں ان ذرات کو ختم کردیتی ہے جس کے نتیجے میں فقر الدم ہورہا ہے۔ اس صورت حال کا صحیح تر اور اب آخری علاج طحال کو آپریشن کرکے نکال دینا ہے، مگر یہ فیصلہ بے حد اہم ہے، طبی اخلاق و احتیاط کا یہ تقاضا ہے کہ طحال کے فعل کا صحیح تر جائزہ لیے بغیر جراحت طحال کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ جائزہ ریڈیو آئسو ٹوپ ڈویژن میں ہی ممکن ہے اور مجھے معلوم نہیں ہے کہ پاکستان میں یہ امتحان (ٹیسٹ) کہاں ہوسکتا ہے۔ اگر یہ امتحان مثبت ہے، یعنی یہ رائے صحیح ہے کہ تلی سرخ ذرات خون کو بہ سرعت وکثرت ضائع کررہی ہے تو اب تلی کو نکال دینے کے علاوہ اس مرض کا دوسرا

کوئی علاج ممکن نہیں ہے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب سے یہ بھی کہا کہ اگر تلی کو نہ نکالا گیا تو فوری نتیجہ یہ ہوگا کہ مریض کے پتے (مرارے) میں پتھریاں پڑجائیں گی جو فی الحال بجائے خود ایک مرض لا علاج ہے۔ اس مرحلے پر ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ مرارے میں پتھریاں پڑچکی ہیں۔ توقع تھی کہ جناب ڈاکٹر صاحب مجھے اس ماہ آکر صورت حال بتائیں گے، مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا۔

## حکیم عبد الوحید صاحب

حکیم عبد الوحید صاحب آج تشریف لائے تھے اور قومی طبی کاؤنسل کے حالات کے بارے میں تبادل خیال کررہے تھے۔ میں نے ان کو صورت حال سے خاصا مایوس پایا ہے۔

صورت حال یہ ہے کہ قومی طبی کاؤنسل جسے میں نے اپنے زمانے میں قائم کردیاتھا، تنہا ایک ادارہ ہے کہ جو پاکستان میں طب اسلامی کے مسائل سے عہدہ برآ ہوسکتاہے، مگر وزارت صحت پاکستان کی سروکریسی نے اس موقر کاؤنسل کو بہر اعتبار غیر موثر اور بہرطور غیر محترم بناکر رکھ دیاہے۔ گزشتہ دنوں اس کاؤنسل کے انتخابات کرادیے گئے جب کہ مخلصانہ مشورہ یہ تھا کہ انتخابات کا راستہ صحیح نہیں ہے بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کے ارکان کو نامزد کردیا جائے اور ملک کے بہترین اطبا کو اس کاؤنسل میں بار دے دیا جائے۔ اس مشورۂ صحیح کے لیے بےحد قوی جواز یہ ہے کہ پاکستان کی تمام کی تمام طبی درس گاہیں مقامات اثاثیت بنی ہوئی ہیں۔ پاکستان میں اطبا کی اکثریت غیر مستند ہے۔ بالعموم اطبا کو میدان طب میں عالمی فکرو سطح کا کوئی ادراک نہیں ہے۔ پاکستان میں طب اسلامی کو عالمی سطح سے متوازن کرنے اور رکھنے کے لیے صرف ایسے اطبا کے فکرونظر کی حاجت ہے کہ جو پیش آمدہ حالات کا ادراک اور مقابلہ کرسکیں اور پاکستان میں فن شریف طب کے وقار کا سامان کرسکیں، مگر ایسا نہ ہوسکا اور انتخابات کرائے گئے اور کل گیارہ بارہ ہزار ووٹوں میں تقریباً پانچ ہزار جعلی ووٹ ڈال دیے گئے۔ اطبا کی ایک ہی جماعت ہے کہ جو اس گناہ کی ذمہ دار ہے اور جس کے مفادات غیر طبی ہیں اور محض دوافروشی ہیں۔ اس صورت حال نے اہل درد اطبا کو بہت مایوس کیاہے اور مجھے سخت اذیت میں مبتلا کردیاہے۔ اس صورت حال کی اصلاح اب دوطرح ہوسکتی ہے۔ ایک یہ کہ انتخابات ازسرنو کرائے جائیں یا پھر

مرکزی اور صوبائی سطح پر جو نامزدگیاں ہونی باقی ہیں ان میں صحیح المزاج اور مستند اطبا کو نامزد کردیا جائے اور اس میں کوئی غلطی نہ کی جائے۔ اگر ایسا نہ ہوا اور نامزدگیاں بھی غلط کرائی گئیں تو اصلاحِ حال کا واحد طریقہ یہ ہے کہ انتخابات کو کالعدم قرار دینے کے لیے رٹ داخل کردی جائے، کیوں کہ اس کے بغیر وزارت صحت کی بیوروکریسی راہ راست پر نہیں آسکے گی - میں نے محسوس کیا ہے کہ محترمی جناب حکیم عبدالوحید صاحب بھی اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں پاتے۔ پاکستان میں طب کے اس میدان سے میں نے خود کو ہٹالیا ہے، مگر اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ طب کو تباہ کردینے کے لیے غیر محتاط لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے اور ہیئت اقتدار کو اس درجہ غافل و غیر محتاط رہنے دیا جائے کہ وہ طب کے میدان میں عالمی اندازفکر کا ذرا ادراک نہ کرے اور پھر پاکستان میں فن شریف کو غیر شریف لوگوں کی ہوس کی قربان گاہ پر قربان کرنے کی آزادی دے دی جائے۔ ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔

## شام ہمدرد

اس ماہ شام ہمدرد کا موضوع " تعلیم جامعات ۱۵ ویں صدی ہجرہ میں " ہے۔ یہ بڑا مشکل موضوع ہے اور میرے اندازفکر کے مطابق اس




پشاور میں شام ہمدرد بعنوان تعلیم جامعات پندرہویں صدی ہجری میں حکیم محمد سعید خطاب کر رہے ہیں -

سے اہم موضوع آج دوسرا کوئی نہیں ۔ بڑی نزاکتیں ہیں اس میں ۔ جناب محترم ڈاکٹر نذیر احمد صاحب اس مجلس کے صدر ہیں اور مہمان مقرر ماہر نفسیات جناب محترم پروفیسر سید محمد مغنی صاحب ہیں ۔ میں نے تقریر کو نہایت توجہ سے سنا اور پھر جناب صدر مجلس کے ارشادات کو بھی غور سے سنا۔ بدقسمتی سے دونوں تقریریں احاطۂ تحریر میں نہیں ہیں، اس لیے غور کرکے میں کسی حتمی نتیجے پر پہنچ کر نتائج اخذ نہیں کرسکتا۔ اب دیکھتا ہوں کہ راولپنڈی، لاہور اور کراچی میں کیا صورت حال پیش آتی ہے ۔

## پندرھویں صدی ہجرہ میں تعلیم جامعات اسلامی

گزشتہ کم ازکم چار سال میں نے تعلیم کے میدان میں اپنی بساط کے مطابق جس قدر غور کیا ہے اس کا حاصل "ہمدرد رپورٹ ۔ تعلیم" کی صورت میں سامنے آگیا ہے، اب میں ہائر ایجوکیشن کے ذیل میں ایک اچھی کوشش کرنا چاہتا ہوں، اور ۱۵ ویں صدی ہجرہ میں جامعات اسلامی میں تعلیم کے معیارات کا تعین کردینے کی کوشش کا ثواب حاصل کرنے کا آرزومند ہوں ۔

میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس موضوع پر فکرونظر کے لیے دنیا بھر کے علما پر غور کرکے ان میں سے کم ازکم دس، بارہ کو پاکستان آکر بیٹھ جانے کی دعوت دوں گا اور ان کے فکرونظر پر مشتمل ایک کتاب تیار کرکے دنیا بھر میں اسے بھجوادوں گا۔ اس اقدام سے قبل چاہتا ہوں کہ پاکستان کے ماہرین تعلیم کے فکرونظر کا احاطہ کرلوں، شام ہمدرد کا اس ماہ یہ موضوع رکھنے کی غایت یہی ہے ۔

## پشاور سے راولپنڈی

شام سات بجے شام ہمدرد کے بعد پشاور سے روانہ ہوگیا۔ راہ میں روزہ افطار کیا اور آدھے راستے پر آکر اٹک پل پر رک گیا۔ راولپنڈی سے وہاں کی موٹر کار آگئی، اس میں سوار ہوکر رات دس بجے راولپنڈی آگیا۔ غسل کیا، نماز عشا ادا کی ۔ ناشتہ تیار تھا۔ اطمینان سے ناشتہ کرلیا اور پھر مطالعہ کرکے سوگیا۔ ساڑھے گیارہ بج ہی گئے تھے۔

## عصبی المزاجی

پشاور میں مریضوں کے بارے میں ہمیشہ کی طرح آج بھی پریشان

رہا۔ بکثرت خواتین وحضرات مسکنات استعمال کررہے ہیں اور منومات کے بغیر ان کو نیند نہیں آرہی ہے۔ اس صورت حال کا کوئی حل سمجھ میں نہیں آتا۔ اب نیا مسئلہ ہیروئن کے استعمال کا ہے۔ آج کئی مریضوں نے خود اقبال کیا کہ وہ ہیروئن کی گرفت میں آچکے ہیں۔ میں نے سوال کیا کہ " کیا آپ پہلے مسکن ومنوم گولیاں کھایا کرتے تھے؟" جواب تھا کہ " اب ان سے کام نہیں چلتا" میری تشویش بے جا نہیں ہے۔ میں اب یہ دیکھ رہاہوں اور سن رہاہوں کہ ہیروئن اب عام طورپر فروخت ہونے لگی ہے اور بکثرت لوگ تمام دنیا میں اس کے عادی ہوتے جارہے ہیں۔ پاکستان کی آزادی کے لیے خطرات میں ایک بڑا خطرہ یہ بھی ہے۔

## ۵ اگست ۱۹۸۶ء منگل

### راولپنڈی

صبح پانچ بجے مطب میں آگیا۔ رات ساڑھے تین بجے بکثرت پانی پی کر روزے کی نیت کرلی تھی ۔ مریضوں کی کثرت ہے۔ میں نے اپنی توجہات مجتمع ومرکوز کرلیں ۔ اس کے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں ۔ شام کو ۵ بجے تک (بارہ گھنٹے) مریضوں کی خدمت کرتا رہتا ۔ اللہ تعالیٰ سب کو شفائے عاجلہ اور صحت کاملہ عطافرمائیں ۔ آج کئی سفارتی نمائندے بھی مطب میں برائے علاج آئے ۔

### شیخ انوار الحق

دلی کے شیخ انوار الحق مطب میں آئے تھے۔ "ایڈیٹر قوم" ہیں ۔ افسوس کہ بینائی خراب ہوگئی ہے۔ میں ان کو ۱۹۴۰ء سے جانتا ہوں ۔ ایک خاص مزاج ہے۔ برادری میں اصلاحات کے خواہاں رہے ہیں ۔ اچھی خاصی تنقیدیں کرتے رہتے ہیں ۔ آج یاد دلارہے تھے کہ "۔ حکیم صاحب مجھے یاد ہے کہ سردیوں میں بھی آپ سفید وائل کا کرتا زیب تن کیے رہتے تھے، اور برف نوش جاں کرتے تھے۔ اب تک یہ سلسلہ جاری ہے ۔ گرم کپڑے شروع کرنے کا ارادہ کب تک ہے؟" میں نے کہا کہ جوانی ساری سادگی میں گزاردی، اب گرم بڑھیا کپڑے کیا پہنوں گا۔ بس اگر ضرورت ہوئی تو روئی کی اچکن بناکر پہن لوں گا۔ شاید ۱۹۹۰ء میں اس کی ضرورت پیش آجائے۔ شیخ صاحب نے فوراً سوال کیا" جناب ۱۹۹۰ء کیا ہے؟ کیا اس کا تعلق عام انتخابات سے ہے؟"۔ نہیں ۔ میں نے جواب دیا۔ اگر میں نے انتخاب لڑنے کا فیصلہ کیا تو میں اب ململ کی شیروانی پہنوں گا! شیخ صاحب گویا ہوئے " گویا انگرکھا"

### انگرکھا

انگرکھے پر بہت سی پرانی یادیں تازہ ہوگئیں ۔ لکھنئو سے لے کر دلی تک انگرکھوں کی ایک روایت ہے اور ایک ثقافت ہے اور پھر دلی کے حکیموں کا یہ لباس ہوا۔ حکیم محمد احمد خاں صاحب، حکیم ظفر احمد خاں اور حکیم بھورے میاں ۔ سبحان اللہ ان کے کسرتی جسم

اور اس پر انگرکھا۔

ہمارے ایک دوست تھے آزاد صاحب۔ دلی سے سہ روزہ "دستور" نکالتے تھے۔ جناب محمد اقبال حسین، جناب غازی عبدالجبار وغیرہ کے حلقے کے تھے۔ آخر الذکر دونوں جماعت اسلامی کے رہنما ہوئے۔ اس دور میں سینٹ اسٹیفن کالج کا ماحول تھا۔ تینوں ڈراموں میں حصہ لیتے تھے۔ خیر آزاد صاحب کو کیا سوجھی کہ ایک انجمن ثقافت کی داغ بیل ڈال دی، شرط شرکت یہ کہ سب اراکین انگرکھا پہنا کریں گے۔ اس دور میں انگرکھا میں نے بھی بنایا تھا۔ آج تک محفوظ ہے۔ یہ کوئی پچاس سال پہلے کی بات ہے۔ اب تو دن ہی بدل گئے۔ اب تو کرتا پاجامہ اور صدری قومی لباس ہوگیا۔ یہ نیم لباسی مجھے تو ذرا پسند نہیں ہے۔

## اتائیت حکما

میرے پاس مطب میں ایسے بدقسمت لوگ بھی آتے ہیں جن کے لیے نیم حکیم ایذارسائیوں کا سامان کرتے ہیں۔ ضعف کے اکثر و بیشتر مریض پٹی لگانے کا دردناک حادثہ بیان کرتے ہیں جس سے مریضوں کی نازک جلد ادھڑ جاتی ہے اور ان کی تکلیفوں میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ یہ بے حد سفاکی ہے۔ کاش یہ اتائی اس تکلیف دہ عمل سے پرہیز کریں۔ طب کے لیے جو سائنسی بنیادیں تیار کی جارہی ہیں یہ اتائیت اسے بے حد نقصان پہنچارہی ہے۔ ادھر ایک مسئلہ یہ پیدا ہوا ہے کہ یہ اطبا اپنے مریضوں کو کارٹی زون بھی استعمال کرادیتے ہیں اور ذرا غور نہیں کرتے کہ ان کا یہ عمل کس درجہ خطرناک ہے۔ خود ڈاکٹر حضرات بھی اس باب میں پرلے درجے کے غیر محتاط ہیں۔ ایک برطانوی ماہر گزشتہ دنوں جب پاکستان آئے تھے تو انھوں نے اپنے ایک لیکچر میں ارشاد فرمایا تھا "میں تو حیران ہوں کہ پاکستان میں یہ ہوکیا رہا ہے۔ کارٹی زون تو یہاں پاکستان میں اس طرح استعمال کرایا جارہا ہے کہ کوئی عام دوا ہو۔ یہ عمل بے حد خطرناک ہے"

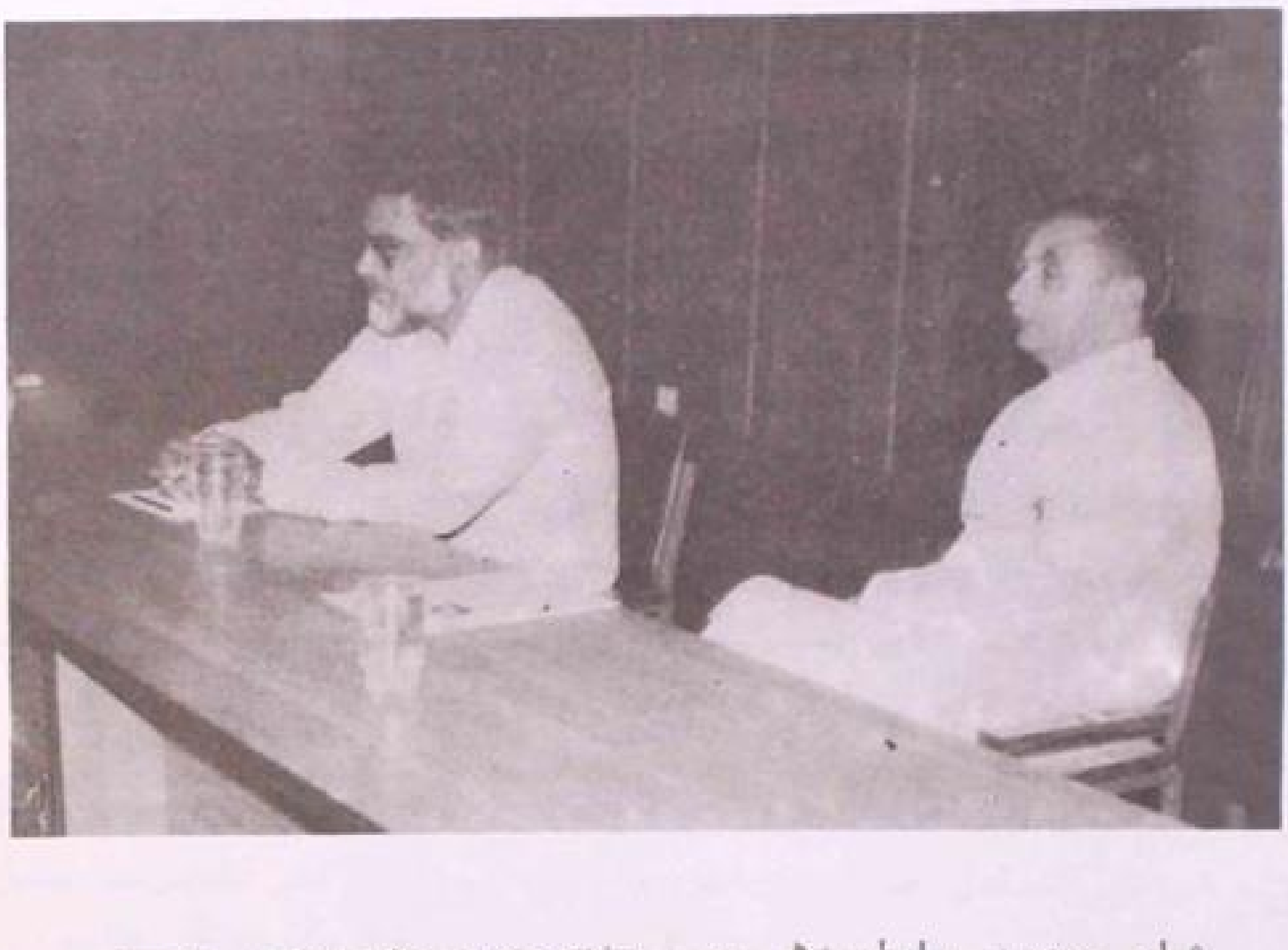
## ایک پروپگنڈا

ڈاکٹروں کی ایک موقر جماعت نے ہمدرد سے "محبت" کی بنا پر اب بار جھک مار کر یہ پروپگنڈا شروع کررکھا ہے کہ ہمدرد کی دواؤں میں

کارٹی زون ہوتے ہیں ۔ اس پروپگنڈے کا آغاز ایک عوامی ڈائریکٹر جنرل ہیلتھ نے کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے گناہوں کی سزا خوب دے دی ہے۔ ہمدرد کے خلاف ایسے بدگو ڈاکٹروں کو قدرت ہی سزا دے گی، کیونکہ قدرت جانتی ہے کہ ہمدرد جو خدمت خلق کر رہا ہے اس کی گرد کو بھی یہ " دوست " نہیں پہنچ سکتے ۔

## شام ہمدرد

موضوع تھا۔" جامعاتی تعلیم ۱۵ ویں صدی ہجرہ میں" محترمی جناب پروفیسر ڈاکٹر رضی الدین صدیقی صاحب مہمان مقرر تھے، ان کا



شام ہمدرد راولپنڈی میں پندرہویں صدی ہجری میں یونیورسٹی تعلیم کے موضوع پر حکیم محمد سعید بیٹھے ہیں ۔ بائیں جانب جناب پروفیسر رحیم بخش شاہین تشریف فرما ہیں ۔

مقالہ تحریر میں تھا۔ آج محترمی جناب ڈاکٹر ایس۔ ایم زماں نے بھی شرکت فرمائی ۔ ان سے زیادہ اس شام ہمدرد کی صدارت کے لیے کون

موزوں ہوسکتا تھا۔ میں نے کرسئ صدارت خالی کردی اور محترمی ڈاکٹر زماں نے میری درخواست پر وہ کرسی سنبھال لی ۔ مجھے بڑا ہی اطمینان ہوا۔ محترمی ڈاکٹر صدیقی کی تقریر کے بعد میں نے حاضرین کو موقع دیا کہ اظہار رائے کے لیے تشریف لائیں۔ اگر یہ اظہار خیال موضوع کی مطابقت میں ہوتا تو اچھا ہوتا۔ بارے ڈاکٹر زماں نے تمام کمی پوری کردی اور مجھے آج غور و فکر کے لیے اچھے نکات میسر آگئے ۔

## معائنہ مریض

آج ایک مریض کے لیے ان کے گھر جانا ہوا۔ اس میں خاصی تاخیر ہوگئی اور مجھے اسلام آباد جانے کا موقع نہیں مل سکا۔ خیال تھا کہ آج ایڈیٹر " حرمت " جناب زاہد ملک صاحب پر اکبر ہاؤس میں دھاوا بولوں گا۔ اب ان کو شکایت کا موقع مل گیا۔

آج کھانا عزیزمن عبدالستار صاحب کے ساتھ ان کے گھر کھایا ۔ ہمدرد مرکز پہونچے دس بجے شب آگیا۔ نماز عشاء ادا کی گیارہ بجے تک مطالعہ کرکے سوگیا۔

## ۶/ اگست ۱۹۸۶ء بدھ

### راولپنڈی ـ لاہور

روزے کی نیت کرلی ہے۔ الحمدللہ معمولات صبح گاہی نفلی سے فارغ ہوکر ساڑھے پانچ بجے آغاز مطب کردیا اور سلسلۂ مطب پوری توجہ اور کامل انہماک کے ساتھ چار بجے شام تک جاری رہا۔ بس پھر ہوائی میدان کی طرف بڑی تیزی سے سفر کیا اور بہ مشکل جہاز میں سوار ہوا۔ ہوائی میدان پر بھاگم بھاگ میں، فرزند شوکت تھانوی جناب عمر تھانوی سے ملاقات ہوئی ـ شاید ہی شوکت تھانوی کی کوئی کتاب ہو جو میں نے پڑھی نہ ہو۔ ان کے مضامین میں بڑے شوق سے پڑھتا رہاہوں ـ پھر جب وہ " جنگ " کالم لکھنے لگے تو ان سے گویا روز ہی ملاقات ہوجاتی ـ کثرت تحریر میں معیار قائم رکھنا شاید ممکن نہیں ہوتا۔ " جنگ " میں ان کے قلم سے دل آزار جملے بھی نکل جایا کرتے تھے جو حد ظرافت سے تجاوز کرجاتے تھے اور ان کے شایان شان نہیں ہوتے تھے۔ بہ ایں ہمہ ہم نے میدان ظرافت میں شوکت تھانوی جیسے پائے کے ادیب خال خال ہی پائے ہیں ـ آخری دنوں میں گڑھی شاہو لاہور کے گرم زاروں میں رہے۔ دل دکھ گیا۔ ائرکنڈیشنر کا اپنے انتظام ہو، وہ اللہ کو پیارے ہوئے ـ

اس جہاز پر شریک پرواز "دائرہ" (اسلام آباد) کے مدیر اعلا بھی تھے۔ ان سے تبادل خیال رہا۔ وہ ایک بین الاقوامی کانفرنس ملتان میں کرنے کا بندوبست کررہے ہیں، اگر میں مدینۃ الحکمۃ کے علاوہ آنے والی دو عالمی ہمدرد کانفرنسوں میں مصروف نہ ہوتا تو ان کے مشورے پر ملتان کانفرنس میں بہترین تعاون کرتا۔

### مطب لاہور

چھے بجے شام مطب ہمدرد لاہور پہنچ گیا۔ یعنی راولپنڈی کے مطب سے اٹھ کر لاہور کے مطب میں آبیٹھا۔ یہاں سلسلۂ مطب دس بجے شب تک

جاری رہا۔ درمیان میں آب لیمو سے روزہ افطار کرکے نماز مغرب ادا کی ۔ ستر سے زیادہ مریض تھے۔ میں نے اس پر اپنی کسی تکلیف کا اظہار نہیں کیا۔ مریضوں کے لیے دعائے صحت کرکے اور اللہ تعالٰی کا شکر ادا کرکے اوپر آگیا۔ غسل کرکے تھکن دور کی صبح ساڑھے پانچ بجے سے رات کے دس بجے تک مریضوں کی خدمت کے بعد تھکن کا دور کرنا ضروری تھا۔

نماز عشاء اطمینان سے ادا کی اور پھر ناشتہ کیا۔کئی نعمتیں میسر ہوئیں،عمدہ پنجاب کا دودھ،براؤن بریڈ،سینڈوچ،سوجی کے گول بسکٹ، آم،سیب اور کیا چاہیے۔ یہ نعمتیں پاکستان میں کتنے لوگوں کو میسر ہیں ! گو میری تمام دن اور رات کی محنتوں کا یہ صلہ ہے، مگر میں شرمسار ہوں،وہ کھاتا ہوں کہ جو میرے بہت سے ہم وطنوں کو میسر نہیں ! رات گیارہ بجے جانماز پنکھے کے نیچے سرکالی، تکیہ رکھ کر کمر زمین سے لگائی ۔ بڑا سکون ملا۔

# ۷/ اگست ۱۹۸۶ء جمعرات

## لاہور

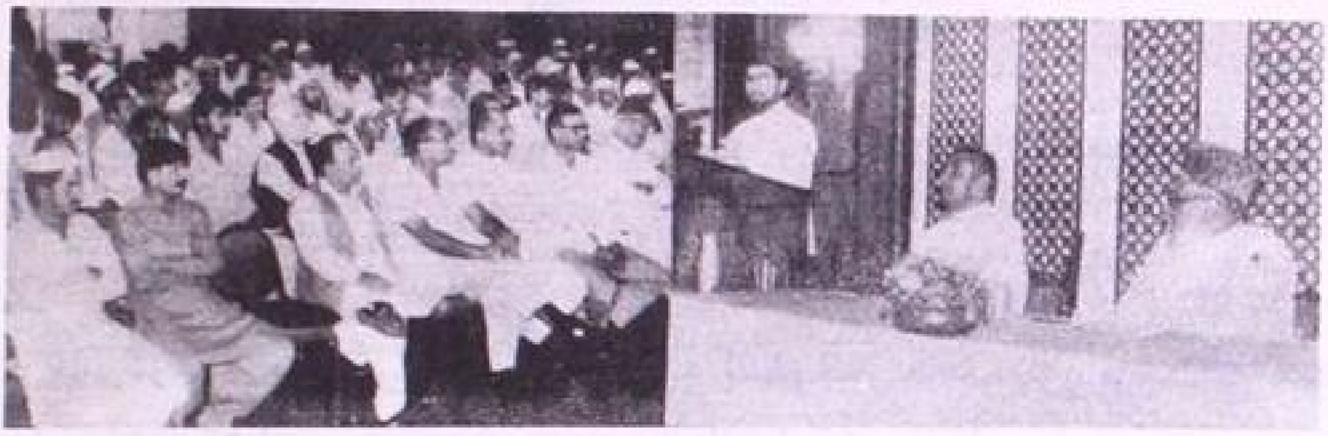
شب گزشتہ بڑی بےچین گزری - اصغرخاں صاحب بڑی محبت سے "سینڈوچ" لے آئے تھے کھاتے وقت محسوس ہورہاتھا کہ وہ اچھے نہیں ہیں، مگر مزاج ذرا گرم اور برہم تھا اس لیے ان کی خرابی پر زیادہ توجہ نہیں کرسکا۔ رات سوا بجے کے قریب گرانیٔ شکم کے ساتھ متلی محسوس ہوئی اور پھر سردی بھی محسوس ہوئی، پھریریاں آئیں - واضح طورپریہ غذائے زہریلی کے اثرات تھے۔ بمشکل تمام طبیعت پر قابو حاصل کیا۔ اچھا تھا کہ قے ہوجاتی، مگر ایسا نہ ہوا۔ اگر قے ہوجاتی تو معدہ خالی ہوجاتا، پھر روزہ کیسے رکھتا!

صبح ڈھائی بجے دور کسی مسجد سے اذان کی آواز آئی - نہ جانے یہ اذان کس وقت کی تھی - بظاہر یہ تہجد کی اذان تھی - میری والدہ مرحومہ کا ہمیشہ اصراررہا کہ جب اذان کی آواز کان میں پڑے تو اٹھ کر بیٹھ جانا چاہیے اور اس صدائے اللہ اکبر پر لبیک کہنا چاہیے - میں اٹھا، مگر پانی نہیں پیاگیا۔ طبیعت بڑی بےچین تھی۔ کل کی شدید تھکن کے بعد یہ بےچینی بڑی صبر آزما رہی - آج پھرصبح پانچ بجے سے شام پانچ بجے تک مریضوں کی خدمت کیسے کروں گا۔ الحمدللہ معمولات صبح گاہی نفلی میں فرق نہ آیا۔ پھر تیار ہوکر نمازفجر ادا کرکے مطب میں آگیا۔

لاہور میں گو آج شدید بادوباراں کا سلسلہ ہے مگر مرضا میں کوئی کمی نہیں آئی ہے۔ میں بدستور مصروف خدمت مرضا رہا۔ اورپھر تیار ہوکر نمازعصر ادا کرکے ہوٹل آگیا۔ مطب میں آج بہت سے مریض ایسے آئے کہ ناداری نے ان کے حوصلے پست کردیے تھے۔ میں نے ان کو بڑا سہارا دیا، اور ہر طرح ان کی مدد کی - اللہ تعالٰی کا شکر ادا کیا کہ اس نے مجھے خدمت خلق کے مواقع عطا فرمائے ہیں اور توفیق دی ہے کہ میں دوسروں کے درد کو اپنا درد سمجھ سکوں -

## شام ہمدرد

خیال تھا کہ آج سامعین کے آنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوگا۔



شام ہمدرد لاہور میں پندرھویں صدی ہجری یونیورسٹی تعلیم کے موضوع پر مہمان مقرر جناب محترم ڈاکٹر طاہر القادری تقریر کر رہے ہیں - درمیان میں حکیم محمد سعید اور دائیں صدر مجلس جناب محترم ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی بیٹھے ہیں -

لاہور کی گلیاں اور بازا پانی سے بھرے ہوئے ہیں - چلنا مشکل ہو رہا ہے۔ چند ہی لوگ آئے تھے۔ پھر مہمان مقرر بھی تشریف نہ لائے۔ میرے محترم دوست پروفیسر طاہر القادری بہت ہی پابندِ وقت ہیں - ضرور ان کے گھر کے آگے پانی کھڑا ہوگا۔ محترمی ڈاکٹر پروفیسر بشیر احمد صدیقی صاحب صدارت کے لیے تشریف لے آئے تھے۔ ساڑھے پونے چھ بجے پروفیسر طاہر القادری صاحب تشریف لے آئے۔ میں نے ان کے بغیر شام ہمدرد کا آغاز کردیا تھا۔ ارادہ تھا کہ خطبۂ صدارت پہلے کرادوں گا۔ اس وقت تک تمام نشستیں بھرچکی تھیں اور ایک سے ایک، اہل علم و تعلیم موجود۔ محترمی پروفیسر طاہر القادری صاحب نے بڑی اہم تقریر کی اور ۱۵ ویں صدی ہجری کے لیے تعلیم جامعات پر سیرحاصل بحث کی۔ اسی طرح جناب محترم ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب محترم کے صدارتی کلمات اہم رہے۔ مجھے بڑا ہی اطمینان ہوا ہے۔ آج کی تقریروں میں نہایت اہم نکات فکر میسر آئے، پروفیسر طاہر القادری کی تقریر غیر ملکی ماہرین سے خطاب کرنے کے لیے بنیاد بن سکتی ہے۔ ہاں ایک بے اطمینانی یہ تھی کہ سامعین کی تعداد اس قدر بڑھی کہ اندر بیٹھنے کو جگہ نہ رہی - جس کثرت سے بارش ہو رہی تھی اسی کثرت سے سامعین شام ہمدرد آگئے تھے! یہ بڑی نیک فال ہے اور اس شہر ثقافت کے علم و عمل اور تعلیم و تعلم سے گہرے شغف کی بیّن علامت -

## ہمدرد مرکز لاہور

الحمدللہ لاہور میں ایک زمین ایسی خریدلی گئی ہے (بائیس لاکھ روپے

کی) کہ اب یہاں راولپنڈی جیسا بڑا اور اہم ہمدرد مرکز تعمیر کیا جاسکے گا، جو عوام کے استعمال اور ان کی خدمت کے لیے وقف ہوگا۔ اس مرکز میں اب لاہور کی علمی سرگرمیاں ہوسکیں گی ۔

ہمدرد کی بہترین کوشش یہ ہے کہ اہم علمی اور ثقافتی شہروں میں ہمدرد مراکز قائم کردیے جائیں جن کو کمیونٹی سینٹر کی حیثیت حاصل ہو۔ پنجاب میں راولپنڈی کو اب بہر اعتبار اہمیت کا مقام حاصل ہے، اور وہاں اب تک کوئی معیاری تہذیبی اور ثقافتی مرکز نہ تھا ۔ ہمدرد نے ۱۹۸۵ء میں وہاں یہ ضرورت پوری کردی ہے۔ اب لاہور کی باری ہے۔ لاہور میں زمین بڑی مرکزی جگہ حاصل کرلی گئی ہے۔ اب میں اس مرکز کے لیے ماہرین سے مشورے کررہا ہوں ۔ خود بھی غور کررہا ہوں کہ لاہور جیسے ثقافتی شہر کی مناسبت سے اس مرکز میں کس قسم کی سہولتیں عوام کے لیے فراہم کرنی چاہییں ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۱۹۸۷ء میں اس کام کو پوری اہمیت کے ساتھ ہاتھ میں لیا جائے گا۔

آج میں نے خریداریٔ زمین کے کاغذات اطمینان سے دیکھے۔ رجسٹری وغیرہ میں جو ناروا اور ناقابل تصور مسائل پیدا ہوئے ان کی تفصیلات بڑی تکلیف دہ تھیں ۔ اب ایسے حوادث کی برداشت کی طاقت واقعی نہیں رہی ہے ۔

## شہ رگ پاکستان

لاہور سے امورکشمیر سے متعلق یہ ایک ماہانہ جریدہ شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ اس کے مدیر اعلا سے آج شرف ملاقات حاصل ہوا۔ جستہ جستہ رسالہ دیکھا۔

## اردو املا کے رموز اوقاف

مقتدرہ قومی زبان کی طرف سے یہ تازہ کتاب شائع ہوئی ہے ۔ میں سچ مچ حیران ہوتا ہوں کہ محترمی ومحبی جناب ڈاکٹر عبدالوحید قریشی کس قرینے کے انسان ہیں کہ مقتدرۂ قومی زبان کو انھوں نے ایسا فعال اور متحرک بنادیا ہے کہ قابل قدر و رشک اور لائق تحسین۔ جن حالات میں وہ کام کررہے ہیں اور بیوروکریسی کے بتیس (۳۲) دانتوں میں بند رہ کر بھی کام کیے جارہے ہیں، وہ معجزہ ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ ان کی زد سے محفوظ ہیں اور مامون ۔ میں تو کہتا ہوں کہ وزراء محترمی ڈاکٹر وحید قریشی کے سامنے زانوئے ادب تہ کریں اور ان سے

سیکھیں کہ بیوروکریسی کے جال میں وہ کیسے قومی کام کرسکتے ہیں! مگر کیا ہمارے وزراء اس قومی مزاج کے ہیں؟ یہ کتاب مکتبۂ جدید لاہور نے چھاپی ہے۔ جناب محترم چوہدری رشید صاحب نے بھجوائی ہے اور مشورہ دیا ہے کہ ہمدرد کی کتابیں اس انداز سے طبع ہوں تو اچھا ہے۔ واقعی بہت اچھی طباعت ہے۔ دل خوش ہوگیا۔

## ڈاکٹر صوفی صاحب

دانتوں کے مشہور معالج اور آرٹسٹ ڈاکٹر ایم۔ اے۔ صوفی صاحب سے وقت لیا تھا۔ شام ہمدرد کے بعد ان کے مطب، لارنس روڈ لاہور آگیا۔ بارش کا سلسلہ بند نہیں ہوا ہے۔ میں دوسرے تیسرے مہینے دانتوں کا معائنہ کرالیتا ہوں۔ ڈاکٹر صوفی صاحب نے توجہ فرماکر دانتوں کو ذرا صاف کردیا ہے۔ ویسے حالات اچھے ہیں، میری دو داڑھیں میری اپنی بے توجہی اور غفلت کی وجہ سے "شہید" ہوگئی ہیں۔ اگر میں وقت نکال کر ان کے ہلتے ہی ان کی بندش کرالیتا تو یہ قائم ہوجاتیں، خیر اب ان کی جگہ کوئی سات آٹھ سال ہوئے ڈاکٹر صوفی صاحب نے بکمال مہارت راوی پل بناکر مصنوعی داڑھیں لگادی تھیں۔ ان میں آج تک کوئی خرابی نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ ان مصنوعی داڑھوں سے زیادہ اچھا چبا سکتا ہوں۔ باقی تمام داڑھیں اور دانت حالت صحت میں ہیں۔ ڈاکٹر صوفی صاحب کو دانت دکھاکر اپنے مستقر پر آگیا۔ روزہ لیموں کے پانی اور نمک سے افطار کیا تھا۔ مگر اب تک بھوک کا نام نشان تک نہیں ہے۔ کچھ کھانے کو دل نہیں چاہتا۔ نمازِ عشاء ادا کرکے وہیں جانماز پر لیٹ گیا۔

# ۸ اگست ۱۹۸۶ء جمعہ

## لاہور۔ کراچی

آخر سمیت غذا ( فوڈ پوائزننگ ) ہو ہی گئی ۔ شب گزشتہ بڑی جھرجھریاں آئیں اور پھر اچھی خاصی حرارت ہوگئی ۔ پنکھا بند کرکے کپڑا اوڑھنا پڑا۔ بس شب بیداری کا انداز رہا۔ عالم بےچینی میں تھا کہ ٹھیک دوبجے اذان کی آواز آئی ۔ کل ٹھیک ڈھائی بجے اذان ہوئی تھی ۔ آج کسی دوسری مسجد میں موذن کو دوبجے ہی اللہ یاد آگیا۔ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ ان حضرات کو ہو کیا گیا ہے۔اور کچھ نہیں تو اذانوں کے مقابلے ہورہے ہیں ۔ ایک اور نیا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ اذان تو لاؤڈ اسپیکروں پر ہورہی ہے اب پوری نماز بھی لاؤڈ اسپیکر پر سنائی جانے لگی ہے۔ شاید اس صورت کا آغاز کراچی سے ہوا ہے، اب لاہور میں بھی یہ سلسلہ شروع ہورہاہے۔ حکم رسولؐ تو یہ ہےکہ اذان کی آواز کان میں آئے تو نماز باجماعت کے لیے مسجد میں جاؤ۔ ہم لاؤڈ اسپیکروں پر اذانیں سن رہے ہیں ۔ کتنے لوگ نماز باجماعت کے لیے مسجدوں میں جارہے ہیں؟ گناہ گاریاں بڑھتی جارہی ہیں ۔

### مساجد

میرا دل تو اس سے دکھتاہے کہ ہماری مساجد اب عبادت گاہیں تو ہیں مگر نامرغوب بلکہ غیرشرعی سیاست کا مرکز بھی بن رہی ہیں۔ کیا یہ دردناک نہیں کہ ہماری مساجد عقائد میں بٹ گئی ہیں ۔ نمازیوں پر پابندیاں لگائی جارہی ہیں ۔ ایک اور قابل غور چیز یہ ہے کہ نماز ہوئی اور پھر مسجدوں میں تالے چڑھ جاتے ہیں ۔ غضب اللہ کا اب مسجدوں میں تعلیم القرآن کے لیے انتظامات بھی ختم ہورہے ہیں، حالاں کہ ان مساجد کو مرکزعلم و حکمت ہونا چاہیے اور پھر ان کو اہل محلہ کے لیے مقام اجتماع خیرہونا چاہیے اور مراکز تبادل خیال۔ آخر مسجد نبوی میں بھی تو خیر کے کام ہواکرتے تھے۔ سفرا بھی آیا کرتے تھے اور وفود بھی ،وہ مسجد نبوی میں قیام بھی کرتے تھے۔ آخر اب

مساجد میں ایسے کام کیوں نہیں ہوسکتے؟ مساجد کو نماز کےلیے محدود کردینا آخر کیسے صحیح ہوسکتاہے؟ ضرورت ہے کہ حضرات طلحائے عظام اور علمائے کرام مساجد کو مراکز خیر بنانے کا فیصلہ فرمائیں اور بہ حسن سلوک نوجوانان وطن کو دعوت الی الخیر دینے کی راہیں استوار فرمائیں - محترم آئمہ مساجد تعمیر وطن کا اساسی کام کرسکتے ہیں- ان کو اس کے لیے خصوصی تربیت کا کام کرنا چاہیے-

## مطب ہمدرد

صبح ۵ بجے مطب میں آکر بیٹھ گیا- اپنی ناسازی طبع کو یکسر نظر انداز کرکے بلکہ فراموش کرکے مریضوں کی خدمت میں مصروف ہوگیا- مطب میں بکثرت خواتین ہیں - درمیان میں آدھ گھنٹے کے لیے نماز جمعہ کے لیے اٹھا اور پھر آکر مطب میں بیٹھ گیا- پونے چار بجے سہ پہر مطب ختم ہوا- اللہ تعالٰی کا شکر ادا کیا کہ آج زیادہ سے زیادہ خدمت مرضا کا موقع نصیب ہوا- دوران مطب محترمی ومکرمی جناب جسٹس شمیم حسین قادری صاحب کا ٹیلے فون آیا تھا- میں نے ان سے شکایت کی کہ حسب معمول پہلی جمعرات کو کل انہوں نے یاد نہیں فرمایا- میں خالی تھا اور دل چاہتاتھا کہ ان کی خدمت میں ذرا سا وقت گزاردوں -

## ہوائی جہاز میں

ہوائی میدان پہنچا،جہاز بس تیار ہی تھا،سوار ہوگیا- پی آئی اے کے گراؤنڈ عملے اور جہاز پر کارکنان کا ممنون ہوں - مجھ سے بڑی محبت کرتے ہیں - جہاز میں، میں نے لاکھ کوشش کی کہ کچھ کام کرلوں مگر طبیعت ادھر نہ آئی - سوچا کہ سوجاؤں مگر نیند بھی نہ آئی - بڑا بےچین سفر گزرا- روزے میں نقاہت بھی ہے- کراچی میں اترا تو باہر محترمی عارف دہلوی اور حسین احمد دہلوی کو موجود پایا- بھائی آپ نے کیوں زحمت فرمائی - میں نے ان سے درخواست کی کہ وہ اس قسم کی زحمت بالکل نہ فرمایا کریں - مجھے اس سے شرم آتی ہے- معلوم ہوا کہ سڑک بند ہے- حضرت محترم صدر پاکستان کی سواری آرہی ہے اور وہ حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہورہے ہیں - آدھ گھنٹہ تمام مسافر ہوائی میدان پر بےچین کھڑے رہے- نقاہت کے عالم میں میں بھی کھڑا رہا- صدرپاکستان کا احترام ہمارا فرض ہے-

ان کی حفاظت ہماری ذمے داری ہے۔ روزہ راستے میں کھلا۔ اللہ بھلا کرے اصغر صاحب کا کہ وہ چلتے وقت جیب میں شافی ڈال دیتے ہیں۔ روزہ راستے میں اسی سے کھلا۔ گھر آیا، نماز مغرب ادا کی۔ ناشتہ تیار تھا کر لیا۔

## فرینڈز سرکل

انجمن حکیمان دہلی کے زیر اہتمام نوجوانوں کی ایک تنظیم "فرینڈز سرکل" قائم ہے اس کا آج سالانہ جلسۂ تقسیم انعامات تھا۔ کراچی میں خوب بارش ہو رہی ہے۔ خیال تھا کہ یہ جلسہ ملتوی ہو گیا ہوگا۔ مگر معلوم ہوا کہ ملتوی نہیں ہوا ہے۔ محترمی ڈاکٹر بقائی صاحب نے اطلاع دی کہ جوان امروز میرے منتظر ہیں۔ میں نے وعدہ کیا تھا۔ اس وعدے کو ایفا ہونا چاہیے۔ میں ساڑھے آٹھ بجے گھر سے دور فیڈرل بی ایریا میں تلاش کرتا "دہلی ہال" پہنچ گیا۔ بڑا جوش و خروش تھا۔ بارش اور جل تھل کے باوجود کم از کم پانچ سو جوان سال بچے بچیاں جمع تھے۔ تقریب کا آغاز بعد نماز عشاء ہوا۔ میں جہاں دوست ہوں اور جواں دوست بھی۔ مجھے وطن عزیز کا ہر جواں پیارا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ جوانان پاکستان میں جذبۂ تعمیر وطن ہے۔ میں واقف ہوں کہ وہ اپنی پوری صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر پاکستان کی اور اہل پاکستان کی رفعتوں کے لیے جاں نثار کرنا چاہتا ہے۔ میں آگاہ ہوں کہ وہ ذرہ خاک وطن کی محبت سے سرشار ہے۔ اس کی فکر و عقل صیقل ہے۔ اسے محبت کی ضرورت ہے۔ اسے حاجت ہے کہ تعمیر پاکستان میں اس



فرینڈ سرکل کے سالانہ جلسہ تقسیم انعامات کے موقع پر حکیم محمد سعید خطاب کر رہے ہیں۔

کا مقام متعین کیا جائے۔ اس کی آرزو ہے اور تمنا کہ اسے اس کیا صحیح مقام دیا جائے۔ میں کشمکش کرتا ہوں اور سعیٔ کامل کہ پاکستان میں جوانِ امروز کے لیے راہوں کی سمت صحیح دے دی جائے۔ اس کے لیے بڑے غور وفکر کی ضرورت ہے۔ بڑی احتیاط سے منصوبہ بندی کی حاجت ہے۔ بڑی محبت سے صحیح اقدامات کرنا لازمی ہے۔ آج تھکن اور نقاہت کے باوجود یہی محبت مجھے " فرینڈز سرکل " میں لے آئی ہے۔

رات بارہ بج گئے۔ گھر آیا تو ساڑھے بارہ بج چکے تھے۔ نماز عشاء ادا کرکے ایک بجے میں نے کمر سیدھی کی ۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

## ۹/ اگست ۱۹۸۶ء ہفتہ

### کراچی

کراچی میں سلسلۂ باراں ہے۔ پونے چار بجے اٹھ کر میں نے ٹھنڈا پانی اتنا کافی پی لیا کہ دن پورا نکل جائے۔ روزے کی نیت کرلی۔ پانچ بج کر چالیس منٹ پر مسجد میں باجماعت نماز فجر ادا کرکے میں مطب ہمدرد پہنچ گیا۔ مریض موجود تھے۔ میں تو اپنے ساتھ گزشتہ ہفتے میں آئے ہوئے خطوں کے فائل لایا تھا کہ اگر مریض بارش کی وجہ سے نہ ہوئے تو پھر یہ ڈاک دیکھ لوں گا۔ سیکڑوں خط ہیں کہ جو گزشتہ ایک ہفتے میں جمع ہوگئے ہیں۔ مگر ساڑھے بارہ بجے تک مریضوں کا سلسلہ جاری رہا۔ اس خیال سے کہ اب بارش میں دور دراز سے خواتین کیسے آئیں گی میں گھر آگیا۔ میں نے ہمیشہ یہ دیکھا ہے کہ جس دن بھی ایسا ہوتا ہے کہ مجھے کام نہیں آرام کرنا چاہیے مریض کم ہوجاتے ہیں۔ میں آج واقعی خستہ حال ہوں۔ گزشتہ ایک ہفتے کی تگ ودو نے نڈھال کردیا ہے۔ آج آرام کا وقت مل گیا۔ گھر آکر نماز ظہر ادا کرکے لیٹ گیا۔ ڈیڑھ گھنٹہ نیند آئی اور طبیعت بحال ہوگئی۔ الحمدللہ۔

دوران مطب اطلاع ملی کہ میرے معاون جناب محترم حکیم تنویر عالم کی جواں سال اہلیہ کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ میری کوتاہی ہے کہ میں مطب سے اٹھ کر فوراً ان کے پاس تعزیت کے لیے نہیں جاسکا۔ اس کے لیے شرمندہ ہوں۔

### ڈاک

گزشتہ ایک ہفتے میں بکثرت ڈاک جمع ہوگئی ہے۔ ٹیوبنگن سے محترم ڈاکٹر عطاء الرحمان صاحب نے تار سے اطلاع دی ہے کہ انھوں نے ٹیوبنگن (جرمنی) میں میرے ایک شب قیام کا وہاں انتظام کردیا ہے۔ فرینکفرٹ سے ڈاکٹر ڈیوڈ کنگ نے اطلاع دی ہے کہ تبادل خیال کے لیے سب انتظامات مکمل ہیں۔ جدہ سے ٹیلیکس ہیں کہ تبادل خیال کے لیے محترمی میر یاسین علی صاحب اور محترمی علی محمدی صاحب ۱۲/ اگست کو کراچی آرہے ہیں تاکہ ۱۳/ اگست کو "الفرقان" کے نقشے وغیرہ تیار

ہوجائیں ۔

ٹوکیو ( جاپان ) سے میٹنگ کا پروگرام آگیاہے۔ اب دیکھیے کہ میں کیسے جاتاہوں ۔ غور کرنا ہوگا۔ میں نے فائل دیکھنے شروع کردیے ۔ غرض رات دس بجے تک ڈاک دیکھتا رہا۔ کام ختم ہوگیا ہے، بس چند اہم خطوط رہ گئے ہیں ۔ ان پر زیادہ اطمینان سے غور کرنا ہوگا ۔

## صدرپاکستان سے درخواست

میں نے عالی مرتبت صدرگرامی قدر کی خدمت میں ایک برقیہ بھجوایا ہے کہ وہ حرمین شریفین میں مدینۃ الحکمت کے لیے دعائیں فرمائیں ۔ ان کے لیے حرمین شریفین میں خصوصی انتظامات ہوتےہیں اور جہاں ان کو سعادت داخلہ حاصل ہوتی ہے دعا وہاں جو کی جائے مقبول ہوتی ہے ۔

# ۱۰/ اگست ۱۹۸۶ء اتوار

حسب معمول نمازِ فجر باجماعت ادا کرکے مطب ہمدرد پہنچ گیا ۔ گو بارش کا سلسلہ جاری ہے مگر شام کے پانچ بجے تک مریضوں کی خدمت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اطمینان سے مطب سے اٹھ گیا ۔

## جناب محترم حافظ عتیق الرحمان

میرے رفیق کار، ہمدرد کے ڈائریکٹر فائنانس جناب حافظ عتیق الرحمٰن ان دنوں علیل ہیں اور امراض قلب کے ہسپتال میں داخل ہیں ۔ میں ان سے ملنے گیا ۔ عیادت تو خیر مقصود تھی، اس سے زیادہ یہ کہ ان کا دل بڑھانا تھا! اپنی مثال دہرانی تھی ۔ امراض قلب کے ہسپتال میں ایک میلا تھا کہ لگا ہوا تھا ۔ اللہ جھوٹ نہ بلائے تو سینکڑوں عیادت گزار تھے ۔ ان میں ایک میں بھی تھا ۔ ہسپتالوں میں یہ میلے ٹھیلے اچھی بات نہیں ہے ۔ اس قسم کی عیادت سے مریض کو تکلیف ہوتی ہے اور اکثر اوقات اضافۂ مرض بھی ہوجاتا ہے ۔ مناسب یہ ہے کہ ہسپتال میں رکھے ہوئے رجسٹر میں نام لکھ دیا جائے ۔ زیادہ سے زیادہ توفیق ہو تو چند پھول ہدیۃً کمرے میں بھجوا دیے جائیں ۔ یا ایک دعائے صحت عاجلہ اور شفائے کاملہ کا "دعائیہ کارڈ" بھجوا دیا جائے یہ بہت کافی ہے ۔ مریض کے پاس جانا اور گھنٹوں اس کے پاس بیٹھے رہنا اور طرح طرح کی باتیں کرنا بالکل غیر صحیح ہے

میں نے اپنے حافظ صاحب سے کہا، " دواؤں کی شفابخشی کو بہ مشکل ۲۵ فیصد سمجھنا چاہیے ۔ قلب کے مریض کو ۷۵ فیصد بلکہ اس سے بھی زیادہ اپنی قوت ارادی سے کام لینا چاہیے اور زندہ اور باصحت رہنے کا فیصلہ کرنا چاہیے ۔ اگر اس نکتے کو آپ سمجھ لیں تو بیڑا پار ہے" ۔ میں پانچ منٹ بیٹھ کر آگیا ۔

## میری مثال

۱۹۵۶ء کی بات ہے مجھ پر شدید حملۂ قلب ہوا ۔ بہت شدید ۔ جناب

محترم کرنل شاہ ،جناب میجرحسن، محترمی ڈاکٹر یحیٰی عباس بورا ،محترم مولانا حکیم نصیر الدین صاحب وغیرہ جمع ہوگئے۔ بڑے تفصیلی معائنے ہوئے۔ بڑی دوائیں تجویز ہوئیں اور سب سے بڑی سزا یہ ہوئی کہ مجھے ذرا بھی بستر سے ہلنا نہیں چاہیے حتٰی کہ نرس دانت بھی مانجھے گی اور نرس دکھ دی گئی وغیرہ۔ خیال یہ تھا اور تشخیص کا رخ یہ تھا کہ قلب کے عضلات متاثر ہیں اور قلب پر " زخم" ہے اور صورت حال تشویش ناک ہے۔ مجھے اپنے ان تمام دوستوں کا احترام اور ان کی رائے سے اتفاق تھا۔ میں خود تشویش میں تھا اور اپنا حال خود بھی خوب جانتا تھا۔ مگر مجھے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ

* کیا مجھے حسب ہدایت معالجین تین ماہ مستقلاً صاحب فراش رہنا ہے ؟
* کیا مجھے یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ پروا نہیں جو بھی گزر جائے کشتی دریا میں ڈال دوں ؟

اس فیصلے میں زیادہ دیر نہیں لگی - میں نے اپنے معمولات میں کوئی تبدیلی نہیں کی - غسل وغیرہ شروع کردیا۔ دوا تو خیر میں کھاتا ہی نہیں، نہ اپنی اور نہ " غیر" کی! ایک گلاب پیس کر پینا شروع کردیا اور عرق گلاب ،عرق پودینہ ،عرق الائچی ملاکر دن میں کئی بار پیتا رہا ۔ دکھانے کے لیے لیٹا بھی رہا۔ مگر میں زیادہ لیٹ ہی نہیں سکتا ، سخت درد کمر ہوجاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں لیٹنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا ہوں، تنازع للبقا میرا مقام ہے -۔ بے چاری نرس تو بے کاری سے گھبرا کر فوری بھاگ گئی - میں نے نویں دن ایک فیصلہ کیا : تیزگام میں سوار ہوکر راولپنڈی پہنچ گیا۔ سیدھا اپنے دوست صفدر صاحب (ایڈیٹر تعمیر) کے ہاں گیا۔ رات ان کے ہاں قیام کیا۔ دوسرے دن ان سے کہا کہ مجھے ایبٹ آباد لے چلو۔ ایبٹ آباد کا خیال اس لیے آیا کہ حکیم اجمل خان رحؒ نے بحالی صحت کے لیے ایبٹ آباد پسند فرمایا تھا۔ مگر مجھے یہ جگہ پسند نہیں آئی - نتھیا گلی (۱۲ ہزار فیٹ بلند) جانے کا فیصلہ کیا۔ وہاں ہوٹل پائن میں معلوم ہوا جگہ نہیں ہے۔ میں اپنے دوست جلال بابا محترم کے پاس گیا اور ان سے ٹیلے فون کرایا۔ جگہ مل گئی - صفدر صاحب نے وہاں پہنچادیا۔ بس، میں نے صفدر صاحب کو خوب سمجھادیا کہ میرے اس مستقر کو راز رکھیں، کسی کو ہرگز نہ بتائیں کہ میں کہاں ہوں -

نتھیا گلی میں ہوٹل والوں نے چھانٹ کر سب سے خراب جگہ دی تھی۔ ان کو کیا معلوم کہ وہی جگہ میرے لیے اچھی ہے۔ ٹھنڈا فرش -ٹوٹا

ہوا تخت نما پلنگ - ایک بوسیدہ میز کرسی - تین دن میں واقعی خوب سویا- خوب سویا- اپنی مرضی کا مالک تھا ،کوئی حال دل پوچھنے والا نہ تھا- رازسفر یہی ہے کہ کوئی نہ پوچھے کہ بتاؤ حال کیاہے- بس میں تھا اور میرا دل اور اللہ سے لو- چوتھے دن میں نے صبح ایک میل آہستہ چلنے کی ورزش کی - پانچویں دن رفتار تیز کردی - چھٹے دن میں پائن ٹینس کلب پہنچ گیا- وہاں وزیرخارجہ پاکستان جناب محترم منظورقادر صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا- وہ ٹینس کھیل رہے تھے- میں نے ان سے درخواست کی کہ ذرا مجھے ٹینس کھیلنا سکھا دیں - انھوں نے رموز ٹینس بتائے- میں نے ان ہی کے ریکٹ سے چند ہاتھ دکھائے -

رازفاش ہوگیا- میری اہلیہ کو میری کوئی خیرخبر نہ ملی تو وہ خوب پریشان ہوئیں - ان کو معلوم تھا کہ میرے عزیز ترین دوست مسرت حسین زبیری صاحب ہیں - وہ پشاور میں کمشنرلگے تھے- میری اہلیہ نے ان کو فون کیا کہ کیا آپ کے بھائی آپ کے ساتھ ہیں - زبیری صاحب کومیرا حال دل میری اہلیہ سے معلوم ہوا- ظاہر ہے کہ وہ بھی بڑے پریشان ہوئے- میری تلاش شروع ہوئی اورسالانر سی آئی ڈی نے مجھے نتھیاگلی میں دریافت کرلیا اور پھر زبیری صاحب کا ٹیلی فون آگیا- ہوٹل والے بھاگے بھاگے آئے کہ عالی جناب کمشنر صاحب کا ٹیلی فون ہے- یہ وہ دن تھا کہ مجھے ہوٹل پائن کا وہ یتیم کمرہ خالی کرناتھا- مگر جناب اب تو معاملہ ہی دوسراتھا- کمشنر صاحب کا معاملہ تھا- اب کمرہ خالی تو کیا کرایا جاتا معلوم کرنے خود منیجر صاحب تشریف لائے کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے-"ارے آپ کے پاس تو آرام کرسی بھی نہیں ہے،میں ابھی بھجواتاہوں"- آرام کرسی کے ساتھ ایک قالین بھی آگیا جو میں نے واپس کردیا- تین دن بعدجناب محترم زبیری صاحب نتھیاگلی آگئے- اب تک میں اپنے دل پرقابو پارہا تھا- میں نے زندہ رہنے کا فیصلہ کیاتھا- خدمت خلق کے بغیر مرجانا کوئی بات نہ ہوئی - میں نے صبح چلنا چارمیل کردیاتھا-آٹھ دن بعد میں جناب زبیری صاحب کے ساتھ پشاورآگیا- ۱۵ دن وہاں رہا اورپھر کراچی آگیا- دوسرے دن ۱۲ ربیع الاول تھی - میں نے کوسموپولیٹن ٹینس کلب میں داخلہ لے لیا- اب تیس سال ہوگئے ہیں ٹینس جاری ہے-

## احساس فرض

آج صبح وزیرستان سے ایک جوان سال مریض مطب میں آئے- خاصے

پریشان لاعلاجی کا سرٹی فیکٹ ان کے پاس تھا۔ مجھے ایسے شدید مریضوں سے شدید دل چسپی ہوجاتی ہے۔ جوانامروز کو سب سے زیادہ پریشانی یہ تھی کہ "میرے والدین نے میری تعلیم پر بےاندازہ سرمایہ لگایا ہے۔ اب وہ بوڑھے ہوگئے ہیں ۔ مجھے ان کی خدمت کرنی چاہیے مگر میں گرفتار مرض ہوگیاہوں ۔ والدین کی خدمت کا فرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے میں سخت پریشان ہوں"۔ میں نے اپنے وزیرستانی دوست سے خوب باتیں کیں ۔ میں ان کی قوت ارادی کو جواں کرکے ہی ان کا علاج کرسکتاہوں ۔

## جوانامروز

روزہ افطار کرکے نماز مغرب اداکی اور میں نے تازہ ڈاک دیکھی۔ خطوط بہت زیادہ ہیں ۔ میں نے رات تک کام ختم کرنے کا ارادہ ہی کیاتھا کہ جناب عارف دہلوی اور حسین احمد دہلوی تشریف لے آئے ۔ ان کو جمعے کو میرا " حال زار" دیکھ کر تشویش تھی ۔ میں نے کام چھوڑکر ان دونوں کو بلالیا اور پھر ان سے ایک گھنٹہ تبادل خیال کیا۔ حکیمان دہلی کے جوانوں کے جلسے میں میں نے اپنی تقریر میں یہ خیال ظاہر کیاتھا کہ اس تنظیم کو وسعت دینی چاہیے اور خدمت کا میدان وسیع کرنا چاہیے۔ ان دونوں دوستوں سے تبادل خیال کرکے اطمینان ہوا ہے ۔

## تکمیل کار

میں آج کا کام کبھی کل پر نہیں چھوڑتاہوں، میں نے پوری زندگی آج کا کام آج کیاہے۔ کھانا کھاکر میں ۹ $\frac{1}{2}$ بجے کام پر بیٹھ گیا۔ رات ۱۱ $\frac{1}{2}$ بجے تک سب کام ختم کرلیا ۔ نمازعشا ادا کرکے گھٹنے کو سینکا، ہمدرد بام ملی اور پھر پٹی باندھی، اورکمرسیدھی کرنے کو لیٹ گیا۔ سوگیا !

# ۱۱/ اگست ۱۹۸۶ء، پیر

اندرون سندھ سے جو اطلاعات آرہی ہیں اور پاکستان کے دوسرے شہروں میں جو ہو رہا ہے میرا اس سے دل دکھ رہا ہے۔ قائداعظم کی تصویریں پھاڑ کر سڑکوں پر پھینکنا اور اب پاکستان کا پرچم جلایا جانا کون سا قابل تعریف کام ہے؟ پاکستان توڑ دو خالصاً روسی نعرہ ہے جو اس کا غماض ہے کہ ملت پاکستانیہ نے اپنا ضمیر فروخت کردیا ہے اور اپنی خودی کا سودا کرلیا ہے۔ قانون اب اپنا وقار کھوچکا ہے۔ شر کی زبردست طاقتیں برسرعمل ہیں اور ان کے اثرات وثمرات (دولت) جیلوں کی دیواریں ڈھاکر ڈاکہ زنوں کی تعداد میں اضافات کررہے ہیں ۔ ڈاک خانے اور بنک نذر آتش ہو رہے ہیں ۔ یہاں لوگ اپنی عزت وناموس فروخت کررہے ہیں اور اپنا تشخص وامتیاز لٹارہے ہیں، اور انتہا یہ کہ اپنی آزادی کو کہ جو لاکھوں قربانیاں دے کر دو صدیوں میں حاصل کی گئی تھی منٹوں میں اسے غلامی میں بدل دینا چاہتے ہیں ۔ میں آج نماز فجر سے قبل جانماز پر بیٹھا صورت حال پر غور کرتا رہا۔ جب ذہن میں یہ حادثہ ابھرتا ہے کہ اس قسم کے حالات پیدا کرنے میں وہ پیش پیش ہیں کہ جو استواریٔ حالات کے ذمہ دار اور مدعی ہیں تو مجھے راہ نجات مسدود نظر آتی ہے۔ ایک آزاد معاشرہ اپنی آزادی کی قدروقیمت سے اس درجہ لاپروا ہوجائے جیسا کہ معاشرۂ پاکستان ہے تو میری عقل میں نہیں آتا کہ اس معاشرے اور اس سوسائٹی کا کیا نام رکھا جائے۔ میں شدید خطرات دیکھ رہا ہوں، اور (بہ شدت) یہ محسوس کررہا ہوں کہ خیر کی تمام طاقتیں شر سے مغلوب ہوچکی ہیں اور کمال اندوہ یہ ہے کہ جن کو ہم خیر کی طاقتیں سمجھ رہے ہیں وہ خود آمادۂ شر ہیں ۔ اس صورت حال نے مجھے چکرادیا ہے اور میرے ذہن میں سوال یہ پیدا ہوا کہ "جہاں دوست" اس صورت حال کا تنہا مقابلہ کرسکتی ہے ؟

حضرت محترم مولانا ابوالکلام آزاد کے علم وفضل کا میں گرویدہ جب ان سے رخصت لینے گیا کہ پاکستان جارہا ہوں تو انہوں نے پاکستان کے لیے کلمات خیرودعا ارشاد فرمائے۔ مگر ان کی یہ رائے تھی کہ اگر صراط مستقیم اختیار نہ کی گئی تو ۲۴۔۲۵ سال میں پاکستان میں حالات

دگرگوں ہوں گے اور مسائل شدیدتر ہوں گے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ ٹھیک اسی مدت میں خود ہم نے پاکستان کو دولخت کردیاہے اور اب ہم خودہی اس " نئے پاکستان" کو لخت لخت کردینے پر مصرہیں اور تیار۔ حضرت محترم مولانا آزاد نے جس صراط مستقیم کی طرف اشارہ کیا وہ بدیہی طورپر تعلیم میں انقلاب ہے، جس سے ہم نے آزادی کے بعد سے آج تک صریحاً اغماض برتاہے۔ ہمارا اصرار ہے کہ پاکستان ایک نظریاتی ریاست اسلامی ہے۔ یہ اصرار بجاہے اور اسی اصرار کا یہ صریحی تقاضا تھا اور ہے کہ ہمیں اپنے نظام تعلیم کو اپنے نظریۂ حیات ملی سے ہم آہنگ کرنا چاہیئے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہم نے ایسا ہرگز نہیں کیاہے۔ ہم نے چالیس سال تک نہ نظام تعلیم میں کوئی تبدیلی کی اور نہ ہم نے اپنے نصاب تعلیم کو صراط مستقیم دی ۔ جو قوم اپنی تاریخ سے اپنے ہر فرزند وطن کو ناآشنا رکھنے پر عمل پیرا ہو ،ظاہرہے کہ وہ اپنا نصاب تعلیم بھی سازہ نہیں کرسکتی ۔ ہیئت اقتدار پاکستان کے لیے صراط مستقیم یہی ہوسکتی تھی کہ وہ اپنی نسل نو کو نظریۂ حیات ملی سے ہمہ درجہ سرشار کرنے اور رکھنے کا مقدس فریضہ انجام دیتی ۔ ایسا نہیں ہوا، اور ہرگز نہیں ہوا۔ پاکستان کا دولخت ہونا اسی غفلت و اغماض کا بدیہی نتیجہ ہے جس نے سیاست کو بھی من مانی کرنے کا موقع فراہم کردیا۔ مشرقی پاکستان میں پورا کا پورا نظام تعلیم ہندو کے ہاتھ میں رہا اور جاتا رہا۔ ہم نے دور ایوبی میں مشرقی پاکستان کے ہزاروں دینی مدارس کی امداد بند کردینے کا شدید گناہ کرکے میدان تعلیم میں ہندو کے عزائم کو تقویت دی ۔ مشرقی پاکستان کی نصابی کتب ہندستان میں تصنیف ہوئیں اور پڑھائی گئیں ۔ راولپنڈی کی ہیئت اقتدار تماشائی بنی رہی ۔ مشرقی پاکستان میں ۲۰۔ ۲۵ سال میں تعلیمی انقلاب برپا ہوگیا اور اس انقلاب نے پاکستان کو دولخت کردیا ۔ اب اس حادثۂ جانکاہ کے بعد " نئے پاکستان " میں ایسے ہی ایک اور انقلاب کا نقشہ دیکھ رہے ہیں ۔

پاکستان کا نظام تعلیم پوری شدت کے ساتھ طاغوت کے ہاتھ میں رہاہے اور آج بھی ہے۔ طاغوت کی یہ طاقت پاکستان کو اس وقت تک بے بس رکھے گی جب تک یہاں ہیئت اقتدار دیانت دار نہ ہوگی ۔ پاکستان میں بیوروکریسی کی تعریف پاکستان کا وزیر منصوبہ بندی علی الاعلان کر رہاہے، اس اعلان سے اس کی دیانت کی قلعی کھل چکی ہے اور اس بیان کے بعد کسی قسم کے ردعمل کے نہ ہونے نے اس کی نشاندہی بھی کردی ہے کہ ہمارا عالم بالا صداقت ودیانت کی حدود میں نہیں ہے۔ من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو، کا معاملہ ہے اور اس سے سراسر عوام پاکستان

شدت کے ساتھ متاثر ہورہے ہیں اور پاکستان کاموجودہ انتشار وافتراق اس کا مظہر ہے ۔

مجھے پاکستان میں آج ان صاحبان دل وضمیر کی تلاش ہے کہ جو ان "حاجیوں" کا احتساب کرنے کے لیے تیار ہوجائیں ۔

## نقشہ مکانات

مدینۃ الحکمۃ میں ہمدرد یونی ورسٹی لائبریری اب تکمیل کی منزل میں داخل ہوگئی ہے اور میرے لیے یہ ضروری ہوگیا ہے کہ میں اس سے متعلق تمام کارکنان کی رہائش کا انتظام لائبریری سے ملحق کردوں ۔ آج محترم پیرزادہ صدیقی صاحب ازراہ کرم نقشے لے کر آگئے تھے ۔ اب کافی ردوبدل کے بعد ہم نے ان کو پسند کرلیا ہے اور میں نے ہدایت دے دی ہے کہ مقررکردہ جگہ پر ان کی تعمیر کے لیے اقدامات کرلیے جائیں ۔

## چہارم کانفرنس عالمی طب اسلامی

اس عالمی کانفرنس کے انتظامات اب ہاتھ میں ہیں اور بہت زیادہ پیش رفت ہوچکی ہے ۔ میں ان دنوں اس عالمی کانفرنس کے لیے انتظامات کے لیے ہدایات مرتب کررہا ہوں ۔ آج میں نے پاکستانی صاحبان علم و حکمت پر غور کرکے ان سے تازہ رابطہ قائم کرکے علمی اور سائنسی جلسوں کے صدور و نائب صدور اور سیکریٹریوں کا فیصلہ کرلیا ہے ۔ محترمی ڈاکٹر ایم ۔ ڈی ۔ شامی صاحب ( صدر پاکستان سائنس فاؤنڈیشن ) کا جواب نہیں ملا تھا ان سے رابطہ قائم کرکے ان کی اجازت حاصل کرلی ہے ۔

یہ فہرست کویت بھجوادی ہے تاکہ وہاں دوسرے عالمی علما سے صدور کا انتخاب کرکے پروگرام کو حتمی صورت دے دی جائے ۔

## صباح سینٹر

پاکستان میں کوئی ایک بھی کانفرنس سنٹر نہیں ہے ۔ تمام اجتماعات ہوٹلوں میں ہوا کرتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی ہے اور میں نے اپنے وسیع مطالعے کی مدد سے اور اپنے عالمی مشاہدات کی روشنی میں پاکستان کے لیے ایک عالمی معیار کا کانفرنس سنٹر "مدینۃ الحکمۃ" میں تعمیر کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے ۔ گزشتہ ایک سال کی جدوجہد کے

بعد نقشے تیار کرلیے گئے ہیں ۔ ان نقشوں کی تیاری میں مجھے ہندستان کے مہندسین سے بھی مدد لینے کی ضرورت پڑی ہے۔ گزشتہ دنوں جناب الٰہی صاحب دہلی سے آکر جناب پیرزادہ صدیقی صاحب کے ساتھ کام کرگئے ہیں ۔ ہزہائی نس امیر کویت مدظلہ العالی نے کویت میں طب اور تحقیقات طبی کے لیے جو فراخ دلانہ تعاون فرمایا ہے میں اس کے لیے ان کا زیربار احسان ہوں اور اظہار تشکر کے لیے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ انٹرنیشنل کانفرنس سنٹر کا نام ہزہائی نس جناب امیر کویت کے نام گرامی پر " صباح " سنٹر رکھا جائے۔ میں نے آج ہز ایکسی لنسی وزیر صحت کویت ڈاکٹر عبدالرحمان عبداللہ العوضی صاحب کو خط لکھ دیا ہے۔ ساتھ ہی سنگ اساس کی عبارت لکھ کر ان کو بھجوادی ہے اور ان سے درخواست کی ہے کہ صباح سنٹر کا سنگ اساس وہ آٹھ نومبر ۱۹۸۶ء کو اپنے دست مبارک سے رکھ دیں ۔

## قائداعظم کے فوٹوگرافس کی نمائش

آرٹس کاؤنسل اوف پاکستان میں آج پاکستان کے اچھے نقاش جناب حیات صاحب نے قائداعظم کی تصاویر کی نمائش کا اہتمام کیا ہے ۔ انھوں نے خوب سوچا ہے۔ انھوں نے جگہ جگہ سے، مختلف مواقع کی تصاویر سے قائداعظم کو " نکالا " ہے اور اسے الگ کرکے اسے پورے تاثرات کے ساتھ بڑا کیا ہے۔ پھر انھوں نے ہر تصویر پر صاحبان فکرونظر سے قائداعظم کے بارے میں ان کے تاثرات ان کے قلم سے لکھوائے ہیں ۔ اس اعتبار سے یہ قائداعظم پر اچھا کام ہوگیا ہے۔ اس تقریب کی صدارت کا اعزاز مجھے حاصل ہوا ۔ اچھا اجتماع تھا۔ اس میں جناب محترم جسٹس قدیرالدین صاحب اور جناب محترم جسٹس سید نصرت علی صاحب بھی شریک ہوئے، جس سے مجلس کا وقار بلند ہوا ۔ میں شرمسار تھا کہ اس مجلس کا صدر تو جناب محترم جسٹس قدیرالدین صاحب کو ہونا چاہیے تھا ، کیونکہ وہ مسلم لیگ صوبہ دہلی کے صدر رہے ہیں اور جناب قائداعظم سے ان کا براہ راست تعلق تھا۔ میں تو اس پر حیران ہوتا ہوں کہ مسلم لیگ کی اب ازسرنو تنظیم ہورہی ہے اور کہنا چاہیے کہ حکومت مسلم لیگ کی ہے، مگر اس تنظیم نو میں جسٹس قدیرالدین جیسے عظیم انسان کی شمولیت پر غور تک نہیں ہورہا ہے۔ اسی طرح اور بھی لوگ ہیں کہ جو مسلم لیگ پر نثار ہوئے ہیں اور پاکستان کے معمار ہیں اور بقید حیات ہیں، مگر تنظیم نو میں ان کا کوئی شمار نہیں ۔

میں نے اس موقع پر صدارتی تقریر میں سب سے پہلے جناب محترم



جناب حیات صاحب کی بنائی ہوئی قائداعظم کی تصاویر
کی نمائش میں حکیم محمدسعید تصاویر دیکھ رہے ہیں



مصور جناب حیات حکیم محمدسعید کے ہمراہ

جسٹس قدیر الدین کا نام لیا اور جسٹس نصرت صاحب کا بھی ۔ ان کا احترام میرا فرض تھا۔ میری تقریر ذرا جذباتی تھی ۔ اس کے جلی عنوانات یہ ہیں:

* ہمیں اس پر حیرت کرنی چاہیے اور افسوس بھی کہ ہم آج تک قائداعظم کی کوئی معتبر سوانح حیات مرتب نہیں کرسکے ہیں۔ اب تک جو بھی کام ہوا ہے وہ ہم نے خود نہیں کیا ہے بلکہ غیروں نے کیا ہے ۔ حال آں کہ ہمارے پاس "مسلم لیگ اور جناح کاغذات" زمانے کی دست برد سے حادثۃً بچ گئے ہیں ۔حادثہ یہ ہے کہ ہم ان کو ضائع نہیں کرسکے۔

* ہم اب تک اپنے پاکستان کی تاریخ تک نہیں لکھ سکے ہیں ۔ میں اسے ملی حادثے سے تعبیر کروں گا کہ جو انتہائی الم ناک ہے اور کرب ناک ۔ حیرت کرنی چاہیے کہ ہم اپنے ملی فرائض سے کس درجہ غافل ہیں اور اپنے تاریخی وجود کی نفی کردینے کے لیے کس طرح آمادہ و تیار ہیں ۔

* میں ان محرکات کا ادراک کرسکتا ہوں، اور ہر صاحب فکر اس حقیقت کا ادراک کررہا ہے کہ ایک طاقت ایسی ہے کہ جو تاریخ پاکستان کی تحریر پر اس طرح آمادہ ہے کہ اسے ۱۹۴۷ء سے رقم کیا جائے۔ وہ تحریک پاکستان کی تاریخ کو نظر انداز کردینے کے درپے ہے۔ میں ان حقائق سے ذاتی طور پر واقف ہوں اور ان طاقتوں کا کام بھی خوب جانتا ہوں ۔

* بھلا غور تو فرمائیے کہ ۱۹۰۳ء کی تحریک کے بعد ۱۹۰۶ء میں جب مسلم لیگ نے باقاعدہ جماعت کی صورت اختیار کی اور پھر آزادی کی تحریک کا آغاز ہوا اور مسلمانان ہند اس جدوجہد میں پیش پیش رہے اور پھر آزادی کے نتیجے میں پاکستان عالم وجود میں آیا تو ہم اس تحریک کی تاریخ رقم کیے بغیر تاریخ پاکستان ( ۱۹۴۷ء سے) کس طرح لکھ سکتے ہیں؟

* صورت حال یہ ہے کہ سیاسی ناہمواریوں کی بدولت اور پاکستان سے عدم محبت و احترام کے نتیجے میں ہم نے نہ تو اپنی آزادی کا احترام کیا ہے اور نہ حریت فکری اور حریت سیاسی کی قدردانی کی ہے۔ یہ وہ المیہ ہے کہ ہم اپنے وجود سے لاپروا ہوکر ایک بار پھر طوق غلامی اپنے گلوں میں ڈالنے کے لیے آمادہ و تیار ہیں اور ذرا غور نہیں کرتے کہ جس آزادی کے لیے دو سو سال جدوجہد کی گئی ہے اور لاتعداد قربانیاں اور ان گنت جانیں

قربان ہوئی ہیں اسے ہم کھوکر زندہ کیسے رہیں گے؟ احساس زیاں جاتے رہنے کا یہ شدید المیہ صاحبان فکر و عمل کے لیے ایک زبردست چیلنج ہے۔

## قائداعظم لیکچرز کا انجام

میں نے ۱۹۶۹ء میں پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کے زیر نظام "قائداعظم لیکچرز" کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ میں نے اس کے لیے بڑی محنت کی تھی اور امکانی حد تک ہر اس زندہ شخصیت سے رابطہ قائم کرلیا تھا کہ جس کا تعلق کسی درجے میں بھی قائداعظم سے تھا، حتیٰ کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور سرکلاڈ آکن لیک کے خطوط بھی میرے پاس ہیں۔ میں نے اس دور کے بڑوں، دیوان چمن لال، قاضی عیسٰی وغیرہ وغیرہ سے لیکچرز تیار کرالیے تھے۔ ان لیکچرز کا سلسلہ جب شروع ہوا تو ایک خاص طبقے میں بڑی کھلبلی مچی۔ یہ "طبقۂ خاص" قائداعظم کو بھلا دینے کی جدوجہد میں تھا۔ مرکزی حکومت کا ایک سکریٹری جب ڈھاکہ گیا تو وہاں اس نے میرے خلاف باتیں کیں کہ حکیم سعید ذاتی شہرت کے لیے قائداعظم لیکچرز کرا رہے ہیں۔ بالآخر جب کئی لیکچرز ہوگئے تو ایک دن دیکھا کہ ٹیلی ویژن پر "قائداعظم لیکچرز" سرکاری اہتمام میں شروع ہوگئے۔ یہ سلسلہ فکرونظر سے عاری ہوکر تصویر کا حلیہ بگاڑنے کی جدوجہد کا عنوان تھا۔ چنانچہ ایک ٹی وی لیکچر کے بعد اس کے خلاف عوام نے اظہار ناپسندیدگی کیا، گرماگرم بحث ہوئی، ادھر میں نے ہمت ہاردی۔ افسوس کہ حکومت پاکستان کا ایک بیوروکریٹ قائداعظم لیکچرز کو "مسمار" کردینے میں کامیاب ہوگیا۔ یہ بیوروکریٹ آج بھی حکومت کررہا ہے۔ جب موقع آئے گا تو میں اس بیوروکریٹ خاں کی روئداد زیادہ شرح و بسط کے ساتھ لکھوں گا، اور بتاؤں گا کہ کیسے دشمنان وطن ہیئت اقتدار کے رکن رکین ہیں۔

## یوم پاکستان

مسلم لیگ اور اس کے پرجوش سکریٹری جنرل نے زوروشور سے اعلان کیا کہ ۱۴/ اگست ہی یوم آزادی ہے۔ انہوں نے اسے بھی مناسب سمجھا ہے کہ سینیٹ پاکستان کے متفقہ فیصلے کو صریحاً نظرانداز کردیا جائے اور "۲۷/ رمضان ۔ یوم پاکستان" کی نفی کا اعلان کیا جائے۔ اعلان کیا گیا ہے کہ مسلم لیگ نے پاکستان بنایا ہے۔ یہ مسلم لیگ معمار پاکستان

لاہور کے مقام پر ۱۴ اگست کو یوم آزادی منائی گی، اور دھوم دھڑلے سے منائی گی ۔ پھر چشم بینا نے ایک بارپھر یہ منظر بھی دیکھا کہ سرکاری مشینری پوری طرح حرکت میں آگئی ۔۔ضلع ضلع ،قریہ قریہ ہدایتیں جاری ہوئیں کہ چراغاں کرو ،روشنیاں جلاؤ ،دھوم مچاؤ ،ناچ نچاؤ ،نعرے لگاؤ ،یوم آزادی مناؤ۔

۱۴ اگست کو پاکستان میں اس قسم کے لایعنی اور بے مقصد ہنگامے گزشتہ کئی سال سے معمولات اقتدار کا مزاج بن گئے ہیں ۔ہیئت اقتدار کے برخود غلط ایک ماہرنفسیات نے احترام ہیئت اقتدار کے لیے یہ نسخۂ شفا تجویز کیاہے۔ یہ انانیت ہےاور اس انانیت کے خلاف من حیث المجموع قوم کے ردعمل سے سبق سیکھنا چاہیے۔یہ انداز فکر وعمل تعمیری نہیں ہے۔اس سے تخریب کی راہیں ہموار ہوئی ہیں ۔ اس اودھم نے ملی سنجیدگی کو سخت نقصانات پہنچائے ہیں اور ایسے شوروغوغا نے ذہن ملت کو شعورہیئت اقتدار کے باب میں مشتبہ کردیاہے۔

کیا ہی اچھاہوتا کہ ہم بہ احترام فیصلۂ سیٹ ۲۷ رمضان المبارک کو یوم پاکستان منانے کا فیصلہ کرلیتےاور اس مبارک موقع پر پوری قوم کو ایک فکرتازہ دیتے۔ پاکستان کے موجودہ حالات میں عنوان فکر، آزادی کی قدر اور حریت وطن ہی ہوسکتاتھا۔ میں تو سوچ نہیں سکتا کہ بے مقصد چراغاں پر کروڑھا روپیہ اور بےاندازہ قومی انرجی خرچ کرتے وقت ہم ذرا غور نہیں کرسکتے کہ محض یہ چراغاں ہمارے موجودہ قومی درد کی دوا نہیں ہوسکتا، اور دھماچوکڑی سے حفاظت وطن کا کوئی جذبہ گرم نہیں ہوسکتا۔ بےجاری مسلم لیگ سے کہیں زیادہ شوروغل کی طاقت ملک میں موجود ہے۔ ہم نے دیکھا کہ جب وہ طاقت برسرعمل ہوکرمیدان میں اترآئی تو پھر پاکستان کے عالی وقار وزیراعظم کو اپنے تمام حلم وکبر کے ساتھ قوم کے سامنے آنا پڑا، اور یہ اعلان کرنا پڑا کہ یوم آزادی کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ ہم من حیث القوم جلسہ جلوس سے ہاتھ اٹھالیں،دھوم دھام سے دست بردار ہوجائیں اور محبت کے ساتھ یوم پاکستان منائیں اور احترام وطن کو نظرانداز نہ کریں ۔۔وزیراعظم کا یہ رویہ حددرجہ قابل تعریف تھا۔ ان کو ایساہی کرنا چاہیےتھا۔ میں اب بھی یہ رائے رکھتاہوں کہ ۱۴ اگست ہمارے لیے کبھی سازگار نہیں ہوگا۔ ہم نے ماضی میں تجربات کرلیے ہیں اور دیکھ لیا ہے کہ ۱۴ اگست ہم جب بھی مناتے ہیں ہماری رفتار ترقی معکوس ہوجاتی ہے اور پورے تسلسل کے ساتھ ایساہورہاہے۔ اس بار بھی ہم نے دیکھ لیا کہ ۱۴ اگست کو یوم آزادی کہنے سے کیا پسپائیاں مقررہوئی ہیں ۔۔جب

تک ۱۴ / اگست منائیں گے ہمیشہ ایسا ہی ہوگا۔ اچھا ہے کہ ہم ۲۷ / رمضان المبارک کو یوم پاکستان منائیں - یہی فکر و فیصلہ صحیح ہے۔

## محترم ڈاکٹر بقائی

جب میں رات ڈاکٹر بقائی صاحب کے ہاں گیا تو وہاں محترمہ بیگم بقائی صاحبہ نے بتایا کہ رات ان کے میڈیکل کمپلیکس سے تانبے کا سوا لاکھ روپے کا تار چوری ہوگیا۔ کمپلیکس کے چاروں طرف روشنی کے لیے یہ تار زمین کھود کر بچھایا جاچکا تھا۔ خیال یہ ہے کہ جب سے تار کا سرا منسلک کرکے پورا تار کھینچ لیا گیا اور سمنٹ کر لوگ فرار ہوگئے۔ اب میں اس حادثہ جانکاہ پر کیا تبصرہ کروں - ہم آج کہاں کھڑے ہیں؟ زوال اخلاق کی کوئی انتہا ہے؟




جناب محترم ڈاکٹر ایف - یو - بقائی صاحب

ابھی چند دنوں پہلے کی بات ہے کہ مدینۃ الحکمۃ کے ٹیلے فون سے متعلق ایک قیمتی تار نوچ لیا گیا، جرا لیا گیا اور ٹیلے فون بے کار ہوگیا۔ اس ٹیلے فون کے لیے ایک لاکھ روپے سے زیادہ خرچ ہوا ہے - شہر میں چوریاں، ڈاکہ زنیاں، جاقو جھریاں معمول بن گیا ہے۔ ایک میرے عزیز وزیر سندھ بھی آئے تھے۔ معلوم ہوا کہ نئی سیمنٹ فیکٹری سے بھی قیمتی سامان غائب ہوا ہے حال آں کہ سردار سارقین کے لیے اس فیکٹری سے "ٹیکس" ادا کیا جانا طے پاگیا ہے!! کون سے ٹیکس کم ہیں کہ اب صنعت کار کو "سارق ٹیکس" بھی ادا کرنا ہوتا ہے!

## ۱۲/ اگست ۱۹۸۶ء منگل

درد دل کے ساتھ گھٹنے کا درد بھی ہنوز باقی ہے۔ حرکت سے اس میں اضافہ ہوجاتاہے۔ سوچتاہوں کہ اب مجھے اس کا ایکسرے کرالینا چاہیے۔ تکلیف کو مہینہ بھرسے زیادہ ہوگیاہے۔ گھٹنے کا درد ایک دل چسپ حادثہ ہے، ہوا یہ کہ میں نے ومبلڈن ٹینس فائنل ٹیلی وژن پر دیکھ لیا، دوسرے دن جب میں ٹینس کھیلنے گیا تو وہی اسٹائل اختیار کیا کہ جو رات دیکھاتھا۔ بس ایسا جھٹکا آیا کہ تڑپ کر بیٹھ گیا، اس دن سے آج تک یہ درد ٹھیک نہیں ہوا ہے۔ میں نے اب تک اس کی خاصی خاطر کی ہے۔ سینکا بھی ہے اور دھارا بھی ہے، لیپ بھی لگائے ہیں اور ضماد بھی، ایسا لگتاہے کہ بات جھٹکے سے ذرا زیادہ ہی ہے۔

آج مجھے ایک واقعہ اپناہی یاد آگیاہے۔ پندرہ سولہ سال ہوئے حمید منزل میں شام ہمدرد تھی۔ خانم مریم بہنام (صدر مرکز ثقافت ایران) مقررہ تھیں ۔ تقریر فارسی آمیز اردو میں تھی،کیا خاتون تھیں۔ اب انقلاب ایران میں اس بےچاری کا کیا بنا۔ جس طرح وہ ایران دوست تھیں اسی طرح وہ پاکستان دوست تھیں ۔ ایک بار تہران گیا ،چند پاکستانی دوست ساتھ تھے۔ خانم کے ہاں کھاناتھا، ایرانی صاحبان علم بھی تھے۔ وہاں ہمیں خیال آگیا کہ خانم مریم بہنام کو قوالی کی بڑی مشق ہے۔ ہم نے زور دیا کہ قوالی ہوجائے۔ خانم نے ایرانیوں کی طرف اشارہ کرکے اردو میں کہا، " ذرا یہ غیر چلے جائیں " بڑی شائستہ و شستہ اور بذلہ سنج خاتون تھیں ۔

ہاں، اس شام محترمی جناب جنرل محمد اکبر خاں (رنگروٹ ) بھی شریک شام ہمدرد تھے۔ ان کے گھٹنے میں خاصا درد تھا مگر ان کو مجھ سے جو محبت تھی وہ ان کو شام ہمدرد میں لے آئی تھی ۔ جنرل صاحب نے گھٹنے کے درد کی شکایت کی ۔ میں نہ جانے کس مصروفیت میں مبتلاتھا کہ میں نے زیادہ توجہ نہ کی ۔ جنرل صاحب تشریف لے گئے۔ رات میں گھر آیا اور پھر جب اٹھا تو گھٹنے میں وہ شدید درد اٹھا کہ اللہ دے اور بندہ لے۔ میں بےچین ہوگیا۔ یہ درد چاردن تک جاری رہا۔ رات سو نہیں سکتا تھا۔ میں جنرل صاحب کے پاس گیا ان کے لیے دوا کا انتظام کیا اور پھر میرے گھٹنے کا درد رفع ہوگیا۔

اب میں نے غور کیا تو جناب عطاالرحمٰن صاحب ( ملتش واچ ) سے ایک دن اپنے گھٹنے کے درد کی تکلیف بیان کی تھی۔ میں نے وعدہ کیا تھا کہ میں ان کو اطمینان سے آکر دیکھوں گا۔ مہینہ بھر سے زیادہ ہوگیا ہے میں ان کو دیکھنے نہیں گیا ہوں۔ اب یہ درد ان کا علاج کیے بغیر نہیں جائے گا!

## میرا بیان

عالی وقار جناب محترم وزیر اعظم پاکستان کی تقریر نے مجھے متاثر کیا۔ ان کو حالات وطن کا بھرپور ادراک ہے اور وہ جانتے ہیں کہ اس ۱۴ اگست کو حالات کس قدر خراب ہوکر پاکستان کو نقصان پہنچاسکتے ہیں۔ میں نے ان کی تائید میں ایک بیان مرتب کیا۔ مگر میرے رفقائے ہمدرد نے وہ بیان جاری نہیں کیا اور رائے دی کہ "یہ سیاسی بیان کی تعریف میں آجائے گا اور ہمدرد کے عین مفاد میں آپ کو سیاست سے دور رہنا چاہیے۔ مدینۃ الحکمۃ کا احترام اسی فیصلے کا متقاضی ہے"۔ میں نے اپنے رفقاء کی بات مان لی۔

## شام ہمدرد ستمبر

اس بار ستمبر میں پاکستان سے باہر ہوں گا۔ آج میں نے شام ہمدرد کے پروگرام کی تکمیل کردی ہے۔ دعوت نامہ تیار کردیا ہے اور طباعت کے لیے دے دیا گیا ہے۔ کمی یہ ہے کہ اس بار دعوت نامے کے ساتھ جانے والا مضمون تیار نہ کرسکا۔ موضوع ہے" دفاع پاکستان۔ فکرفردا " کوشش کروں گا کہ اگلے چند دنوں میں تیار کردوں۔ اللہ مالک ہے۔

## حرکت برکت

ورزش جسم انسانی کی ایک اہم ضرورت ہے۔ بشریت کا تقاضا حرکت ہے، جمود اس کا مقدر نہیں ہے۔ انسانی جسم ایک نہایت راز در راز وجود اشرف ہے۔ فراست ودانائی کے باوجود اور علم وحکمت کے باوصف کوئی انسان کائنات اس کی فہم کا دعویدار نہیں ہوسکتا۔ ہمیں اس مخلوق اشرف کا جس قدر بھی علم ہے وہ سراسر مشاہداتی ہے اور قیاس اس کی اساس ہے۔ مطالعہ دانش وبینش یہ ہے کہ جس قدر ممکن ہو اور عقل جس حد تک رہنمائی کرسکے انسان کو فطرت سے قریب رکھا جائے،

بلکہ دائرہ فطرت سے اسے باہر نہ جانے دیا جائے اور حدود فطرت میں اسے رکھا جائے کہ سلامتی اسی میں ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ حرکت تقاضائے بشریت ہے تو بیّن طورپر ہمارے سامنے جسم انسانی کے مطالبات کا مشاہدہ ہے۔ وہ سانس لیتاہے اور سانس بغیر حرکت ممکن نہیں۔ سانس کے بغیر حیات کا کوئی تصور نہیں ۔ سانس کے ذریعہ سے نسیم پھیپڑوں میں جاکر خون میں جذب ہوجاتی ہے۔ اس خون سے جسم کی پرورش ہوتی ہے۔ اس خون کو جسم کے کونے کونے تک پہنچانے کے لیے حرکت قلب ضروری ہے۔ جب تک حرکت قلب نہ ہوگی خون کا بہاؤ ممکن نہ ہوگا۔ اسی طرح جسم انسانی کے دوسرے تمام افعال ہیں جو بغیر حرکت پورے نہیں ہوسکتے۔ کہنا چاہیے کہ جسم انسان اور وجود بشر ایک حرکت مسلسل ہے۔ غذا انسان کی حاجت ہے۔ ذرا غور کیجیے کہ کون سی غذا بغیر حرکت حاصل ہوسکتی ہے؟ پھر کون سی غذا بغیر حرکت منھ میں چب کر اور پس کر معدے میں جاسکتی ہے؟تمام حرکات جسم انسانی کو متوازن رکھنے کے لیے اور ان میں نظم وعدل قائم رکھنے کے لیے انسان کو ٹانگیں دی گئی ہیں کہ وہ چلے، دوڑے، اچھلے کودے۔ اگر حرکت مقصود نہ ہوتی تو انسان کو ٹانگیں عطاہوتیں اور نہ ہاتھ اور بازو۔ ورزش جسم انسانی کی ایک اہم ضرورت ہے۔

میں ہرحال میں کوئی نہ کوئی ورزش کرتاہوں، ٹینس کھیلتاہوں کیونکہ یہ ورزش مجھے پسند ہے۔ مجھے جس قسم کی ورزش کی ضرورت ہے وہ مجھے ٹینس سے حاصل ہوجاتی ہے۔ میری زندگی کا انداز اور میرا لائف اسٹائل اور میری مصروفیات ہمہ رنگ وہمہ جہت متقاضی ہیں کہ میں ۲۴ گھنٹوں میں کم ازکم آدھے گھنٹے کے لیے خودکوفراموش کردوں اور کاروبار دنیا سے ذہنی وفکری طورپر الگ ہوجاؤں ۔ ٹینس میں میری یہ ضرورت پوری ہوجاتی ہے اور جب ٹینس میسر نہ ہوتو "فری ہینڈ ایکسرسائز" کرلیتاہوں ۔ میں جوان امروز کا دوست ہوں اور نونہالان وطن کا ہمدرد ہوں ۔ چچا بھی ہوں ماموں بھی، نانا بھی ہوں دادا بھی ۔ میری حرکتیں ان کے لیے نمونہ ہیں ۔

جب سعیدجوان تھا حرکت اس کا عنوان تھا۔ پہاڑوں پرچڑھنا (ہائکنگ) میرا مرغوب مشغلہ تھا۔ مصوری اور شملہ کے بہت سے پہاڑوں سے میری آشنائی ہے۔ گھڑ سواری کا شوق، کشتی رانی کا ذوق، فٹ بال، بیڈمنٹن ، کبڈی اور کشتی رانی ۔ راز صحت حرکت ہے جو بہرحال برکت ہے ۔ آج بھی صبح دوزبردست ٹینس سیٹ کھیل کر آیا ہوں اور اب تمام دن بلکہ رات تک کے لیے آمادۂ عمل ہوں !

## الفرقان

مدینۃ الحکمۃ - شہر علم و حکمت میں "الفرقان" ایک جلی عنوان ہے۔ بیس ایکڑ زمین پر تعلیم و تربیت کا یہ ایک رفیع الشان منصوبہ اب انشاء اللہ تعالیٰ جامہ عمل پہننے والا ہے۔ اس میں پاکستان کے وہ بچے اور بچیاں آباد ہوں گے اور زیور تعلیم سے آراستہ کہ جن کا ماں باپ بننا میری اور میرے رفقا کی خوش بختی ہوگا - جن کا کوئی نہیں ان کے ہم ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی اس توفیق سے نوازا ہے۔ ہم سجدۂ شکر بجالاتے ہیں -

"الفرقان" کے تعمیراتی نقشے تیار ہوگئے ہیں، لندن، جنیوا اور جدہ سے میرے رفقا بھی آگئے ہیں - آج ہم سب نے چار گھنٹے بیٹھ کر مہندسین کے ساتھ ان تمام نقشوں کو دیکھا ہے اور غور و فکر، تبادل خیال اور تبادل افکار کے بعد ان نقشوں کو حتمی صورت دیدی ہے۔ ان کی تکمیل کی ہدایت دے دی ہے۔ توقع ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اب جنوری ۱۹۸۷ء سے "الفرقان" — ایک ہزار یتیم نہیں بلکہ میرے بچوں اور بچیوں کی تربیت وتعلیم گاہ کی تعمیر شروع ہوجائے گی - الفرقان ہی کے پہلو میں پاکستان کے چار ہزار بچوں بچیوں کے لیے ہمدرد اسکول کی تعمیرات شروع ہورہی ہیں - کل زمین ساٹھ ایکڑ ہے۔ اس میں ۱۷ ایکڑ کا ایک "نونہال" باغ بچوں کی سیرگاہ کے لیے تیار کررہا ہوں - کئی نقشے بناچکا ہوں -

## یوتھ کانفرنس

وزیر سندھ، جواں سال خوش مقال حافظ محمد تقی صاحب نے خواہش ظاہر کی کہ میں ان کی وزارت کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی یوتھ کانفرنس کی صدارت کروں - جوانوں سے میں محبت کرتا ہوں اور میرا مشن اور مقصود یہ ہے کہ جوانان پاکستان اور دختران وطن کی عظمت و رفعت کا سامان کروں اور عظمت و رفعت پاکستان کے لیے ان کو مستعد ومتحرک کردوں - یہ کام جوان ہی کرسکتے ہیں - تاریخ — ہماری اپنی تاریخ بھی یہی درس دیتی ہے کہ تعمیر اور روشن مستقبل کے لیے جوانوں کی تعلیم وتربیت اور ان کی صحت و عافیت ناگزیر ہے۔ ہر عہد اسلامی میں جوانوں کو بدرجۂ کمال اہمیت دی گئی ہے اور جوانوں نے تعلیم و تربیت کو اولین اہمیت دے کر مستقبل کی تعمیر میں بھرپور حصہ لیا



حکیم محمد سعید یوتھ کانفرنس سے خطاب کررہے ہیں۔

ہے۔ بہ حیثیت مجموعی آج کی یوتھ کانفرنس پرمقصد و پرمعنی رہی ۔ جوانوں کی تقریریں سن کر مجھے اطمینان ہوا۔ بعض نوجوانوں کی فکرسالم نہ تھی مگر ان کا جذبۂ تعمیرپاکستان قابل قدر تھا اور لائق تحسین ۔ میں نے بھی بہ حیثیت مہمان خصوصی اپنے ان نوجوانوں سے باتیں کیں ۔ ایک نوجوان نے نہایت پرجوش ہوکر ٹیپوسلطان کا ذکر کیاتھا۔ میں نے اپنی باتوں میں سوال کیا کہ آزادی کے لیے جنگ میں شہادت کے وقت حضرت ٹیپوسلطان کے جسم پر جو لباس تھا وہ ایڈنبرا (اسکاٹ لینڈ) کے میوزیم میں رکھاہے اور ہماری غیرت کوچیلنج کر رہاہے۔

یوتھ کانفرنس کا دوسرا سیشن جناب محترم وزیراعلا سندھ جسٹس (رٹائرڈ) سیدغوث علی شاہ کی آمد پر شروع ہوا۔ حسب توقع یہ سیشن بھی زور دار رہا اور وزیراعلا صاحب نے بھی ہوش اور جوش کے ساتھ نوجوانوں سے باتیں کیں ۔ ۶ بجے شام شروع ہوکر رات ۱۰ بجے کے قریب یوتھ کانفرنس ختم ہوئی ۔ میں نے اپنے عزیز حافظ محمد تقی کو مبارک باد دی ۔ نوجوانوں سے بھی ملا جو مجھے عزیز ہیں اور جن کو میں عزیز ہوں ۔ عزیزی دوست محمد فیضی صاحب بھی آج ساتھ رہے ۔ نوجوان ان سے بڑی محبت سے ملتے رہے۔ جناب حسین احمد بھی میرے ساتھ رہے۔ بڑی محبت کرتے ہیں ۔

## محترمی جناب جتوئی صاحب کے بچوں کی شادیاں

وسیع المشرب اور وسیع القلب انسان اور متوازن و معتدل جناب محترم غلام مصطفیٰ جتوئی صاحب نے آج اپنے بچوں کی شادی پر تقریب ولیمہ کا اہتمام فرمایا تھا۔ ان کی طرف سے خصوصی دعوت نامہ مجھے مل گیا تھا۔ گو یوتھ کانفرنس میں مجھے تاخیر ہوگئی تھی مگر میں آخر میں پہنچ ہی گیا۔ مہمانان گرامی رخصت ہورہے تھے۔ میں بھی ان سے ملا۔ وہ سمجھ گئے کہ میں دیر سے آیا ہوں ۔ مصر ہوئے کہ کھانا کھاکر جاؤں۔ سیکڑوں مہمانوں کے ہجوم میں یہ خیال رکھنا کہ کون دیر سے آرہا ہے اور کس نے کھانا نہیں کھایا ہے ایک اچھے ذہن کے بغیر ممکن نہیں۔ یہاں بہت سے دوستوں سے ملاقات ہوئی ۔

## تعزیت

ابھی یہاں مجھے معلوم ہوا کہ محترمی و مکرمی۔ ناب ظل احمد نظامی صاحب کی والدۂ معظمہ کا علی گڑھ میں انتقال ہوگیا ہے ۔ میں فوراً رات گیارہ بجے ان کے گھر تعزیت کے لیے گیا۔ وہ افسردہ و غم زدہ بیٹھے تھے۔ ابھی چند ماہ ہوئے نظامی صاحب کی جوان سال بیٹی ہنستے کھیلتے اللہ کو پیاری ہوچکی ہے۔ اب والدہ محترمہ کے سانحۂ ارتحال کا سامنا ہے۔ میں خود اس غم کو جانتا ہوں اور نظامی صاحب کا شریک غم ہوسکتا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں مرحومہ کو مقام اعلا عطا فرمائیں۔

رات ساڑھے گیارہ بجے گھر آیا۔ دودھ موجود تھا خان نے چار توس بھی تیار کرکے رکھ دیے تھے۔ بڑے اطمینان سے یہ ناشتہ کرلیا۔ نماز عشاء ادا کی اور پھر مطالعہ کرکے رات ایک بجے سوگیا۔

# ۱۳/ اگست ۱۹۸۶ء، بدھ

## جہاں دوست

خیرخواہان پاکستان کا اصرار تھا کہ کل پاکستان پیمانے پر ایک تنظیم قائم کی جائے کہ جو سیاست سے مطلقاً ماورا ہوکر اور رہ کر قومی انداز سے غوروفکر کرے اور تعمیری جدوجہد کے فروغ کا عنوان بنے اور مختلف شعبہ ہائے زندگی میں اثرانداز ہوکر فکرونظر کی وسعتوں کا سامان کرے۔ اس کے لیے ایک اساسی کمیٹی کا قیام عمل میں آیا اور پھر اس کمیٹی نے گہرائی اور گیرائی کے ساتھ حالات کا جائزہ لیا، اور مختلف کمیٹیوں کو تشکیل دے کر آغازکار کردیا۔

آج آواری ٹاورز میں "جہاں دوست" کی مجلس مشاورت کا جلسہ ہوا۔

* -- ۲۳/ جولائی ۱۹۸۶ء کو ہالیڈےاِن میں "جہاں دوست" مجلس قائمہ / مجلس عمل کے ایک اجلاس میں طے پایا تھا کہ "جہاں دوست" کے رفقاء کی تعداد میں اضافہ کرنا چاہیے تاکہ تعمیر پاکستان کے میدان میں زیادہ وسعت فکر کے ساتھ اور زیادہ سرگرمیوں کے ساتھ پیش قدمی کی جاسکے۔ اس فیصلے کی روشنی میں ہم نے باہم مشورہ سے اور پوری احتیاط کے ساتھ اور بکمال احترام ۷۵ صاحبان فکرونظر کو دعوت خیردی اور ان سے ادب وخلوص کے ساتھ درخواست کی کہ وہ "جہاں دوست" کے مقاصد کے تعین میں اپنے زریں خیالات سے ہمیں نوازیں اور نہ صرف یہ بلکہ "جہاں دوست" کی "اسمبلی" کی رکنیت بھی قبول فرمائیں تاکہ ہم دائماً ان کے تجربات سے استفادہ کرتے رہیں۔
* - ہماری اس درخواست پر اور اس پکار پر ۴۱ خواتین وحضرات نے لبیک کہا اور ۱۳/ اگست ۱۹۸۶ء کو مجلس مشاورت میں شرکت کا اعزاز ہمیں عطا فرمایا۔ ہم (ارکان مجلس عمل) ان سب مشاہیر کا بہ صمیم قلب شکریہ ادا کرتے ہیں۔ شرکاء کی فہرست شریک روداد ہے۔
* ہم پوری طرح اس حقیقت کا ادراک رکھتے ہیں کہ جن صاحبان خیر

اور اصحاب فکر ونظر کو ہم نے دعوت شرکت دی ان کی مصروفیات یقیناً زیادہ ہیں اور ان میں سے آدھے شرکت نہیں کرسکے۔ ان سے مستفیض نہ ہونے کا ہمیں افسوس ضرور ہے مگر ہم توقع رکھتے ہیں کہ وہ تین ماہ کے بعد ہونے والی "اسمبلی" میں شرکت فرمائیں گے۔ ہم انہیں یقین دلاتے ہیں کہ وہ جہاں دوست کی قومی وملی جدوجہد برائے تعمیر سے مسرور ہوں گے۔

* - جہاں دوست اسمبلی کا بہ حیثیت مجموعی انداز فکر یہ رہا کہ فی الحال جہاں دوست تنظیم کے لیے عہدیداروں کا فیصلہ نہ کیا جائے بلکہ ہر شریک پوری مساوات اور حریت کے ساتھ مقاصد حاصل کرنے پر توجہات مبذول رکھے تا آں کہ اس کی حقیقی ضرورت واضح نہ ہوجائے۔

* - آج کی مجلس مشاورت میں سب سے اہم اور مقدم نکتہ فکر جہاں دوست کے مقاصد کے تعیین وتدوین تھا۔ اس ذیل میں مقاصد کا ایک مسودہ پیش کیا گیا تھا۔ جس پر اسمبلی کے کئی ارکان نے اظہار خیال فرمایا اور شرح وبسط کے ساتھ اور گہرائی اور گیرائی کے ساتھ مقاصد کو جامعیت ومعنویت دینے کی سعی کامل کی گئی۔ اس ضمن میں اظہار خیال اور مشاورت اور مبادلہ افکار کے بعد جو نکات سامنے آئے ہیں ان کی روشنی میں جہاں دوست کے مقاصد کا تعین کرلیا گیا۔

## مقاصد جہاں دوست

(الف) سرحدہائے نظریاتی وجغرافیائی پاکستان کے شعور کامل کی جدوجہد۔ محبت پاکستان اور تعمیر پاکستان کے لیے۔

(ب) اخلاق ملی کی عظمتوں اور رفعتوں کا سامان اور ہمہ رذائل اخلاق کے سدباب کی پرخلوص جدوجہد۔

(ج) اتحاد قومی، یگانگت باہمی، اخوت بین الملی و بین المللی کے لیے پرخلوص جدوجہد۔

(د) نونہالان پاکستان، دختران وطن اور جوانان امروز کی تعلیم و تربیت اور صحت، ان کی فکری سمتوں، ذہنی رفعتوں، ثقافتی سرگرمیوں، تعمیری صلاحیتوں اور عملی جہتوں کی ملی اور عالمی سطح پر تعیین و تدوین۔ درس گاہوں اور اسپورٹس نیز دوسرے میدانوں میں عظمت

علم و عمل کے لیے ان کی رہنمائی کا سامان کرنا، اور ان کے لیے تنظیموں کی تشکیل کرنا۔

(۵) طرز حیات (لائف اسٹائل) کے لیے آفاقی تعلیمات سے اکتساب نور کرکے ہر فرد پاکستان اور ہر رکن ملت کی توجہات مرکوز کرانا اور عمل کے لیے معاشرتی اور معاشی زندگی کے لیے حالات سازگار بنانا۔

جہاں دوست کے زیر اہتمام جوانان امروز کا ایک جلسہ ہوا تھا، ۷/ جولائی ۱۹۸۶ء کو۔ میں نے اس میں جوانوں سے باتیں کی تھیں ۔

جوانان امروز بلاشبہ نیا عنوان نہیں ہے! یہ عنوان انتہاہی پرانا ہے اور انتہاہی قدیم ہے جتنا کہ خود انسان۔ بھلا انسانی تاریخ کا کون سا دور ایسا ہے کہ جہاں جوان نہ ہو! اسی طرح اعتراف کے طور پر یہ بات بجا ہے کہ تاریخ عالم کے ہر روشن دور میں جوانان وقت نے فکر و عمل کی انتہاؤں کو پہنچ کر اور پوری مقصدیت کی رفعتوں کو پاکر تعمیر و عروج کے ناقابل فراموش کارنامے سرانجام دیے ہیں ۔ اگر ہم تاریخ اسلام پر ایک نگاہ ڈالیں اور گہرائی اور گیرائی کے ساتھ صدی بہ صدی چل کر جائزہ لیں تو ہر دور میں بزرگوں نے جوانان وقت کو ہر محاذ زندگی پر بڑے بڑے کام سونپے ہیں ۔ پھر یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت مسلمہ ہے کہ بڑے کاموں کے لیے، تعمیر و ترقی کے لیے، عظیم ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے، رفیع الشان مراتب کے لیے جوانان وقت بہر صورت اور بہر اعتبار علم و عمل کی عظمتوں اور رفعتوں کے ساتھ مسلح و مزین تھے ۔

فکر و نظر کی رفعتیں، علم و عمل کی برکتیں، نظریہ حیات ملی کی عظمتیں، ملی تشخص کی بلندیاں، عرفان ذات کا عروج اور مستحکم ایمان و ایقان، ان تمام اجزا سے مقصد زندگی کا خمیر اور مقصدیت حیات کا ضمیر تشکیل پاتا ہے۔ ہمارا ماضی ہمیں بتاتا ہے کہ ایسے ہی روشن ضمیر نوجوانان اسلام نے اپنے عظیم کارناموں سے صفحات تاریخ کو روشنی دوام دی ہے اور زریں ابواب تاریخ کی تدوین کی ہے ۔

حیات انسانی میں مقصد زندگی کو اہم تر اور بلند ترین مقام حاصل ہے ۔ تعین مقصد کے بغیر شاہراہ زندگی پر پیش قدمی کبھی نتیجہ خیز نہیں ہوئی ہے۔ مقصد کا تعین کیے بغیر کاروان حیات، منزل کو نہیں پاسکتا۔ اچھا اب ذرا مقصد پر غور کرلینا چاہیے کہ یہ کب اور کیسے متعین ہوتا ہے۔ میرا تجزیہ یہ ہے کہ تعین مقصد کے اجزاء عشرہ یہ

ہیں :

* عرفان حق کے بعد عرفان ذات
* سربلندی اور سرفرازی کا جذبۂ صادق
* محبت اور احترام انسان سے سرشاری
* خدمت انسان کا جذبۂ فراواں
* خاک پاک وطن سے والہانہ انس
* حریت فکر اور حریت وطن کا ادراک کامل
* فکری اور سیاسی غلامی کی زنجیروں سے بغاوت
* علم و عالم کی قدرومنزلت ایمان زندگی
* صف اقوام عالم میں تشخص و امتیاز کے ساتھ کھڑے ہونے کا جذبۂ صادق
* ایمان و ایقان تنظیم و اتحاد

یہ ہیں عناصر مقصد، جن کے متوازن امتزاج سے اعلا مقصد وجود حاصل کرتا ہے، ان کے بغیر وجود مقصد ناقابل تصور ہے۔

عہد اسلام میں ہر نوجوان ان اجزائے عشرہ سے مرکب تھا۔ ہزارہا مثالوں سے صرف نظر کرکے ذرا محمد بن قاسم کے مقصد زندگی پر ایک نگاہ ڈالیے۔ ایک سبزہ آغاز جوان صالح اجزائے عشرہ سے مرکب سرزمین پر سرپر قرآن رکھ کر قدم رکھتا ہے اور قلیل ترین مدت میں جنوب مشرقی ایشیا میں اسلام کا سورج طلوع ہوجاتا ہے۔

ایک منحنی انسان اجزائے عشرہ کو اپنی ذات میں جمع کرکے کھڑا ہوتا ہے اور برصغیر کا نقشہ بدل ڈالتا ہے اور ایک نئے ملک کے وجود کا بانی بن جاتا ہے، جہاں آج ہم بیٹھ کر مبادلۂ افکار کررہے ہیں۔

اس منزل پر پہنچ کر ہمیں دو اعترافات کرنے چاہییں :

* اجزائے عشرہ کی "پیداوار" کے لیے ملک وملت میں استواری حالات کا اہتمام ہونا چاہیے اور ہیئت حاکمہ کو، خواہ اس کا وجود کسی بھی انداز سے ہو، بہرطور اور بہرلحاظ دیانت و امانت اور صداقت کا امین ہونا چاہیے۔

* افراد ملت کو نظریۂ حیات ملی کی پوری تابناکیوں کے ساتھ اپنی ذات میں اجزائے عشرہ کو جمع کرنے کے لیے سعی پیہم اور جہد مسلسل کرنی چاہیے۔

اگر ہم پاکستان کی بات کریں تو پاکستان میں یہ دو طاقتیں ہیں:

ہیئت حاکمہ اور ہیئت عوام۔ ان دونوں کے باہمی اتحاد فکرونظر کے بغیر اجزائے عشرہ کا اہتمام ممکن نہیں ہوسکتا، اور جب بھی ایسا اہتمام ممکن ہوا ہے، قلعۂ اسلام ناقابل تسخیر ہوا ہے اور جب اور جہاں اس اہتمام میں خرابیاں داخل ہوئی ہیں قلعۂ اسلام پر گولہ باری ہوکر رہی ہے۔

پاکستان قلعۂ اسلام ہے۔ اگر آج یہ قلعہ گولہ باری کی زد میں ہے تو نونہالان ہوں یا جوان امروز، بزرگ ہوں یا پیر، عورت ہو یا مرد، ان سب کو اتحاد فکر، کے ساتھ غور کرنا چاہیے کہ قلعہ اسلام، جس کے اندر ہم رہ رہے ہیں، اس میں کیوں شگاف پڑ رہے ہیں اور پڑتے چلے جا رہے ہیں ؟

## جوانان امروز

آپ کو اس رائے سے ضرور اتفاق ہوگا کہ فکر امروز سے عہدہ بر آ ہوئے بغیر ثبات کے ساتھ فکر فردا ممکن نہیں ۔ ہمارا آج قابل اطمینان نہیں ہے۔ آج خیر کی طاقتیں کم سے کم ہیں اور جو ہیں ان کے تحفظ کا دلیرانہ انتظام موجود نہیں ہے۔ شر کی طاقتیں غالب ہیں جو مختلف انداز سے ملت کے ذہن اور ضمیر کی روشنیوں کو پورے تسلسل کے ساتھ بجھاتی چلی جارہی ہیں ۔ ان طاقت ہائے شر کے ہدف پاکستان کے معصوم بچے اور جری اور حریت پسند جوان ہیں ۔ یہ طاقتیں پوری دانائی کے ساتھ اجزائے عشرہ کو منتشر کرتی چلی جارہی ہیں ۔ ان پر یہ خوف طاری ہے کہ پاکستان کے جوانوں میں کوئی محمد بن قاسم بن کر میدان کارزار میں نہ اتر آئے اور پاکستان کے استحکام اور دوام کا عنوان نہ بن جائے۔ وہ سیف اللہ حضرت خالد بن ولید رضؓ سے بھی خائف ہیں کہ وہ عظمت اسلام کے لیے دشمن کی افواج کا صفایا نہ کردے۔

آج ہم پر دو ذمہ داریاں عائد ہورہی ہیں: فکر امروز اور فکر فردا۔ فکر امروز یہ ہے کہ ہمارے اجزائے عشرہ کو پامال و منتشر اور متفرق کرنے کے لیے شر کی جو طاقتیں برسرعمل ہیں ان کو شکست دے کر پاکستان کے حالات کو پرسکون بنایا جائے اور اس کے ساتھ ہی فکر فردا کا اہتمام کیا جائے کہ کل ہمارا پاکستان کس مقام و مرتبے پر فائز ہوگا اور اقوام عالم میں کہاں اور کس جگہ ہمارا شمار ہوگا۔

ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ فکر امروز اور فکر فردا کے لیے گو رہنمائی بزرگوں سے ملے گی، مگر راہ عمل جوان امروز کو اختیار کرنی

ہے۔ ایمان و ایقان کی طاقتوں سے پوری طرح لیس ہوکر جوان امروز ہی کو صف آرا اور سیف بردار ہونا ہے۔

پاکستان میں جوان امروز کے باب میں ہمارا ذہن بالکل صاف ہے۔ ہم اس کے وجود مسعود کے ثبات کا اعلان کرتے ہیں ۔ بہ این ہمہ ہم اس مجلس جوانانِ امروز میں جوان امروز کے ساتھ بیٹھ کر اس کے فکر ونظر کی رفعتوں کا ادراک کرنا چاہتے ہیں، اور اس کے عزائم تعمیر کا عرفان حاصل کرنے کے آرزومند ہیں ۔۔ پاکستان کی آزادی اور ملت پاکستانیہ کی حریت فکر اور حریت سیاسی کی حفاظت کے لیے جوان امروز کے جذبات کا احترام کرکے اس کی راہوں کو کشادہ واستوار کرنے کے خواہاں ہیں ۔

جوان امروز کا یہ پلیٹ فارم جسے خلوص و انس نے وجود بخشا ہے ، متانت وسنجیدگی اور شستگی وشائستگی جوان امروز سے عبارت ہے۔ اس کا عنوان تعمیر پاکستان اور تعمیر جہاں ہے۔ تعمیر کے لیے جذبات عالیہ کارآمد ہوتے ہیں ۔۔ تعمیر اپنے جلو میں ضرور مسائل لاتی ہے۔ خیر کی طاقتیں پوری احتیاط کے ساتھ مسائل کا احاطہ کرتی ہیں اور ان کے حل کے لیے راہوں کا تعین کرتی ہیں ۔۔ ہم آج اسی انداز سے کام کا آغاز کریں گے۔ ہرحال اور ہرطور ہمارا مقصود تعمیر پاکستان ہے اور من حیث المجموع ملت پاکستانیہ کی فکری اور سیاسی آزادی کا تحفظ اور استحکام ہے۔

# ۱۴ اگست ۱۹۸۶ء جمعرات

جناب صدر گرامی قدر اسلامی جمہوریۂ پاکستان کی ذاتی رائے کے برعکس بہ حیثیت مجموعی موجودہ جمہوری حکومت کا مزاج بھی یہی ہے کہ پاکستان کا یوم آزادی ۱۴ اگست ہے۔ حکومت کے (اس وقت کے) پرجوش وزیرخانوں اور حکمراں پارٹی مسلم لیگ کے سکریٹری جنرل سینیٹ کے متفقہ فیصلے کو یکسر نظرانداز کرکے ۱۴ اگست یوم پاکستان کا اعلان کرچکے ہیں اور ۲۷ رمضان المبارک کی نفی کا گناہ ان سے پچھلے دنوں سرزد ہوچکا ہے۔

میں مانتا ہوں کہ قیام پاکستان کے دن ۱۴ اگست کی تاریخ تھی مگر میرے بھائی ذرا تو سوچو کہ اس دن ۲۷ رمضان المبارک بھی تھی۔ جمعۃ الوداع بھی تھا۔ شب قدر بھی تھی۔ تاریخ اسلام کی نہایت متبرک تاریخ بھی تھی۔ نزول قرآن کی ساعت نیک بھی تھی۔ قرآن جسے ہم حیات انسانی کا دستور العمل کہتے ہیں اور اس پر ایمان کامل رکھتے ہیں۔ گزشتہ اڑتیس سال سے حالات پورے تسلسل کے ساتھ بتارہے ہیں اور ضمیر مسلم پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ۱۴ اگست کو اگر ہم یوم قیام پاکستان قرار دیں گے تو پاکستان کو کبھی قرار حاصل نہیں ہوگا۔ ۳۸ سال کا یہ سبق ہمارے لیے کیوں کافی نہیں ہے کہ ہم ۲۷ رمضان المبارک کی برکات کو صریحاً نظرانداز کرکے ۱۴ اگست کو یوم قیام پاکستان قرار دیے رہے ہیں۔ ذرا جائزہ تو لیں کہ اب تک ہم کتنے مصائب جھیل چکے ہیں؟ آدھا ملک کھوچکے ہیں اور اب آدھا جو بچ گیا ہے اسے ہزار خطرات سے ہم دوچار کرچکے ہیں۔ میں حتماً اور ایماناً یہ رائے رکھتا ہوں کہ ۲۷ رمضان المبارک یوم قیام پاکستان کو نظرانداز جب تک ہم کرتے رہیں گے نعمت ورحمت الٰہی کی نفی کا گناہ کرتے رہیں گے اور ہرگز پاکستان کے استحکام کا فریضہ انجام نہیں دے سکیں گے۔ آج حکومت ۱۴ اگست کو یوم پاکستان اس انداز سے منارہی ہے کہ کروڑہا روپیہ زبردستی چراغاں پر خرچ کرایا جارہا ہے اور دوسری طرف حالات یہ ہیں کہ لوگ پاکستان کے پرچم نذرآتش کررہے ہیں۔ قرآن حکیم میں ہیروئن بھرکر اسمگل کررہے ہیں۔ اہانت رسولؐ کررہے ہیں۔ معاذ اللہ۔ پاکستان توڑ رہے ہیں۔ آزادی کا سودا کررہے ہیں۔ حریت کا جنازہ

نکال رہے ہیں ۔ اپنی خودی کا نیلام کر رہے ہیں۔۔ عظمتیں لٹ رہی ہیں۔۔ رفعتیں زمیں بوس کر رہے ہیں۔۔ بس ایک ہنگامہ ہے کہ برپا ہے ۔ قانون شکنیوں کا بازار گرم ہے۔ گرفتاریاں ہو رہی ہیں ۔ قیدخانے بھرے جا رہے ہیں ۔ خون خرابے ہو رہے ہیں ۔ ایک طرف سینوں سے خون کے فوارے ابل رہے ہیں اور دوسری طرف روشنیوں سے شرارے اچھل رہے ہیں ۔

میں آج سخت دل گرفتہ ہوں ۔ نماز فجر کے بعد سے جانماز سے اٹھا نہیں ہوں اور دست دعا دراز کیے رہا ہوں کہ اللہ تعالٰی تو ہمارے پاکستان کی حفاظت فرما۔ ہماری نااہلیوں اور ہمارے کفران نعمت کی سزا ایسی سخت نہ دیجو کہ ہم غلام ہونے پر راضی ہو جائیں ۔ پاکستان پر رحم فرما۔ ملت پاکستان پر کرم فرما۔ ہماری خطاؤں سے درگزر فرما۔

## تقریب یوم آزادی

جب حکومت کا یہ فیصلہ ہے کہ ۱۴/ اگست ۱۹۸۶ء کو جشن آزادی منایا جائے تو ایک وفادار شہری کی حیثیت سے، اور ایک محب وطن کی حیثیت سے میں نے احتجاج کو مناسب خیال نہیں کیا۔ میں اپنی رائے رکھتا ہوں اور اس کا اظہار بلاخوف کرتا ہوں ۔۔ میں ۱۴/ اگست کو یوم قیام پاکستان قرار دینے کو غلط سمجھتا ہوں اور ۲۷/ رمضان المبارک کو یوم پاکستان صحیح قرار دیتا ہوں ۔۔ آج جناب محترم گورنر صاحب سندھ نے یوم آزادی کی تقریب کا اہتمام فرمایا تھا۔ میں نے اس میں شرکت کی ۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میں یہاں اظہار معذرت کے لیے آیا ہوں۔

## شام ہمدرد

"تعلیم جامعات ۱۵ ویں صدی ہجرہ میں" اس موضوع پر آج یہ چوتھا لیکچر ہے۔ مہمان مقرر جناب محترم ڈاکٹر معصوم علی ترمذی صاحب (سابق شیخ الجامعہ کراچی) ہیں ۔۔ محترمی ڈاکٹر انصار زاہد خاں صاحب نے موضوع کا تعارف کرایا۔ محترمی ڈاکٹر ترمذی صاحب نے زیادہ توجہ انتظامی امور پر دی اور سانحات تعلیم کا ذکر احتیاط کے ساتھ کیا آج کلمات اختتامیہ مجھے کہنے کا شرف حاصل ہوا۔ موضوع کی مناسبت سے میں نے جو باتیں عرض کیں ان کے چند نکات یہ تھے ۔

* عالم اسلام کے مسائل تعلیم و تربیت پر غور کرنے کے لیے کہ یہ تعلیم کیا ہو ، یہ تعلیم کیسے ہو کی اشد ضرورت ہے اور وہ یہ

ہے کہ جملہ مسائل پر ہماری سوچ کا رخ بہ حیثیت مسلمان ہونا چاہیے۔

* اگر ہم اس زاویۂ نگاہ سے ہٹ کر کسی بھی مسئلے کا حل سوچتے ہیں تو وہ حل کچھ بھی ہو وہ بطور مسلمان ایک مسلم سوسائٹی کے فرد ہونے کی حیثیت سے ہمارے لیے قابل قبول نہیں ہوسکتا۔

* ہم نے پاکستان میں اکثر و بیشتر صورتوں میں یہ غلطی کی ہے اور لازماً دوسرے آزاد مسلم ممالک میں بھی ایسا ہی ہوا ہوگا کہ اپنے حالات کا جائزہ لیے بغیر، اپنے نظریۂ حیات ملی کو پیش نظر رکھے بغیر، اقتضائے ملی سے صرف نظر کرکے اپنا نظام تعلیم اغیار سے تیار کرایا ہے یا اغیار وطاغوت کے افکار تعلیم سے مستعار لیا ہے۔

* اگر ایسا نہ ہوتا تو کم از کم پاکستان کی حد تک یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یہاں اگر نظام و نصاب تعلیم حالات ملی سے ہم آہنگ نہیں ہے اور اس میں عقیدے کی مرکزیت نہیں ہے معاشرت کا حسن اور معاشرت کی ترقی و استحکام نہیں ہے تو واضح طور پر الزام یہ ہے کہ ہم نے محنت نہیں کی ہے۔

* ہمارے تصور تعلیم میں وہ عقیدہ جسے مرکزی حیثیت حاصل ہونی چاہیے اور جس سے ہم محروم ہیں، وہ عقیدۂ اسلام ہے۔

* ہمارے نظام تعلیم کا مرکزی تصور یہی ہوسکتا ہے اور اسے پرائمری، سیکنڈری سے لے کر یونیورسٹی تک ہر سطح پر وجوبی اور ایجابی طور پر اپنانا ہماری ناگزیز ضرورت ہے۔ جب تک تعلیم کا پورا نظام اور ماحول بنیادی طور پر اسلام کے ریفرنس سے اس علمی اساس کی ضمانت مہیا نہیں کرتا وہ کچھ بھی ہو ہمارا نظام تعلیم نہیں ہوسکتا۔

* یہ علمی اساس توحید، رسالت اور آخرت ہے۔ ان ہی تین ستونوں سے طلبہ میں تقویٰ کی خوبی پیدا ہوسکتی ہے۔ توحید طالب علم کے اندر تقویٰ پیدا کرتی ہے۔ رسالت کا تصور طالب علم میں نظم اور وفاداری پیدا کرتا ہے۔ آخرت کے تصور سے اخلاص وجود میں آتا ہے۔

* میں آپ کو بھی دعوت فکر دیتا ہوں: گہرائی میں جاکر جب پوری گہرائی کے ساتھ ہم جائزۂ حالات لیتے ہیں تو ہم بالآخر اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اول دن سے آج کے دن تک

جتنی حکومتیں رہی ہیں، اور آج تک کمیشنوں وغیرہ میں جو کچھ ہوتا رہا ہے، اس سب کا طرزِ عمل تعلیم کے باب میں اسلام کی نسبت سے قطعی طور پر وہی ہے کہ جو مسیحی تصورِ مذہب کا ہے۔ ہمارا تعلیمی نظام عیسائیت کے تصورِ مذہب سے ہرگز جدا نہیں رہا ہے۔

* اگر عملاً حالات کو دیکھا جائے تو ہم اب تک اپنی تعلیم گاہوں میں اسلام کو صرف اور صرف ایک پرچے کے طور پر پڑھانے پر اصرار کر رہے ہیں۔ اب تک حکومتوں نے، وزارتوں نے، ماہرینِ تعلیم نے اسلام کو نظامِ تعلیم میں ایک پرچے سے بڑھ کر کوئی حیثیت نہیں دی ہے۔

* جس ریاست اسلامی میں اسلام کی حیثیت فقط ایک پرچے کی رہ جائے اس کے نظامِ تعلیم سے اور نصابِ تعلیم سے مطلوبہ نتائج کی کیسے توقع کی جاسکتی ہے؟

* میرا اندازِ فکر یہ ہے کہ سیکولرازم مذہب سے انکار کا نام نہیں ہے، مذہب کو تمام علوم و فنون دنیا سے جدا کردینے کا نام سیکولرازم ہے۔ میں اس انداز سے سوچتا ہوں کہ

— اسلام کا نام لے کر سیکولر نظامِ تعلیم کا پرچار۔

— اسلام کا نام لے کر لادینی نظام کی تبلیغ

— نظامِ تعلیم میں اسلامائزیشن کی تحریک

دراصل اسی مقام سے سیکولر تصور کا آغاز ہوجاتا ہے۔

ISLAMIZATION OF SUBJECTS

ISLAMIZATION OF BOOKS

ISLAMIZATION OF EDUCATION

یہ جس انداز سے ہم کام کر رہے ہیں لادینیت کا پودا یہیں سے جڑیں پکڑ رہا ہے، اور مضبوط ہو رہا ہے۔

* میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اسلامائزیشن کا پروسس اسی وقت ممکن ہوگا کہ جب ہم اول دن سے آخر دن تک اسلام کو نظامِ تعلیم کا ایک مرکزی تصور، ایک محور، ایک سنٹرل پوائنٹ بنا کر چلیں گے۔

* میرے نزدیک ایک اسلامک یونیورسٹی کے معنی یہ نہیں ہوسکتے کہ اس میں ایک شعبہ اسلامیات کا قائم کردیا جائے اور باقی شعبوں کا تصورِ اسلامی کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو۔



کراچی میں پندرہویں صدی ہجری کے موضوع پر
حکیم محمدسعید شام ہمدرد سے کلمات ابتدائیہ
ادا فرمارہے ہیں ـ محترم ڈاکٹر انصارزاہد خان
اور صدرمجلس محترم ڈاکٹرمعصوم علی ترمذی
سابق وائس چانسلر جامعہ کراچی تشریف فرما ہیں ـ

* مہمان مقرر نے بڑی جامعیت کے ساتھ یونیورسٹی ایجوکیشن پر کلام فرمایا ہے۔ میں اس میں ایک اضافہ کرنا چاہوں گا۔

—— یونیورسٹی ایجوکیشن کی ایک لازمی نہج تحقیق کاری ہونی ضروری ہے۔ یعنی PROMOTION RESEARCH ہم اس پر بہت کم —— نہ ہونے کے برابر —— توجہ دے رہے ہیں۔ اسلام نے تحقیق پر حددرجہ زور دیاہے۔ آج بھی تحقیق کا دَور ہے۔ فروغ تحقیق کا ماحول ہے۔ باور کرنا چاہیے کہ تحقیق اور تخلیق، کے بغیر نہ علم زندہ رہ سکتاہے نہ قومیں زندہ رہ سکتی ہیں ـ قوموں کی زندگی علم سے ہے۔ علم کی زندگی تحقیق سے ہے ـ

# ۱۵/ اگست ۱۹۸۶ء، جمعة المبارک

میرے گھٹنے میں شدید درد ہے۔ اب وقت نکال کر ایکسریز کرانا ہی ہوگا کہ آخر کیا صورت حال ہے۔ میری رائے تو یہی ہے کہ کوئی وتر/ رباط زخمی ہوا ہے اور زخم بھر نہیں رہا ہے۔ آج تو نماز میں بھی بیٹھنا مشکل ہوگیا ہے۔ اس کے باوجود میں نے اس کا علاج ٹینس سے کرنے کا فیصلہ کیا اور دوسیٹ ٹینس کے کھیل آیا ہوں ۔ اللہ مالک ہے!

## ہمدرد صحت

ہمدرد صحت کی ادارت میں نے ۱۹۳۰ء میں سنبھالی تھی۔اب ۱۹۸۶ء ہے۔ کم ازکم ۴۵ سال سے میں اسے مرتب کر رہا ہوں ۔ مگر خوش نہیں ہوں۔ جہاں تک مسائل صحت کا تعلق ہے ہمدرد صحت کو بلاشبہ حرف آخر کی حیثیت حاصل ہے۔ میں نے اس کے معیارات کو بلندتر رکھنے کی جدوجہد کی ہے، مگر اس کی اس حیثیت کی تسلیم میں اس کی اردو زبان مانع ہے اور دوسرا مانع یہ ہے کہ یہ ہمدرد کی خدمت ہے اور حکیم اس کا مدیر ہے۔ ہائے، وزارت صحت اس حادثے کو کیسے برداشت کرے ۔

عوام کا حال یہ ہے کہ ان میں ہنوز شعورحفظ صحت بلوغ کو نہیں پہنچا ہے۔ اس لیے ہمدرد صحت کی اشاعت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ پیغام صحت لوگوں تک نہیں پہنچتا۔ میں کبھی کبھی خاصا مایوس ہوجاتا ہوں،مگر خدمت سے منہ موڑنا میرا مزاج نہیں ۔ آج میں نے ہمدرد صحت کے لیے چودہ مضامین مرتب ومدون کیے ہیں۔صبح ۱۰ بجے سے ۶ بجے شام تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

## جہاں دوست

پرسوں ۱۳/ اگست ۱۹۸۶ء کو "جہاں دوست" کی اسمبلی میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ ایک ذیلی کمیٹی لائحہ عمل مرتب ومدون کرے۔ آج ۶ بجے شام

کو اس کا جلسہ میرے گھر ( ہمدرد ہاؤس ) میں ہوا ۔ برادر محترم حکیم محمد احسن، جناب محترم دوست محمد فیضی، عزیز محترم سرجن فرید الدین بقائی اور محبان محترم عارف دہلوی اور شیخ حسین احمد نے شرکت کی ۔ میٹنگ رات تقریباً نو بجے تک جاری رہی اور نہایت اہم فیصلے ہوئے ہیں کہ جو دوررس نتائج کے حامل ہوں گے ۔

## ۱۶ اگست ۱۹۸۶ء، ہفتہ

### قوانین آجر و اجیر

میں حسب معمول صبح عبادات اور مسجد میں باجماعت نماز فجر سے فراغت پاکر بجائے مطب جانے کے گھر آگیا۔ مجھے افسوس ہے کہ آج میرے مریض پریشان ہوں گے۔ پانچ روز کی مسلسل تعطیلات اور معاہدات کارکنان عزیز اور قوانین حکومت محترم انسانی احترام کے حامل نہیں ہیں۔ آج ہمدرد مطب کو کام کرنا چاہیے تھا۔ مطب ہسپتال ہے، تجارت گاہ نہیں ہے۔ اس ذیل میں قانون کو دانا و بینا ہونا چاہیے۔ پاکستان کے موجودہ قوانین آجر و اجیر غیر فطری ہیں اس لیے لازماً غیر شرعی اور غیر اخلاقی ہیں۔ ایسی ریاست جس کے لیے فلاحی اور اسلامی کا دعوا ہے وہاں اخلاق باختہ اور انسان سوز قوانین ہرگز گوارا نہیں ہوسکتے۔ اب تک جس قدر قوانین بنے ہیں ان میں غلاظت سیاست کارفرما رہی ہے۔ اچھا ہے کہ ان کو فطرت و شریعت کی لطافت دی جائے اور آجر کو اس کی ذمہ داریاں بتائی جائیں اور ضرورت ہو تو اس کے حالات دیکھ کر اجیر کی خوش حالی کے لیے قانون اسے دیے جائیں۔ اسی طرح اجیر کو فرائض آشنا کیا جائے۔ اس سلسلے میں میری کتاب "آجر و اجیر۔ تصور اسلامی" کو صاحبان فکر و نظر نے قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

ذہنی طور پر مجھے آج مریضوں کی خدمت کرنی چاہیے تھی۔ جب کسی دوسرے کام پر طبیعت قائم نہ ہوسکی تو میں ٹینس کھیلنے چلا گیا اور وہاں سے اپنے گھٹنے کے درد میں اضافہ کرلایا۔ کوئی ماہ سوا ماہ ہوگیا ہے۔ ٹینس کھیلتے ہوئے گھٹنے کا کوئی رباط (بندھن) مجروح ہوگیا ہے۔ اب تک اس میں درد باقی ہے اور ٹینس کھیلنے کے بعد اس میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ خاطر تو اس کی بہت کی ہے۔ گرم فومنٹیشن (سکائی) بھی کی ہے، خشک اور تر بھی۔ مالشیں بھی کی ہیں، پٹیاں بھی باندھی ہیں، مگر فرق نہیں ہوا ہے۔ وہ تو اچھا ہوا کہ کھیل کے دوران خاصی بوندیں پڑگئیں اور کھیل بند کرنا پڑا ورنہ آج تو گھٹنے کا حال یہ ہوتا کہ چلنا پھرنا ایک بار مشکل ہوجاتا!

## فرار سرمایہ

محترم جناب ڈاکٹر محبوب الحق صاحب اچھے صاف گو انسان ہیں۔ ان کی حق گوئی ان کو راس نہیں آئی ہے۔ ان کا مقابلہ اول و آخر ان حضرات گرامی سے ہے جن کو انگریزی میں بیوروکریٹس کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں ان سے وزارت خزانہ جرم حق گوئی میں گئی اور اب وہ اپنی منصوبہ بندی کی وزارت سے لاپروا نظر آتے ہیں۔ شاید ان کو حمایت دوستاں پر بھروسا ہے۔ ابھی کل پرسوں انہوں نے کہا ہے کہ "یاران میکدہ" غیر ملکی خریداریوں میں سالانہ کوئی چالیس ارب روپے "سنبھال" لیتے ہیں۔ دو تین سال پہلے انہوں نے یہ رقم کم بیان کی تھی۔ اس میں اضافہ ہوتا جارہا ہے اور اضافہ ہوتا جائے گا۔ اب تو "بگ بیجر پرائس" بقدر ایک فی صد معمول ہوگئی ہے جو کروڑھا روپے پر منتج ہوتی ہے۔ باقی ذرائع کم نہیں۔ ایک کابینہ کا ایک وزیر جب دست برد اور خرد برد کا یہ میزانیہ پیش کرتا ہے تو ایک آزاد اور جمہوری دنیا کا نظام حکومت ایسے الزام پر برقرار نہیں رہ سکتا اور ٹیکس دہندہ عوام کی طاقت انقلاب برپا کردیتی ہے۔ مگر یہاں ہم ایسے سنگین ملی حوادث کو ایک روغنی مسکراہٹ سے نظرانداز کردیتے ہیں۔ اب ذرا غور تو کیجیے ایک طرف تو حال یہ ہے کہ چالیس ارب روپے خرد برد ہورہے ہیں اور پاکستان میں نہیں، پاکستان سے باہر سوئس بنکوں میں جمع ہورہے ہیں اور دوسری طرف حال یہ ہے کہ جائز اور اکثر ناجائز ٹیکس لگائے جارہے ہیں اور خزانے کے بھیانک خلاؤں کو پر کرنے کے لیے حالات ظلم کی حدوں کو تجاوز کررہے ہیں۔ دوسری طرف حال یہ ہے کہ چالیس ارب روپے خرد برد ہورہے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ خرد برد کی رقوم جس قدر بڑھیں گی ٹیکسز میں اسی رفتار و مقدار سے اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ صورت حال یہ ہے کہ اب اس خرد برد میں تاجر اور صنعت کار بھی شریک ہورہا ہے اور وہ حالات پاکستان سے لاپروا اور مایوس ہوکر زیادہ سے زیادہ سرمایہ باہر بھیج رہا ہے۔ یاران میکدہ کا حال بھی یہی ہے کہ وہ ایک انقلاب کو واضح طور پر دیکھ رہے ہیں۔ وہ انقلاب کہ جو زندہ نہیں چھوڑ سکتا۔ اس لیے مستقبل بینی نے ان سفاکیوں میں اضافہ کردیا ہے۔ ہیئت اقتدار کو میں جانتا ہوں کہ وہ ان کی گرفت سے آزاد ہونے کی طاقت نہیں رکھتی، اور بعض حالات میں کہ جب وہ خود ہیئت اقتدار دیانت و امانت اور صداقت کے مرتبے پر فائز نہیں رہتی تو چالیس ارب اب پچاس ہوں گے۔

## بے مقصدی ۔ بے یقینی

اگر مسئلے پر احتیاط کا دامن پکڑا جائے تو مستقبل کے باب میں اس بے یقینی کی تہہ تک جانا ہوگا۔ اصل چیز مقصد ہے۔ جب مقصد نہ ہو تو یقین کی ضرورت باقی نہیں رہتی، اور جب مقصد نہ ہو تو عمل کا رخ متعین نہیں ہوسکتا۔ اس لیے بے راہ روی کا پیدا ہونا یقینی ہے۔ یہاں صورت حال یہ ہے کہ ہیئت اقتدار کا ہر رکن لامقصدیت، بے یقینی اور بے رخی کی گرفت میں ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ خود کے پیش نظر کوئی حیات بخش مقصود نہ رہے تو پہلے وہ نشاط کار بن جاتا ہے، اس کی دوسری منزل لذت اندوزی کی ہوتی ہے، پھر ہوس انگیزی اسے ٹھیرتی ہے اور بالآخر وہ معصیت کی دنیا میں قدم رکھ دیتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو تمام جرائم اس منزل میں داخل ہوکر پیدا ہوتے ہیں۔ افراد کے علی الرغم جب حیات اجتماعی کا کوئی مقصود نہ رہے تو موت وارد ہوجاتی ہے۔ یہ وہ منزل ہوتی ہے کہ غایت کی بصیرت خیرہ ہوجاتی ہے۔ نظام افکار کی روح فنا ہوجاتی ہے۔ تصور کائنات لایعنی قرار پاتا ہے اور فضائل اخلاق مسخ ہوجاتے ہیں۔

من حیث المجموع ہمارے ساتھ صورت حال یہی ہے اور پاکستان اس شدید بے یقینی اور بے مقصدی کی گرفت میں ہے۔

پاکستان کا محکمۂ ایکسائز اس پر اصرار کررہا ہے کہ شہد سامان عیش وعشرت ہے، کام و دہن کی لذت ہے اور اس لیے ٹیکس کے قابل ہے۔ ہمدرد دوقف، ان محکموں کی زد میں ہے۔ اگلا پچھلا ملاکر دس لاکھ روپے ٹیکس عاید کردیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ شہد شفاء اللناس ہے۔ دنیا بھر کا سائنسی اور طبی لٹریچر تائید قرآن حکیم میں شہد کو دوا ثابت کررہا ہے۔ مگر محکمہ ہائے ٹیکس کو خزانے کے گھر سے " چالیس اور بی " خلاء پر کرنے کے لیے رقم درکار ہے۔ یہ مسئلہ سائنسی بھی ہے اور طبی بھی اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اب یہ ایک شرعی مسئلہ ہے جس چیز کو قرآن دوا کہے اور محکمۂ ٹیکس اسے لذت کام ودہن کا عنوان دے اور قاضی اس پر غور کرنا طے کرے تو قرآن سے فرار کی ایسی مثال کو فقہاء کیا نام دیں گے؟۔

پاکستان میں نظام معاش و اقتصاد کے لیے حالات انتہائی نازک ہوچکے ہیں ۔ اس خرد برد اور بیرون ملک سرمایہ منتقل کرنے کا یہ سلسلہ ایک طرف اس بات کا غماز ہے کہ اہل وطن اور یاران میکدہ استحکم

ملک سے مایوس ہوچکے ہیں تو دوسری طرف یہ صورت حال اس کی مظہر ہے کہ ہم پاکستان دوستوں سے قطعی محروم ہوتے جارہے ہیں اور ہیئت اقتدار خود مغلوب ہوچکی ہے اور مایوس۔ یہ وہ ذلت ہے کہ وہ عوام اور وہ کروڑوں انسان کہ جو بہرحال پاکستان میں رہیں گے، بیدار ہوں اور اس صورت حال کے سدباب کے لیے مثبت اقدام کریں۔ یہ پاکستان دوست اداریے اس موضوع پر قومی مذاکرات کا اہتمام کریں اور صورت حال کا جائزہ لیں۔ ڈاکٹر محبوب الحق ان پاکستان دوستوں سے تعاون کریں اور مردِ میدان بننے کا اعزاز حاصل کریں۔

خبر گرم ہے کہ ایک گائے پچاس ہزار روپے میں فروخت ہوئی ہے۔ اس دوڑ میں اب معروف سرمایہ دار سے زیادہ مجہول یاران میکدہ کی شمولیت بھی ہوچکی ہے۔ اس سال قربانی کے جانور کی قیمت اس لیے زیادہ ہے کہ سرمایہ لاپروا ہوکر بہہ رہا ہے۔

## جناب محترم بروہی صاحب :

۱۰ بجے محترم جناب بروہی صاحب سے ملاقات کے لیے گیا تھا۔ ہمدرد یونی ورسٹی چارٹر کے باب میں ان سے تبادل خیال ہوا کہ جو نظام حکومت کی تبدیلی کے بعد تاخیر کی نذر ہوگیا ہے۔ جناب بروہی صاحب نے آئینی مشورہ دیا ہے اور آج طے پایا ہے کہ اس باب میں جناب محترم گورنر صاحب سندھ سے رابطہ قائم کرکے چارٹر وفاق کے بجائے صوبے سے لے لیا جائے۔

## ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ

آج میں نے ماہرین سے تبادل خیال کیا۔ میں نے ایک سال تک بڑی محنت کے بعد جو فارمولا مرتب کردیا ہے اس نے پیلو ٹوتھ پیسٹ کو لازماً مفید بنادیا ہے۔ میں اس میں اب صرف اس قدر تبدیلی کے لیے شاید تیار ہوں گا کہ اس کے اجزا کے معیارات کو بلند کروں۔ اجزا ساز ایک کمپنی سوئٹزرلینڈ میں ہے۔ میں نے ان سے رابطہ قائم کیا ہے۔ ان کے نمونے آئے ہیں، ان کو آج میں نے پرکھا ہے۔ ہاں یہ یقیناً بہترین ہیں، مگر یہ گراں ہیں۔ میں نے گرانی کو نظر انداز کرنے کا فیصلہ کردیا ہے۔

## ۱۷/ اگست ۱۹۸۶ء . اتوار

### عیدالاضحیٰ

شب گزشتہ میں سعادت اور عظمت بے حد اور رفعت بے حساب کا شدت سے آرزومند تھا اور متمنی۔ مگر شب گزشتہ تارتار ہوکر گزرگئی اور دیدار رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوسکا۔ اپنی قسمت کی یاوری نہ کرنے پر صبح آرزدہ اٹھا۔ غم ہجر سے خستہ حال ۔ بہ ایں ہمہ میں دنیا کے ان خوش قسمت انسانوں میں ہوں کہ کئی سال پہلے اس عظمت ورفعت سے مشرف ہوا تھا اور معزز۔ کراچی کا ہوائی میدان تھا۔ شخصیات اہم کی انتظارگاہ۔ کئی احباب حج بیت اللہ کو جارہے تھے۔ سب کے احرام بندھے ہوئے تھے۔ پیارے اور سچے دوست جسٹس ڈاکٹر ایس۔ اے رحمان (چیف جسٹس اوف پاکستان) بھی ان ہی خوش قسمتوں میں تھے۔ سب کو رخصت کیا اور بڑی زبردست تڑپ کے ساتھ گھر کو لوٹا تھا کہ میں کیوں ان سزاواران رحمت میں نہیں ہوں۔ وہی شب میرے لیے شب معراج بنی۔ میں نے حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور اعزاز۔ خوش نصیب ۔ پھرجب حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں بازوئے اقدس میں مجھے سمیٹ کر اپنے سینے سے مجھے لگایا اورفرمایا صراط مستقیم اختیارکرو۔ میری آنکھ کھل گئی ۔ زیارت سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم آخرشد!

نماز ادا کرکے میں نے بکثرت تلاوت قرآن پاک کی ۔ سورۃ المزمل اورالمدثر باربار پڑھتارہا۔ یہاں تک کہ نماز عیدالاضحیٰ کا وقت قریب آگیا۔ بچے عزیزان ہمدرد سب جمع ہوگئے۔ ہم سب مل کر نشتر پارک پہنچ گئے ۔

### پرتماشا نہ ہوا!

اعلان تھا کہ پاکستان پیپلزپارٹی کے تمام کارکن نشترپارک میں دوگانۂ عیدادا کریں گے اور بعد نماز احتجاجی مظاہرے ہوں گے۔

اورتو اور خود میں بھی سہما ہوا تھا۔ مگر نشتر پارک گئے تو وہاں ہو کا عالم تھا۔ چھوٹے سے شامیانے کے نیچے ہی نمازی جمع تھے۔ میں سوچتا رہا کہ پیپلز پارٹی کے جلسے جلوسوں میں تو ہزاروں لاکھوں لوگ جمع ہوجاتے ہیں مگر یہاں ؟

شاید یہ حضرات نماز نہیں پڑھتے !

## مصروفیات

دوگانۂ عید ادا کرکے قبرستان گیا۔ سوسائٹی قبرستان میں بہت سے عزیز آسودۂ خواب دائمی ہیں ۔ اب یہاں جگہ باقی نہیں رہی ہے۔ اسی لیے قبر کے نرخ یہاں بہت بڑھ چکے ہیں کیونکہ جگہیں اب پیدا کی جاتی ہیں ! یہاں میرے دوست اسماعیل ابراہیم چندریگر ( وزیراعظم پاکستان) بھی مدفون ہیں۔ ان کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لیے پہلے میں ہی جاتا ہوں ۔ ان کی اہلیہ اور بڑے بیٹے عبداللہ بھی ان کے دونوں پہلوؤں میں مدفون ہیں ۔ گلاب پاشی کرکے ان کے لیے دعائیں کرتا رہا۔ پھر اپنے دوست مولوی شمس الاسلام حقی اور ان کی بیگم شگفتہ بیگم کی قبروں پر گیا۔ وہاں ہی کھڑے ہوکر غائبانہ فاتحہ اپنے رفیق حکیم کبیر احمد کے لیے پڑھی ۔ پھر اپنے عزیزوں کے لیے فاتحہ پڑھیں ۔ آخر میں اپنی اہلیہ کی قبر پر آکر سانس لیا۔ اس عظیم خاتون کا میں اس کی زندگی میں احترام نہ کرسکا۔ یہاں جب آتا ہوں ان سے کہتا ہوں کہ وہ مجھے معاف کردیں ۔

## تبریک وتہنیت عید الاضحیٰ

سب سے پہلے فریدہ بھتیجی کے ہاں گیا۔ عزیزمن اعجاز حسین ان کے شوہر موجود نہ تھے۔ میں نے مزاحاً فریدہ سے کہا کہ نشتر پارک میں گیارہویں اعجاز میاں تھے کہ جو پیپلز پارٹی کے احتجاج میں شریک تھے۔ الحمدللہ برادرعزیز ڈاکٹر حافظ محمد الیاس تو اب الحاج ہیں ۔ ٦ ستمبر کو حج بیت اللہ سے مشرف ہوکر واپس ہوں گے۔ ان کے ہاں گیا تو دیکھا سب بخار میں پڑے تپ رہے ہیں ۔

گھر آیا تو بھائی حکیم محمد احسن صاحب اور ان کے صاحبزادے ڈاکٹر عباسی کو منتظر پایا۔ ان سے عید مل کر دل خوش ہوا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ گورنر صاحب سے بھی جاکر مل لینا چاہیے۔ وقت تو تھا۔ میں فوراً روانہ ہوگیا اور کل پر ملتوی نہیں کیا۔ عالی جناب گورنر

صاحب کے ہاں بہت سے احباب مل گئے۔ جناب جنرل جہاں داد خاں صاحب کو حسب معمول سراپا خلوص و انس پایا۔ ان سے مل کر دل خوش ہوتا ہے۔ تپاک سے ملے۔ میں نے پشتو میں عید کی مبارکباد دی۔ مزاج پرسی کی۔ ابھی ذرا دیر پہلے حکیم احسن صاحب سے سندھی بول کر آیا تھا۔

## بسلسلۂ دوستاں

گھر آیا۔ رات ۸½ بجے تک سلسلۂ آمد دوستاں جاری رہا۔ عید ملن جاری رہی۔ پھر میں اپنے مرحوم دوست جناب محترم میر لائق علی کے گھر گیا۔ یہاں دیکھا کہ عرصے کے بعد مرحوم کی اہلیہ کے گرد ان کی ساری اولاد جمع ہے۔ میں بھی گویا ان کے خاندان کا فرد ہوں۔ محفل میلاد گرم تھی۔ آخر میں سلام بر رحمت للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم سب کھانے پر جمع ہوگئے۔ ۱۱ بجے شب گھر آگیا۔

# ۱۸/ اگست ۱۹۸۶ء، پیر

## جو جاگت ہے سو پاوت ہے

نیند کے معاملے میں اب تک خوش قسمت ہوں۔ جب اور جتنا وقت میسر آجاتا ہے اطمینان سے سوجاتا ہوں۔ نہ کوئی موسم اور نہ کوئی مسکن۔ کوئی تکلیف، نہ تکلف۔ بھئی جتنی کوسے سے اٹھائی، بچھائی، دو تکیے جمائے، مطالعہ کیا اور سوگئے اور پھر شریفوں کی طرح صبح صادق کا استقبال کرنے کے لیے اٹھ بیٹھے۔ اللہ کا شکر ہے۔ والدۂ معظمہ اللہ بخشے فرمایا کرتی تھیں کہ سوکر اٹھو تو پہلے کلمۂ طیبہ تین بار پڑھو۔ اللہ کا شکر ادا کرو اور بستر کو پلک جھپکتے ہی خیر باد کہہ دو۔ ان کو اس سے چڑ تھی کہ آنکھ تو کھل گئی مگر بستر سے چمٹے ہوئے ہیں، لیٹے رہتے ہیں۔ ان کا ارشاد تھا جو سووت ہے سو کھووت ہے۔ جو جاگت ہے سو پاوت ہے۔ اٹھ جاگ، مسافر بھور بھئی اب رین کہاں! زندگی بھر یہ نقشہ دیکھا کہ رات جب سونے لگا تو والدۂ محترمہ کو جانماز پر دیکھا اور صبح جب اٹھا تو بھی وہ جانماز پر ہوتیں۔ اس معمول میں کبھی فرق نہ آیا۔

## حضرت مولانا الیاسؒ

بچپن کی عادتیں راسخ ہوجاتی ہیں۔ یہ ایسے معمولات زندگی بن جاتی ہیں۔ کیا مجال میں صبح کو بیدار ہوں اور کلمۂ طیبہ بلا ارادہ ورد زبان نہ ہو، روز صبح اپنی عظیم و شفیق والدہ کو اس طرح بھی یاد کرلیتا ہوں اور پھر یہ سوچتا ہوں کہ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کو کس قدر رنج تھا کہ مسلمانوں کی اکثریت صحت کے ساتھ کلمۂ طیبہ بھی نہیں پڑھ سکتی۔ ان کی جدوجہد سے تبلیغی جماعت اسی عنوان عالم وجود میں آئی اور آج وہ نہایت پاکیزہ تحریک بن گئی ہے۔

یاد آتا ہے کہ حضرت مولانا نے عظیم بستر علالت پر تھے، بھائی جان

محترم ان کی عیادت وعلاج کے لیے بستی نظام الدین اولیا کی مسجد میں تشریف لے گئے، میں ان کے ساتھ ، بستر نہ تھا، کھری چارپائی پر حضرت لیٹے تھے۔ کروٹ بدلی تو جلد مبارک پر چارپائی کے بان کے نقوش تھے۔ نقاہت تھی، میں ان سے زیادہ قریب ہوگیا۔ ان پر بے حد پیار آیا۔ میری عمر شاید ۱۲-۱۳ سال تھی ۔ وہ دن آج کا دن میں نے بستر تقریباً چھوڑ دیا ہے۔

حضرت محترم مولانا محمد یوسف صاحب جب قائد تبلیغی جماعت تھے ان کے ساتھ ۲۷ دن مکۃ المکرمہ اور مدینہ منورہ میں رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ عالم باعمل، زندگی کا لمحہ لمحہ تبلیغ کے لیے وقف۔ ان دنوں میں نے داڑھی بھی رکھ لی تھی ۔ گورنر مدینہ نے واپسی کا انتظام اس انداز سے کیا کہ جہاز نے مدینہ منورہ سے بغداد شریف پہنچادیا۔ یہاں اترا تو اسی شب انقلاب برپا ہوگیا۔ شاہ عراق قتل ہوئے۔ غارت گری کا بازار گرم ہوا۔ میں بہ مشکل یہاں سے نکل کر استنبول ( ترکی ) پہنچا، اور پھر پاکستان آیا۔

## ہائے مغرب کے دو اساز

دنیا دیکھ چکا ہوں اور دیکھے جارہا ہوں ۔ دنیا کیوں دیکھوں اپنا ملک دیکھوں ۔ یہاں لوگوں کی بڑی بھاری تعداد سونے کے لیے خواب آور گولیاں کھارہی ہے۔ مغرب ہو یا مشرق کوئی اس پر غور نہیں کررہا ہے کہ خواب آور گولیوں سے جو نیند لائی جاتی ہے حقیقی نیند سے اس کا کوئی واسطہ ہے نہ علاقہ۔ مصنوعی نیند ہے جو کسی طرح بھی تعمیر جسم نہیں کرسکتی ۔ خواب آور گولیوں سے بات چلی اور اب مسکنات تک نوبت پہنچی ۔ تلاش سکوں میں آج انسان سرگرداں ہے۔ لائف اسٹائل، طرز حیات ایسا بنا کہ آلام ومصائب کا پہاڑ ٹوٹا۔ پھر قناعت سے محرومی نے انسان کو طلب زر سے ہوس زر کی منزل میں لاکر کھڑا کردیا۔ اس کے لیے جو راستے اختیار کیے جاتے ہیں وہ ایذا رسانی، انسان سوزی اور اخلاق باختگی کی منزلوں سے گزرتے ہوئے بے ضمیری کی منزل کو پہنچا کرتے ہیں ۔ ایسے سارے انسان، ہوس زر کی مارے قوت گویائی کھودیا کرتے ہیں ۔ ضمیر خواہ کیسا ہی پامال ہو قدرت نے کبھی اس سے روشنی کا تار نہیں کاٹا ہے۔ جھٹکے تو لگتے ہی رہتے ہیں ان جھٹکوں کی جب تاب نہیں رہتی تو پھر انسان ان سے بھی نجات حاصل کرنا چاہتا ہے۔ یہاں اسے مسکنات کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس وقت ساری دنیا میں سب سے زیادہ جو چیز فروخت ہورہی ہے وہ خواب آور گولیاں ہیں اور سکون بخش ٹکیاں! مغرب کی دواساز فیکٹریاں اس عالمی فروخت پر چل رہی ہیں - جتنی تیزی سے یہ فیکٹریاں چل رہی ہیں، بڑھ رہی ہیں، اس سے بہ خوبی ہم جان سکتے ہیں کہ زر کی ہوسیں بڑھ رہی ہیں - لازمے کے طور پر ہوس زر اور ہوس زن ہم رکاب بھی ہوجاتے ہیں اور پھر ہوس زمین دور کھڑی تماش بین نہیں رہتی -

اب دنیا میں قیامت برپا ہے۔ "ز" کی حکمرانی ہے۔ خواب آور گولیوں کی ارزانی ہے، مسکنات کی فراوانی سے تلاش، سکون کو ہوا دی ہے۔ نوبت ہیروئن تک پہنچ چکی ہے۔ معاشرت و معیشت کے تانے بانے ٹوٹتے چلے جارہے ہیں - انجام سامنے آچکا ہے۔ مغرب نے مشرق کو منومات اور مسکنات دے کر سلادینے کا گناہ کیا تھا۔ وہ تو سو گیا۔ اب قدرت کے انتقام سے مغرب کیسے بچ سکتا ہے۔

میں چونکا، گھڑی پر نظر پڑی، نماز فجر میں تین منٹ رہ گئے ہیں۔ بھاگم بھاگ مسجد پہنچ گیا۔ نماز فجر باجماعت ادا کرکے اطمینان سے گھر آگیا۔ صبح چھ بجے کی خبریں سنیں اور پھر یکسو ہوکر بیٹھ گیا۔

## آؤ محبت کریں

ستمبر ۱۹۸۳ء میں استنبول (ترکی) میں قیام تھا۔ خیالات و افکار کی دنیا میں چلا گیا! طبیب ہوں جسم انسانی کے امراض پر نگاہ ہے تو قوم کا مرض بھی جانتا ہوں - ایک سال اخلاق پر پورے تسلسل کے ساتھ جاگو جگاؤ کرنے کے بعد جب مثبت نتائج سامنے آتے محسوس نہ ہوئے تو میں نے قوم کی خودی کو للکارا۔ اقبال کی خودی کو میں جانتا تھا مگر خودی کا تصور فکر اقبال سے کہیں زیادہ قدیم ہے اور علما وصلحا کا دل پسند موضوع رہا ہے۔ ہاں میں بڑے اطمینان کے ساتھ یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ پاکستان میں خودی کا ادراک وشعور مَیں نے جس شدت خلوص کے ساتھ پیدا کیا ہے مجھ سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا۔ اگر اس بات کو اس طرح کہہ لیا جائے تو بھی مبنی برصحت ہے کہ اقبال پر میں نے نہایت بنیادی کام کردیا ہے۔

ہاں تو بات یہ تھی کہ تحریک اخلاق اور شعور خودی کی پرجوش پیش رفت کے باوجود نتائج پر جب کیفیت اطمینان پیدا نہ ہوئی تو اب میں نے یہ فیصلہ کیا کہ افراد قوم میں باہمی محبت کی فضا قائم کرنے پر توجہ کی جائے۔ اس سے پہلے میں احترام کی تحریک کا آغاز

کرچکا تھا۔ استنبول میں میں نے گہرائی کے ساتھ اس پر غور کرکے ۱۹۸۵ء کے لیے "آؤ، محبت کریں "شام ہمدرد" کا موضوع فکر بنادیا اور پھر عنوانات فکر بھی قائم کردیے اور پاکستان واپس آتے ہی پاکستان میں صاحبان فضل وکمال کو اپنی تجویز سے آگاہ کرکے ان کو اس تحریک محبت میں شرکت کی دعوت دیدی ۔

## دعوت نامے کا فکری مضمون

فکر انسانی جب آوارہ ہوجاتی ہے اور اتنی آوارہ کہ رحمتوں کے شعور سے عاری اور برکتوں کے شمول سے محروم ہوجاتی ہے تو وہ روح فکر اس سے جدا ہوجاتی ہے کہ جو قلب انسانی کو تاباں اور منور رکھتی ہے اور ضمیر انسانی کو روشن اور زندہ رکھتی ہے۔ ایوان قلب میں جب اندھیرا چھاجاتاہے اور نور معرفت سے اس کا رشتہ منقطع ہوجاتا ہے تو بطنین قلب سے خلوص وانس رخصت ہوجاتے ہیں اور ادنیس قلب سے احترام ومحبت اٹھ جاتے ہیں، اور اس ہمہ جہت تاریکی و تیرگی میں جو جذبہ پروان چڑھتاہے اس کا نام نفرت ہے!

روح فکر کی الم ناک رحلت شیرازۂ ملل کے تاروپود بکھیر دیتی ہے اورحیات امم کے شب وروز کو سونا کردیتی ہے۔ پھر ان راج دہانیوں میں نفرت کی حکومتیں قائم ہوجایا کرتی ہیں اور ہرکارِ سار ملت کو پیمانہ ہائے نفرت سے ناپا جانے لگتاہے۔ اقوام و ملل کی زندگیوں میں ایسے تاریک ادوار آئے ہیں جو حکمرانئ روح فکر سے محرومی کی بنا پر ہمیشہ زوال اخلاق وکردار پر اور پھر زوال امت پر منتج ہوئے ہیں ۔

زوال اخلاق کے نتیجے میں آنے والے حالات کو چشم بصارت بردۂ افلاک میں دیکھ لیا کرتی ہے اور بازار نفرت کی ہنگامہ آرائیوں اور انسان سوزیوں کو بہ ہزار دوراندیشی ہرحساس انسان اپنے احساس وادراک کی گرفت میں لے لیتاہے اور پھر مردان حرِ بکمال حریت میدان عمل میں آکر نفرت کو مٹاکر اس دنیائے رنگ وبو میں محبت کا سامان کرنے کے لیے مستعد اور سینہ سپر ہوجایا کرتے ہیں ۔

۱۹۸۵ء کا پورا سال پشاور، راولپنڈی، لاہور اور کراچی میں " آؤ۔ محبت کریں " کا آوازہ بلند رہا۔ لاریب محبت کے لیے پاکستان میں اس سے راہ ہموار ہوئی ہے۔ ۱۹۸۵ء کے مقالات میں نے ہمدرد کی ڈائریکٹریٹ پروگرامس سے منگوالیے تھے۔ گزشتہ چار دن کی تعطیلات

میں، میں ان مقالات پر کام کرتا رہا اور آج صبح میں نے ان مقالات کو کتابی صورت دینے کا کام ہاتھ میں لے لیا۔ گو یہ مقالات پورے نہیں ہیں، بالخصوص صدارتی کلمات اکثروبیشتر تحریر میں نہیں ہیں مگر کیسٹ پر ہیں ۔ پھر بھی تقریباً پچاس مقالات ہیں ۔ میں جن کی طرح اس ترتیب وتدوین پر پل گیا۔ ایک ایک مقالہ نظرثانی کے لیے از اول تا آخر پڑھا اور بالآخر چودہ گھنٹے مسلسل کام کرکے آج " مقالات شام ہمدرد " مرتب کردیے اور کمپوزنگ وغیرہ کی پوری ہدایات تیار کردیں اور شعبۂ ادارت کو بھجوادیا۔

## ڈاکٹر انور دل

امریکا کی سان ڈیگان یونیورسٹی میں استاد لسانیات ہیں ۔ راولپنڈی میں بہ خلوص ڈاکٹر زماں ان سے شام ہمدرد میں ملاقات ہوئی ۔ میں نے شام ہمدرد میں ان کو موقع اظہار خیال دیا۔ اچھی باتیں کیں۔ پھر طے پایا کہ کراچی میں پیر ۱۸ اگست کو ملاقات ہوگی اور " نیپا " میں ان کی خطاطی کے نمونے دیکھوں گا۔ ابھی کام ختم کیا تھا، انگڑائی لی تھی کہ ٹیلی فون بجا۔ ڈاکٹر دل فرمارہے تھے میں آگیا ہوں ۔ مجھے وعدہ یاد آیا۔ میں خود تیار ہوکر نیپا پہنچ گیا۔ نیپا کے سابق ڈائریکٹر جناب افتخار عدنی صاحب کے ہاں مقیم ہیں ۔ افتخار صاحب نے " نیپا " میں جو خدمات سرانجام دی ہیں ۔ وہ قابل قدر ہیں ۔ عدنی ہمارے دوست مرحوم جی ۔ اے ۔ مدنی صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں اور جناب محترم نواب محمد اسماعیل خان کے صاحبزادے ،جن کا شمار بانیٔین پاکستان میں ہوتا ہے مگر ہم نے ان کو فراموش کردیا ہے۔ اگر وہ پاکستان آجاتے تو پہلے وزیراعظم شاید وہی ہوتے۔ اچھا تھا کہ عدنی صاحب کو " نیپا " کی مزید خدمت انجام دینے کا موقع مل جاتا۔

ڈاکٹر دل مدینہ منورہ میں روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئے اور وہاں سے خطاطی اسلامی کی رہنمائی لے کر اٹھے۔ آج ان کی خطاطی کے بکثرت نمونے دیکھے۔ میری عدم مہارت ان کی پوری داد دینے سے قاصر رہی ۔ اب اطمینان سے غور کروں گا۔

## جناب حافظ عتیق الرحمان

میرے رفیق ہیں ۔ ہمدرد کے ڈائریکٹر فائنانس ہیں ۔ صاحب دل

ہوکر اب صاحب فراش ہیں ۔ لاکھ سمجھایا کہ حافظ جی دفتری کام نہ کریں، معاونین بڑھائیں اور خود غور کریں، مگر پانچ سال سے ان سنی کرتے رہے۔ ورزش کرکے نہ دی، اصول حفظ صحت سے گویا لاپروا، بالآخر ہتھیار ڈال دیے۔ کئی دن ہوئے ہسپتال گیا تھا۔ ان سے میں نے کہا تھا کہ دواؤں پر سو فیصد تکیہ غلط ہوگا۔ ۷۵ فیصد معاملہ یہ ہے کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ زندگی یا سپردگی ۔ اگر زندہ رہنا ہے، اور دنیا چاہیے تو زندہ رہنے کا فیصلہ کرنا ہوگا۔ جس وقت پورے یقین و ایمان کے ساتھ زندہ رہنے کا فیصلہ کرلیا، قدرت کاملہ قلب کو مضبوط کردے گی ۔ آخر یہی تو وہ قدرت کاملہ ہے کہ جو شکم مادر میں سب سے پہلے جس عضو رئیس کو حرکت میں لاتی ہے وہ قلب ہے!

عیادت کے لیے گیا تھا۔ اچھے ہیں ۔ نماز عشا ادا کررہے تھے ۔ میں نے انتظار کیا اور پھر چند منٹ دل بڑھا کر اٹھ آیا۔

## جناب ڈاکٹر بقائی

سرجن بقائی مینہ کی طرح انتظار کررہے تھے۔ پونے دس بجے پہنچا۔ سیاست کا بازار گرم تھا۔ شدومد سے اظہار خیال ہورہا تھا۔ اب تو سیاسی باتیں کرتے ہوئے بھی دکھ ہونے لگا ہے۔ سارے مجلس غیر دل چسپ نہ تھی رات ½ ۱۱ بجے کھانے سے فارغ ہوئے۔ پھر میں اٹھ گیا۔ ۱۲ بجے گھر آیا۔ نماز عشاء ادا کرکے ذرا مطالعہ کیا۔ ایک بجے شب آرام سے سوگیا۔ آج تو بس تین گھنٹے سے کم ہی نیند نصیب ہوگی ۔

## ۱۹؍ اگست ۱۹۸۶ء۔ منگل

ابھی چار بجنے میں کئی منٹ باقی تھے کہ میں نہایت اطمینان سے جانماز پر آگیا۔ بس اطمینان کامل کا یہی وقت ہوتا ہے کہ دل و دماغ مرکزیت پر آجاتے ہیں اور انابت (رجوع الی اللہ) کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ جب اس پر قدرت حاصل ہوجائے اور معرفت کی راہ کھل جائے تو توفیقِ الٰہی ہے کہ آسمان و زمین جس طرف چاہے ضمیر متوجہ ہوجائے۔ شاید کوئی دس سال پہلے کی بات ہے کراچی کے ہوائی میدان پر پاکستان انٹرنیشنل ائرلائنز کی پرواز کا حسب معمول انتظار تھا۔ گھڑیاں مشکل کٹ رہی تھیں ۔ جناب محترم سروہی صاحب نے سوال کیا، " کیا صبح فکرو ذہن ساتوں پردے پھاڑ کر آفاق میں بار پالیتے ہیں؟"سروہی صاحب کے الفاظ یہ نہ تھے مگر ان کا مافی الضمیر یہی تھا ۔ الفاظ میرے ہیں جنہیں اظہار مفہوم کے لیے میں نے اختیار کیا ہے۔ میرا جواب ان معنی میں اثبات میں تھا کہ مجھے وحدت میں ذرہ برابر شبہ ہے نہ کوئی اشکال، اسی لیے راستۂ رسالت میں آخرت پر اپنے ایمان و ایقان میں کبھی کوئی تزلزل نہیں پاتا۔

### اللہ کی طرف رجوع کرنا

اللہ تعالٰی کی طرف رجوع کرنے کے معنی توبہ و استغفار بھی ہیں اور عمل میں اخلاص بھی -- وسوسے کے وقت فوراً بندے کا اللہ تعالٰی کی طرف متوجہ ہوجانا بھی اسی مفہوم میں آتا ہے۔

لیکن یہ صفت اس وقت پیدا ہوتی ہے کہ جب انسان اللہ تعالٰی کو پہچاننے کی پوری پوری کوشش کرے۔ اس کی سطوت وجلال کو نظروں میں رکھے، اس کی نشانیوں پر غوروفکر کرے۔ اس کی طرف رجوع کی صفت پیدا ہوگی اور اسی کو قرآن مجید میں انابت کہتے ہیں -

حارث محاسبی نے فرمایا کہ معرفت سے انابت پیدا ہوتی ہے۔ اس بات کی مزید تاکید ہوجاتی ہے جب کہ حارثہ بن سراقہ انصاری کے احوال ہمارے سامنے آتے ہیں -

حضرت انس رض روایت فرماتے ہیں کہ ایک دن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حارثہ رض سے ملے اور فرمایا اے حارثہ رض تم نے صبح کیسے کی؟ انھوں نے جواب دیا: میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے صبح کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذرا اچھی طرح غور کرلو کہ کیا کہتے ہو کیونکہ ہر بات کی حقیقت ہوتی ہے۔ حارثہ رض نے فرمایا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے دنیا سے ہاتھ دھویا، رات جاگ کر گزاری، دن میں پیاسا رہا تو محسوس کیا گویا کہ میں خود کو اپنے رب کے عرش پر صاف صاف دیکھ رہاہوں اور اہل جنت کو دیکھ رہاہوں کہ وہ آپس میں ملاقات کر رہے ہیں اور اہل جہنم کو دیکھ رہاہوں کہ کتوں کی طرح عو عو کررہے ہیں۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حارثہ رض تم کو معرفت حاصل ہوگئی، ثابت قدم رہو۔ پھر اصحاب صلی اللہ علیہ وسلم نے پسندیدگی سے فرمایا:

ترجمہ: حارثہ رض تو ایسے بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ایمان کی شمع روشن کردی ہے۔

قرآن مجید میں پندرہ جگہ انابۃ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا ذکر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو انبیاء ومرسلین کی طرف بلاتاہے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پیرووں کے متعلق فرماتا ہے:

ترجمہ: پس اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو و یک سو ہوکر اپنا رخ اس دین کی سمت میں جمادو، قائم ہوجاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیاہے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ساخت، بدلی نہیں جاسکتی یہی بالکل راست اور درست دین ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں۔ (قائم ہوجاؤ) اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہوئے ڈرو اس سے اور نماز قائم کرو اور نہ ہوجاؤ ان مشرکین میں سے۔

سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

ترجمہ: پلٹ آؤ اپنے رب کی طرف اور مطیع بن جاؤ اس کے قبل اس کے کہ تم پر عذاب آجائے اور پھر کہیں سے تمہیں مدد نہ مل سکے۔

سورہ لقمان میں ہے :

ترجمہ : مگر پیروی اس شخص کے راستہ کی کر جس نے میری طرف رجوع کیا ہے پھرتم سب کو پلٹنا میری ہی طرف ہےاس وقت میں تمہیں بتادوں گا کہ تم کیسے عمل کرتے رہے ہو۔

اللہ تعالٰی اپنے مقبول بندہ کو حکم کرتاہے کہ اس شخص کی راہ اختیار کریں جس نے اپنی اطاعت میں توحیدو اخلاص سے اللہ تعالٰی کی طرف رجوع کیا ہو۔ جو بھی انابت کرنے والے کی راہ اختیار کرتاہے وہ خود بھی منیب بن جاتا ہے۔ گویا اللہ تعالٰی نے فرمایا : انابت کا طریقہ اختیار کرو اور منیب ہوجاؤ۔ جس نے انابت جیسی صفت اختیار کی گویا اس نے انبیاء و رسل کی پیروی کی ۔ سورہ ہود میں اللہ تعالٰی نے حضرت ابراہیمؑ کی جانب سے فرمایا :

ترجمہ : حقیقت میں ابراہیمؑ بڑا حلیم اور نرم دل آدمی تھا اور ہرحال میں ہماری طرف رجوع کرتاتھا۔

حلیم وہ ہے جو کسی بھی بات پر فوری انتقام نہیں لیتا۔ اور اواہ وہ ہے جو گناہوں پر بے حد رنج وملال کرتاہے،لوگوں کی حالتوں پر افسوس کرتاہے، اللہ تعالٰی کے حضور گڑگڑاتاہے۔ ابراہیمؑ منیب تھے یعنی اللہ تعالٰی کی طرف خوب رجوع ہونے والے۔ سورہ ہود میں حضرت شعیبؑ کی جانب سے اللہ تعالٰی نے فرمایا :

ترجمہ : اس نے کہا اے برادران قوم! ذرا سوچو تو سہی کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک کھلی شہادت پرقائم تھا اور پھر اس نے اپنے ہاں سے مجھ کو اچھا رزق بھی عطا کیا ( تو اس کے بعد میں تمہاری گمراہیوں اور حرام خوریوں میں تمہارا شریک حال کیسے ہوسکتاہوں) اور میں ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ جن باتوں سے میں تم کوروکتا ہوں ان کا خود ارتکاب کروں ۔ میں تو اصلاح کرناچاہتا ہوں جہاں تک بھی میرا بس چلے اور یہ جو کچھ میں کرنا چاہتاہوں اس کا سارا انحصار اللہ تعالٰی کی توفیق پر ہے اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور ہرمعاملے میں اسی کی طرف میں رجوع کرتاہوں ۔

یعنی حسی ونفسی دونوں طریقوں سے میں اس کی طرف رجوع کرتا ہوں ۔ دنیا میں جو کچھ میرے ساتھ پیش آتاہے میں اس کو اسی کی طرف

رجوع کرتا ہوں اور اسی سے اپنے اعمال کا ثواب طلب کرتا ہوں میں تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا نہ تم سے مجھے ضرر کا خوف ہے اپنی اطاعت سے اللہ تعالیٰ کے حضور آتا ہوں اور اپنی توبہ سے اس سے رجوع کرتا ہوں ۔

سورہ ص میں حضرت سلیمانؑ کے متعلق فرمایا:

ترجمہ : اور دیکھو کہ سلیمانؑ کو بھی ہم نے آزمائش میں ڈالا اور اس کی کرسی پر ایک جسد ڈالا پھر اس نے رجوع کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اس کے بندوں کو بتادیں:

ترجمہ : تمہارے درمیان جس معاملے میں بھی اختلاف ہو اس کا فیصلہ کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ وہی اللہ میرا رب ہے، اسی پر میں نے بھروسا کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں ۔

یعنی میں تمام امور میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور ہر حال میں اسی طرف رجوع ہوتا ہوں ۔ انابت کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور استقامت کی علامت بتایا ہے اور غوروفکر کرنے والوں اور معرفت والوں کا امتیازی نشان جو حق کی آواز کو قبول کرتے ہیں ۔ سورہ رعد میں فرماتا ہے:

ترجمہ : یہ لوگ (جنھوں نے رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے سے انکار کردیا ہے) کہتے ہیں، "اس شخص پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اتری ۔" کہو اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کردیتا ہے اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اسی کو دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے ۔

ایسے ہی لوگ ہیں وہ جنھوں نے (اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو) مان لیا ہے اور ان کے دلوں کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا کرتا ہے پھر جن لوگوں نے دعوت حق کو مانا اور نیک عمل کیے وہ خوش نصیب ہیں اور ان کے لیے اچھا انجام ہے اسی مضمون کی اللہ تعالیٰ نے سورہ شوریٰ میں بڑی تاکید کی ہے:

ترجمہ : اس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جسے ( اے محمدصلی اللہ علیہ وسلم ) اب تمہاری طرف ہم نے وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے اور جس کی ہدایت ہم ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دے چکے ہیں ۔ اس تاکید کے ساتھ کہ قائم کرو اس دین کو اور اس میں متفرق نہ ہوجاؤ یہی بات ان مشرکین کو سخت ناگوار ہوئی ہے جس کی طرف (اے محمدصلی اللہ علیہ وسلم) تم انھیں دعوت دے رہے ہو اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنا کرلیتا ہے اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اسی کو دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے ۔

یعنی جو حق کو قبول کرتا اور دشمنی کو دل سے نکال پھینکتا ہے اسی لیے انابت غور خوض کرنے والے، نصیحت و عبرت حاصل کرنے والے کی صفت ہوئی ۔

سورہ غافر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ : وہی ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور آسمان سے تمہارے لیے رزق نازل کرتا ہے، مگر ان نشانیوں کے مشاہدے سے ) سبق صرف وہی شخص لیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہو ( پس اے رجوع کرنے والو) اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو اپنے دین کو اس کے لیے خالص کرکے ۔

سورہ ق میں فرمایا:

ترجمہ : اچھا تو کیا انھوں نے کبھی اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا؟ کس طرح ہم نے اسے بنایا اور آراستہ کیا اور اس میں کوئی رخنہ نہیں ہے اور زمین کو ہم نے بچھایا اور اس میں پہاڑ جمائے اور اس کے اندر ہر طرح کی خوش منظر نباتات اگادیں یہ ساری چیزیں آنکھیں کھولنے والی اور سبق دینے والی ہیں ہر اس بندے کے لیے جو ( حق کی طرف ) رجوع کرنے والا ہو۔

گویا انابت اللہ تعالیٰ کی سطوت وجلال کی آفاقی آیات پر دلالت کرتی ہے اور انابت اللہ تعالیٰ کے خوف سے پیدا ہوتی ہے ۔ خود قرآن مجید اہل تقویٰ کی خصوصیت یہ بیان فرماتا ہے کہ وہ اپنے رب

سے غائبانہ بھی ڈرتے ہیں اور ان کے دل اللہ تعالیٰ
کی طرف ہمیشہ رجوع رہتے ہیں ۔

سورہ ق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

ترجمہ   اور جنت متقین کے قریب لے آئی جائے گی کچھ بھی دور نہ ہوگی ارشاد، ہوگا یہ ہے وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہر اس شخص کے لیے جو بہت رجوع کرنے والا اور بڑی نگہداشت کرنے والا تھا جو بے دیکھے رحمٰن سے ڈرتا تھا اور جو دل گرویدہ لیے ہوئے آیا ہے ۔

جب انابت کسی کے دل کو آباد کردیتی ہے تو انسان عدل و انصاف کا راستہ اختیار کرلیتا ہے اور فوری طور پر حق کی طرف رجوع ہوجاتا ہے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کی ایک اعلا مثال بیان کی ہے:

ترجمہ : پھر تمھیں کچھ خبر پہنچی ہے ان مقدمے والوں کی جو دیوار چڑھ کر اس کے بالا خانے میں گھس آئے تھے جب وہ داؤدؑ کے پاس پہنچے تو وہ انہیں دیکھ کر گھبرا گیا اور انہوں نے کہا" ڈرئیے نہیں ہم دوفریق مقدمہ ہیں جن میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے آپ ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک حق کے ساتھ فیصلہ کردیجیے بے انصافی نہ کیجیے اور ہمیں راہ راست بتائیے یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک ہی دنبی ہے اس نے مجھ سے کہا کہ یہ ایک دنبی بھی میرے حوالہ کردے اور اس نے گفتگو میں مجھے دبالیا۔ داؤدؑ نے جواب دیا۔ اس شخص نے اپنی دنبیوں کے ساتھ تیری دنبی ملالینے کا مطالبہ کرکے یقیناً تجھ پر ظلم کیا اور واقعہ یہ ہے کہ مل جل کر ساتھ رہنے والے لوگ اکثر ایک دوسرے پر زیادتیاں کرتے رہتے ہیں بس وہی لوگ اس سے بچے ہوئے ہیں جو ایمان رکھتے اور عمل صالح کرتے ہیں اور ایسے لوگ کم ہی ہیں" ( یہ بات کہتے کہتے) داؤدؑ سمجھ گیا کہ یہ تو ہم نے دراصل اس کی آزمائش کی ہے چنانچہ اس نے اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گرگیا اور رجوع کرلیا تب ہم نے اس کا وہ قصور معاف کیا اور یقیناً ہمارے

یہاں اس کے لیے تقرب کا مقام اور بہتر انجام ہے۔

انابت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے سورہ زمر میں بڑی خوشخبری دی ہے:

ترجمہ : بخلاف اس کے جن لوگوں نے طاغوت کی بندگی سے اجتناب کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرلیا ان کے لیے خوشخبری ہے پس ( اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ) بشارت دے دو میرے ان بندوں کو جو بات کو غور سے سنتے ہیں اور اس کے بہترین پہلو کی پیروی کرتے ہیں ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت بخشی ہے اور یہی دانشمند ہیں ۔

بعض کا گمان ہے کہ انابت اور توبہ دونوں ایک ہی چیزیں ہیں لیکن انابت کا مقام توبہ کے بعد ہے اور توبہ انابت کی کنجی ہے۔

ابن قیم یہاں فرماتے ہیں :

ترجمہ : جس نے توبہ کی منزل میں قدم رکھا اور یہاں اپنے پیر جمالیے تو سمجھ لو کہ اسلام کے تمام مقامات طے کرلیے کیونکہ کامل توبہ کی یہی خصوصیت ہوتی ہے مقام توبہ میں قدم جم جانے کے بعد ہی انابت کی منزل آتی ہے۔

ابن قیم کا خیال ہے کہ انابت کی دو قسمیں ہیں:

انابت ربوبیت یعنی ساری مخلوقات کی انابت جس میں کافر اور مومن دونوں شامل ہیں نیکوکار اور سیہ کار دونوں کا دخل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

ترجمہ : لوگوں کا یہ حال ہے کہ جب انہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کی طرف رجوع کرکے اسے پکارتے ہیں ۔

ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے یہ بات عام ہے کہ اس کو مصیبت پہنچتی ہے ایسی انابت صرف اسلام ہی سے متعلق نہیں بلکہ شرک و کفر دونوں پر مشتمل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے متعلق فرمایا :

ترجمہ : پھر جب وہ کچھ اپنی رحمت کا ذائقہ انہیں چکھادیتا ہے تو یکایک ان میں سے کچھ لوگ شرک کرنے لگتے ہیں تاکہ ہمارے کئے ہوئے احسان کی ناشکری کریں ۔

انابت کے بعد ان کا یہی حال ہوجاتا ہے۔

دوسری انابت اس کے اولیاء کی انابت ہے اور یہ عبودیت و محبت کی انابت ہے جو چار باتوں پر مشتمل ہے۔ اس کی محبت، اس کے آگے جھکنا، اس کے سامنے آنا اور اس کے غیر سے منہ موڑلینا۔ اسم منیب کا کوئی مستحق ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ یہ چار صفات اس میں جمع نہ ہوجائیں۔

یہ بھی ممکن ہے کہ ہم انابت کو ایک دوسرے طریقہ سے سمجھائیں کہ ایک حقیقی اور سچی انابت ہے جس کو منیب چھوڑتا ہی نہیں اس کے برعکس ایک ظاہری انابت ہے جو جھوٹ اور غداری پر منحصر ہوتی ہے ایک کم ظرف انسان اس کو اختیار کرتا ہے جب اس کو کوئی تنگی پہنچتی ہے تو اپنے خالق کائنات کے حضور گڑگڑاتا ہے تاکہ فطرۃ یہ ظاہر کرے کہ وہ خالق، رزاق اور مددگار ہے جب وہ اپنی مراد کو پہنچتا ہے تو طوطا چشمی اختیار کرتا ہے اور اہل خسران میں سے ہوجاتا ہے یعنی ناکام ونامراد۔۔ سورہ زمر میں قرآن مجید نے اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے:

ترجمہ: انسان پر جب کوئی آفت آتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرکے اسے پکارتا ہے پھر جب اس کا رب اسے اپنی نعمت سے نواز دیتا ہے تو وہ اس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس پر وہ پہلے پکار رہا تھا اوردوسروں کو اللہ تعالٰی کا ہمسر ٹھیراتا ہے تاکہ اس کی راہ سے گمراہ کردے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کہو کہ تھوڑے دن اپنے کفر سے لطف اٹھالے یقیناً تو دوزخ میں جانے والا ہے۔

قرآن مجید نے بھی ان دو انابتوں یعنی جھوٹی اور سچی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ سورہ لقمان میں ہے:

ترجمہ: اور جب سمندر میں ایک موج ان لوگوں پر سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہے تو یہ اللہ تعالٰی کو پکارتے ہیں اپنے دین کو بالکل اسی کے لیے خالص کرکے پھر جب وہ بچاکر انہیں خشکی تک پہنچا دیتا ہے تو ان میں سے کوئی معتدل طریقہ اپناتا ہے اورہماری نشانیوں کا انکار نہیں کرتا مگرہر وہ شخص جو غدار اور ناشکرا ہے۔

قرآن مجید میں غدار اور انکاری کے لیے ختار کا لفظ آیا ہے۔ سورہ یونس میں جھوٹی انابت برتنے والوں کا اشارہ ملتا ہے:

ترجمہ : وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو تم کو خشکی اور تری میں چلاتا ہے چنانچہ جب تم کشتیوں میں سوار ہوکر باد موافق پر فرحاں وشاداں سفر کررہے ہوتے ہو اور پھر یکایک باد مخالف کا زور ہوتا ہے اور ہر طرف سے موجوں کے تھپیڑے لگتے ہیں اور مسافر سمجھ لیتے ہیں کہ طوفان میں گھرگئے اس وقت سب اپنے دین کو اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خالص کرکے اس سے دعائیں مانگتے ہیں کہ اگر تونے ہم کو اس بلا سے نجات دے دی تو ہم شکرگزار بندے بنیں گے۔ مگر جب وہ ان کو بچالیتا ہے تو پھر وہی لوگ حق سے منحرف ہوکر زمین میں بغاوت کرنے لگتے ہیں۔ لوگو! تمھاری یہ بغاوت الٹی تمھارے ہی خلاف پڑ رہی ہے دنیا کے چند روز مزے ہیں (لوٹ لو) پھر ہماری طرف تمھیں پلٹ کر آنا ہے اس وقت ہم تمھیں بتادیں گے کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو۔

صوفیا کا خیال ہے کہ انابت کے لیے تین باتوں کا ہونا ضروری ہے: اول نتائج سے باہر آنا اور یہ بات توبہ ہی سے ہوسکتی ہے جو بندہ اور اس کے رب کے درمیان ہوتی ہے اور حقوق کی ادائی سے جو مخلوقات سے متعلق ہوتی ہیں دوسرے لغزشوں سے روحانی اذیت ونفرت۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب گناہ یا خطا واقع ہو تو دلی تکلیف ہو اور قلب پاش پاش ہوجائے کیونکہ یہ رنج تو انابت ورجوعیت کی حجت ہوتا ہے۔ سنگدل وہی ہے جو گناہ کرکے بھی رنج محسوس نہیں کرتا کیونکہ اس کا دل مردہ ہوچکا ہے اور طبیعت فاسد ہوگئی ہے۔اسی طرح اپنے دوسرے مومن بھائی کی تکلیف سے بلبلا اٹھتا ہے جب کہ وہ گناہ کی زد میں ہوتا ہے۔ پھر یہی سیہ کار منیب کا درجہ اختیار کرلیتا ہے۔

تیسرے مافات کا حصول یعنی جو طاعتیں اور سعادتیں متروک ہوگئیں ان کا پھر سے احاطہ کرنا اور اعادہ کرلینا اور مردہ باتوں کو زندہ کرلینا اپنے اعمال صالحہ کے ذریعہ۔

ابن قیم یہاں فرماتے ہیں: انابت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اہل غفلت کے فعل کو معمولی نہ سمجھے اور اس سے خوف کھائے کہ یہ حالت بھی ایسی ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہے پھر تو خود بھی اپنے لیے رحمت کا امیدوار رہے اور ڈرتا رہے کہ غفلت برتنے والوں سے اللہ تعالیٰ کہیں انتقام نہ لے لیکن ان کے لیے رحمت کی امید رکھے اور ڈرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ کے انتقام میں نہ آجائے اگر ان پر خفگی

اور ان کی حالت کو معمولی اور حقیر سمجھنے کے سوا چارہ ہی نہ دیکھے کیونکہ ان کے احوال کا اس کو علم ہوگیا ہے اور عینی شہادت حاصل ہے تو پھر سارا غصہ اپنے نفس پر اتارے اور خود جتنی رحمت کا مستحق ہے اس سے زیادہ کی امید ان کے لیے رکھے۔

اسلاف میں سے بعض نے فرمایا: تم کو دین کی سمجھ کماحقہ حاصل نہیں ہوسکتی جب تک کہ لوگوں کے کرتوت سے خفگی کا اظہار نہ کرو۔ جس کو حقیقت خلق کا پتہ ہو وہ انسانیت کے دونوں پہلو پر نظر رکھتا ہے۔ ایک طرف لوگوں کے عجز و درماندگی، کمزوری اور قصور پر اس کی نگاہ ہوتی ہے تو دوسری طرف ان کا حقوق اللہ تعالیٰ کو ضائع کرنا ان میں کمی بیشی کرنا، غیر اللہ سے تعلق رکھنا، اور اللہ تعالیٰ کی عطا و بخشش کو اس فانی دنیا کے مقابلہ میں معمولی قیمت پر بیچ دینا۔

ان باتوں پر اسے یقیناً غصہ آئے گا، لیکن اگر وہ ساتھ ہی اپنے نفس کی طرف رجوع ہو کر اس کی کمزوریوں اور کوتاہیوں پر نظر کرے تو اسے نفس پر زیادہ غصہ آئے گا کہ وہ مستحق حقارت ہے۔ ایسا ہی شخص اصل فقیہ ہوگا۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو اس کی طرف رجوع ہونے والا بنادے اور میرے اندر یہ صفت پیدا کردے۔

## نماز فجر

نماز فجر کے لیے مسجد میں اس انداز سے داخل ہوا کہ جناب امام صاحب جان لیں کہ نماز فجر کا یہ ٹھیک مقررہ وقت ہے۔ میں نے خود پر یہ پابندی عائد کی ہے اور امام صاحب کی ایک ذمہ داری کم کردی ہے۔ باجماعت نماز ادا کی اور گھر آگیا۔

سگ محبت شعار ساتھ آیا اور ساتھ واپس ہوا۔ مجھے کتوں سے کوئی لگاؤ نہیں، ہاں بلیوں کا شیدائی ہوں۔ مگر یہ ایک کتا نہ جانے کہاں سے آگیا ہے اور دربدر اسے پسند آگیا ہے۔ اسے مار بھگانے کی ہر تدبیر ناکام ہوگئی ہے۔ اسے میرے ساتھ رہنے میں مزا آتا ہے۔

میرے عزیز از جان دوست جناب شعیب کہا کرتے تھے، "میرے ساتھ جو آیا وہ یا تو پاگل ہوکر بھاگ نکلا یا پھر پارس ہوگیا!" میں نے دیکھا کہ انسان تو میری بات کا پاس لحاظ نہیں کرتے، آج کتے سے میں نے یہی بات کہی کہ میرے ساتھ رہے تو دیوانے ہوجاؤ گے!

اس نے گویا بات سمجھ لی اور زیادہ سنبھل کر آہنی دروازے کے سامنے جم کر بیٹھ گیا! میں نے چوکی دار سے کہا، " خانم ڈسلوا سے کہو کتّے کو ناشتہ کرا دیں!

ایک ناشتہ ایک کھانا! ورنہ بہت سے انسانوں کی طرح یہ کتا بھی زیادہ کھاکر بیمار ہوجائے گا!

## جہاں دوست

چھے بجے صبح خبریں سن کر کام پر جم گیا۔ ۱۳/ اگست اور ۱۵/ اگست کو جہاں دوست کی دونوں میٹنگوں کی روداد لکھی۔ یہ میرے ۱۲ صفحات میں سمائی۔ ایسے کام تو میں بغیر تامل کرڈالتا ہوں، حوالوں کا تکلف مجھے درکار نہیں ہوتا۔ ہاں۔" مقاصد " پر مجھے آج پھر گہرائی میں جاکر غوروفکر کرنا پڑا۔ ۱۳/ اگست کو جو خیالات ابھرکر سامنے آئے تھے ان کو اپنے تحریر کردہ مقاصد میں پوری طرح سمو دینے کا کام آسان نہ تھا۔ بارے یہ کام ہوگیا۔ میں نے مکمل ہدایات دیدیں۔۔ یہ رپورٹیں میری عدم موجودگی میں اب جاری ہوجائیں گی۔

## پیش حرف

آٹھ بج کر دس منٹ تک انگریزی خبریں ختم کی تھیں کہ خانم ڈسلوا نمودار ہوگئیں۔ میں نے ان کو مشورہ دیا کہ وہ ۲/ ستمبر کو منّ لور (انڈیا) جانے سے قبل کتاب نذر سلیم (ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی) اس انداز سے مکمل کردیں کہ کتاب طباعت کے لیے دی جاسکے۔۔ انھوں نے پیش حرف کا فوراً مطالبہ کردیا۔ انٹروڈکشن تو ہوگیا ہے۔ ذرا طویل ہوگیا ہے۔۔ میں نے کہا کہ دس منٹ بعد پیش حرف لے لیں۔ اور میں نے ان کو دس منٹ میں دوصفحے لکھ کر دیدیے۔

## پیغام

مشرقی یورپ سے ایک دل چسپ خط آیا ہے، " تعلیم برائے امن " پر عالمی کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی ہے۔ جانتے ہیں میرے دوست کہ اب میں سفروں سے گھبراتا ہوں۔۔ گنجائش پیدا کردی کہ اگرنہ آسکیں توپیغام ضرور بھجوادیں۔۔ میں نے پیغام لکھ دیا ہے۔۔ درانئے انداز کا پیغام ہے۔ شاید روسی دوستوں کی خلائی طبع (SPACE TEMPERAMENT) پربار گزرے گا۔

*MESSAGE*

*"Peace" is the most sacred word central to the very existence of humanity, the very concept of honour and dignity and the vital ingredient of the grand edifice on which rests all morality. Without peace human life and existence would (itself) be at stake with no room for morality, nobility and righteousness to thrive or even survive. In such a turbulent state of affairs, the question arises, where shall peace prevail? And what really would the word 'peace' stand for when one sees the march of events in a spirit and manner rather alien to the status of human beings as bestowed on humanity by the Creator?*

*What I mean to say is that today the world at large has lost sight of morality as a code of conduct. The dignity of a human being as an individual and the human fraternity as a whole no longer remains the focus of contemporary society. This contemptible departure from basic moral ethics is eating into the vitals of the international social fabric and has culminated in the heinous activity of enslaving free human beings. It constitiutes immorality of the highest degree which the present era encounters and which, in fact, gives birth to all other evils and is responsible for landing humanity into abysmal ignominy.*

*Due respect to human beings and proper recognition of the high status of humanity at large are the pre-requisites which have to be surely met before proceeding to advocate peace so as to help create conditions conducive to such a drive. It is time that we took note of the startling fact that today human beings no longer love fellow human beings! And unless we love others how would we respect them? We, as such, cannot afford to forget that peace can only prevail under the umbrella of mutual trust, love and respect!*

*(Hakim Mohammed Said)*
*President*
*Hamdard Foundation Pakistan*

اس ماہ کے شروع میں سفر میں تھا۔ ۸ اگست کو ڈاک دیکھی تھی تو اس میں متعدد خطوط ایسے تھے کہ ان کو جوابات مجھے ہی لکھنے تھے۔ آج ۱۰ بجے تک یہ بار ذہن سے اتر گیا ہے۔ بس روس سے آمدہ ایک خط رہ گیا ہے۔ اس کا جواب وزارت خارجہ پاکستان سے مشورہ کرکے ہی لکھا جاسکے گا۔

## مزاج یاران وطن

اس بار پاکستان بھر میں لگاتار پانچ چھٹیاں ہوئی ہیں۔ پوری قوم تعمیر سے بے پروا مستقبل سے خاصی غافل نظر آتی ہے۔ میں نے ہمدرد کے ڈائریکٹر ایڈمنسٹریشن کو ایک نوٹ لکھاہے کہ آخر یہ کیا طریق کار ہے کہ پانچ دن تک مطب ہائے ہمدرد بھی بندہیں۔ آخر مریض کہاں جائیں گے۔ انہوں نے مجھے آج جواب دیا کہ کارکنان سے معاہدات اور حکومت کے قانون پابند کرتے ہیں کہ سب کاروبار بند رہے۔ میں نے فائل پر لکھا کہ " یہ معاہدات اور قوانین غیر انسانی ہیں "۔ آج ریڈیو پاکستان کے سلسلے میں مجھے فوراً ڈائریکٹریٹ انفرمیشن ہمدرد کی مدد کی ضرورت پڑی۔ معلوم ہوا کہ دفتر میں نہ ڈائریکٹر ہیں اور نہ ہی ڈپٹی ڈائریکٹر، دونوں اپنےگھروں میں ہیں ۔ غلطی سے ٹیلیفون ڈائریکٹر ریڈ کے ہاں مل گیا۔ ۹ بجے وہ بھی اپنے گھر پر ہی تھے۔ پھر تحقیق حال کی تو معلوم ہوا کہ ایک ڈائریکٹر ایڈمنسٹریشن تو ہیں باقی کوئی موجود نہیں ہے۔ $8\frac{1}{2}$ بجے ان سب کو آنا تھا۔ پھر پتہ چلا کہ کارکنان کی اکثریت غیر حاضر ہے۔ پانچ چھٹیوں کے بعد کسی کو خیال نہ درد کہ کام بھی کرنا چاہیے۔ میں نے کم ازکم ڈائریکٹروں کو ایک فوری نوٹ لکھ دیا ہے کہ میں آج کسی سے عید نہیں ملوں گا۔

## جناب گورنرصاحب

چند اہم مسائل تھے۔ سرفہرست ہمدرد یونیورسٹی چارٹر اور مدینۃ الحکمۃ جانے والی سڑک جس کا کوئی والی اور وارث نہیں ہے۔ گزشتہ ایک سال سے حکومت کا کوئی محکمہ اس سڑک کی ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ ہاں میونسپل کارپوریشن ۲۵ لاکھ روپے سالانہ چنگی لے کر ہضم کررہی ہے۔ مگر سڑک کی تعمیر یا مرمت اس کی بھی ذمہ داری نہیں ہے، حال آں کہ ۱۹۸۴ء تک چنگی ۴-۵ لاکھ تھی ، اب ۲۵ لاکھ کا ٹھیکا ہے۔

یہ چنگی ہمدرد دے رہا ہے جس نے مدینۃ الحکمۃ کی تعمیر کے لیے کروڑوں کا اثاثہ بھجوایا ہے۔ کراچی ڈیولپمنٹ اتھارٹی نے اپنی حدود میں مدینۃ الحکمۃ جانے کے لیے ایک سڑک تعمیر کرادی ہے۔ بے حد شکریہ اور کلمات خیر۔ آج میں نے جناب محترم گورنر صاحب سے درخواست کی ہے کہ اس سڑک پر توجہ فرمائیں۔۔ اب انشاءاللہ تعالیٰ یہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔ ہمدرد یونیورسٹی چارٹر کے لیے ان کو تمام صورت حال بتادی ہے۔

## ریڈیو پاکستان

"قرآن حکیم اور ہماری زندگی" میرے لیے نہایت اہم پروگرام ہے۔ میں جب ریڈیو اسٹیشن جاتا ہوں ۹ بجے کا وقت ہوتا ہے۔ اب اسے $\frac{1}{2}$ ۹ بجے کردیا گیا۔ آج ۱۰ بجے کردیا گیا۔ میں نے جانے سے معذرت چاہ لی ہے۔ میں یہ وقت خود کے لیے موزوں نہیں پاتا۔ بارے آج مجھے ریڈیو دوستوں کی ماننی پڑی ۔۔ سوا گیارہ بجے قرآن حکیم والی تقریر رکارڈ کرادی ہے اور پھر قرآن اور سائنس پر آدھے گھنٹے کے ایک مذاکرے میں شرکت کی اور تقریر اور سوال وجواب رکارڈ کرادیے ہیں۔۔ پیارے دوست جناب سلیم محمود صاحب صدر سپارکو بھی ساتھ تھے۔ دو طالب علم بھی تھے۔

## دفتر میں مصروفیات

$\frac{1}{2}$ ۱۲ بجے سے شام $\frac{1}{2}$ ۵ تک دفتر میں ہمہ دم اور ہمہ تن مصروف رہا، بکثرت فائل آئے اور بکثرت کارکنان برائے مشورہ آتے رہے۔

* علم الابدان کا فیصلہ کردیا ہے کہ اس کی جلد اول طباعت کے لیے دیدی جائے اور جلد دوم ستمبر میں طباعت کے لیے دی جائے گی۔ یہ میری تالیف ہے برائے نصاب تعلیم طب (قدیم وجدید) معاون: حکیم نعیم الدین زبیری اور حکیم مولوی قسیم الدین۔
* سالنامہ ہمدرد نونہال کے لیے آخری ہدایات دیدی ہیں۔ فلم کی کہانی وغیرہ میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں۔ تعداد ۶۰ ہزار کردی ہے۔ مگر مزید ۲۰ ہزار کے لیے پریس کو مستعد کردیا ہے۔
* کتاب النباتات دینوری ( مرتبہ حضرت محترم ڈاکٹر حمید اللہ)

کمپوز ہوکرمل گئی ہے۔ پانچ سو صفحات کی پروف ریڈنگ کے لیے حکیم صارم الازہری سے لاہور درخواست کی ہے۔ یہ کتاب ۳۰ اکتوبر تک بہ مناسبت چہارم کانفرنس عالمی طب اسلامی چھپنی ہے۔

* ایک دوست کو ایک ہزار کیلو خاص چاول بھجوانے کی ہدایات دے دی ہیں۔ پیرزادہ صدیقی کو تعمیرات مدینۃ الحکمۃ کے لیے ایک گھنٹہ تک تمام ہدایات دے دی ہیں۔

* محترمی جناب ڈاکٹر معین الحق صاحب کے مشورہ سے " روڈ ٹو پاکستان " کا ایک آخری خاکہ محترمی جناب شان الحق حقی صاحب کو تحریر کرنے کو دے دیا ہے۔۔ شان صاحب نے میری درخواست قبول فرمائی۔

## رخت سفر

گھر آکر نماز مغرب ادا کی اورکل ۱۵ روزہ سفر کےلیے رخت سفر باندھا۔ آدھ گھنٹے میں یہ کام ہوگیا۔ میرا سامان ہی کیا۔ چند کرتے پاجامے اور چند شیروانیاں بس، باقی کاغذات اور فائل جن کا وزن میرے کپڑوں سے بہرحال زیادہ ہوا کرتاہے۔

## ملاقاتی

کل تو میں تمام دن بند رہا۔ آج چند ملاقاتی آگئے۔ رات $8\frac{1}{2}$ بجے تک ان سے ملتا رہا۔ ان میں کنیڈا کےدوست معین صاحب کی اہلیہ بھی ہیں۔ ان کا اصرار ہے کہ ان کے ہاں اس بار قیام کروں۔ دیکھیے کب کنیڈا جانا ہوتاہے۔ فریدہ ( بھتیجی) اوران کے شوہربھی خداحافظ کہنے آئے تھے۔ حکیم یٰسین صاحب شام ہی کو چند منٹ مل گئے تھے۔

## عشائیہ

شب گزشتہ محترمی ڈاکٹر فریدالدین بقائی صاحب کے ہاں رات $11\frac{1}{2}$ بجے کھانا کھایا تھا۔۔ اب دوسرے دن رات کے ۹ بج رہے ہیں۔ کھانےکی میز پر آیا اور دن کو جو ناشتہ کیاتھا وہی منگواکر اطمینان سے نوش جان کرلیا۔۔ میں اکثر حالات میں جب کسی دوسری جگہ کھانا کھاتا ہوں تو دوسرے دن فاقہ کرلیتاہوں۔

# نواسیاں

تینوں نواسیاں اوپر آدھمکیں ۔ انہوں نے ناناجان کا سر دبایا پیر دبائے اور پھر نانا جان جو تمام دن مصروف رہ کر تھک گئے تھے سو گئے ۔

## ۲۰/ اگست ۱۹۸۶ء بدھ

## کراچی سے لندن

شب گزشتہ کئی دنوں کے بعد رات دس بجے سونا میسر آیا تھا۔ پانچ گھنٹے پورے ہوگئے اور تین بجے صبح آنکھ کھل گئی ۔۔ پھر سونے کا کیا سوال! اللہ کا شکر ادا کیا کہ پانچ گھنٹے آرام سے گہری نیند آئی اور صبح بیدار ہونا مقدر ہوا۔ اگر عام حالات ہوں تو پوری طرح تیار ہونے میں مجھے ۳۵ تا ۴۰ منٹ لگتے ہیں ۔۔ اٹھتے ہی سب سے پہلے صابن سے منہ دھونا ،کلیاں کرنا ، خلال کرنا ،دانت مانجھنا ، دو گلاس ٹھنڈا پانی نوش جاں کرنا۔ (دس منٹ) "خلانوردی" (۵ منٹ) شیو کرنا ، (چار پانچ منٹ) اب دو تین سال سے ایسا ہو رہا ہے کہ شیو کرتے وقت مجھے شرم آنے لگی ہے۔ مگر مجبوراً، بادل ناخواستہ ،شرم ساری کے ساتھ، اب شیو اس لیے کرتا ہوں کہ مجھے اس وقت کا انتظار ہے کہ حضرات علمائے کرام اپنے فکر و عمل سے مجھے صراط مستقیم دکھائیں ۔۔ شیو کے لیے میں مروجہ سوپ یا لیدر کریم وغیرہ کبھی استعمال نہیں کرتا۔ جس صابن سے منہ ہاتھ دھوتا ہوں اسی سے شیو بنا لیتا ہوں ۔ ایک بلیڈ بڑی آسانی سے پندرہ شیو بنا دیتا ہے۔ اپنی ذات پر یہ کوئی زیادہ خرچ نہیں، مگر پانچ منٹ جو صرف ہوتے ہیں میری زندگی کے ایسے اہم اور قیمتی ہیں کہ ان کے ضیاع کا مجھے ملال رہتا ہے۔ غسل پورے اطمینان سے کرتا ہوں ۔۔ اس میں دس منٹ لگ جاتے ہیں ۔ اس میں " فیس پالش " شامل ہے اور تیل کنگھا بھی ۔ پانچ منٹ بنیان، رومال اور موزے دھونے پر یومیہ صرف ہوتے ہیں ۔ لیکن جب میں ضرورت محسوس کرتا ہوں پندرہ منٹ بچا لیتا ہوں ۔ ۲۰۔ ۲۵ منٹ میں تیار ہو جاتا ہوں، مگر مجھے اب زیادہ شدت سے محسوس ہونے لگا ہے کہ پانی کو ضائع کرنا ایک گناہ ہے۔ یہ احساس شدید تر ہو رہا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر دریا کے کنارے بیٹھے ہو تو بھی پانی ضائع نہ کرو۔ کیا اہل اسلام کو اس سے زیادہ واضح اور معنی خیز کسی ہدایت کی حاجت ہو سکتی ہے؟ اسی شہر کراچی میں پانی کا توڑا ہے۔ بارہا دیکھا ہے کہ نواح کراچی میں بچے برتن بالٹیاں لیے قطار اندر قطار پانی کے

انتظار میں تلکے کے سامنے بہ ہزار یاس وحسرت کھڑے ہیں! میں یہ اخباری تصویر تراش کر اپنی تینوں نواسیوں کو دیتا رہتاہوں اور جب بھی موقع ملتاہے اس غربت اور نونہالان وطن کے اس حال زار سے ان کا بھی دل دکھانے کی کوشش کرتاہوں ۔ خود میں نے اب فوارے سے غسل ترک کردیاہے۔ گو میں ایسے غسل سے تازگی محسوس کرتا ہوں ۔ فوارے کی ضربیں میرے خفتہ وشکستہ اعصاب کو جگاکرسامان آسودگی کرتی ہیں ، مگر میں اس میں پانی کا حساب نہیں رکھ سکتا۔ اب میں نے ایک بالٹی مقرر کرلی ہے ناپ کر پانی لیتاہوں اور حساب رکھ کر غسل کرتاہوں ۔۔ پھر بعد میں جب خالی بالٹی پر نظر ڈالتاہوں ، اور ضرور ڈالتاہوں،تو وطن پاک کے ان معصوم نونہالوں کا خیال کرتا ہوں کہ جو پانی نہ آئے تو خالی بالٹیاں ہاتھوں میں لٹکائے اپنے جھونپڑوں جھگیوں میں لوٹ جاتے ہیں اور غریب ماں کےاس سوال کا کوئی جواب ان کے پاس نہیں ہوتا کہ " پانی نہیں ملا؟"

## ہمدردمرکز راولپنڈی

اب یہ فیصلہ کرلیاگیاہے کہ ہمدردمرکز راولپنڈی کےکانفرنس سینٹر کے استعمال کی برائے افادۂعام اجازت دے دی جائے۔اتنے بڑے مرکزکو اب بہرصورت شعری وادبی اور فکری وعلمی اجتماعات کے لیے استعمال ہونا چاہیے۔ یہاں عالمی کانفرنس بھی بڑی آسانی کے ساتھ ہوسکتی ہے۔ آڈیٹوریم تین سو نشستوں اور پچاس باپردہ خواتین کے لیے کافی ہے۔۔ سمعی وبصری آلات لگے ہوئے ہیں ۔۔ ائرکنڈیشنڈ ہے ۔ کیفے ٹیریا ہے ۔ لاؤنج ہے،کانفرنس کے مندوبین کے لیے وی آئی پی لاؤنج ہے۔ کمیٹی رومز ہیں، یہاں بڑی نمائشیں ہوسکتی ہیں ۔۔ غرض یہاں ہرنوع کا بڑا اجتماع ہوسکتاہے۔ شام ہمدرد اب یہیں ہوتی ہے۔ بچوں کے اجتماعات ہوتے ہیں ۔۔ مشاعرے ہوتے ہیں ۔ گزشتہ دنوں شاعرباکمال، ادیب بے مثال جناب فیض احمد فیض مرحوم کے احترام میں ایک بڑا اجتماع ہواتھا۔ آج صبح ہوائی میدان جانے سے پہلے میں نے اس مرکز کا تعارفی نوٹ تیار کردیاہے اور اسے سرکولیٹ کرنے کی ہدایات دے دی ہیں ۔

## تیار ہوتے ہوئے

صبح تیاری کے دوران کئی خیالات آئے۔ ان کو نوٹ کرکے متعلقہ

شعبوں کو بھجوانے کی ہدایت دے دی ہے۔ پانچ بجے تیار ہوکر سعدیہ بیٹی آگئیں اور پھر خانم ڈسلوا۔ ان کو بٹھایا۔ نمازفجرادا کی۔ پھر پانچ بج کر پندرہ منٹ پر نیچے آگیا۔ دونوں بڑی بہنیں تشریف فرما تھیں اور مجھے رخصت کرنے آئی تھیں ۔ ان سے ملا۔ درخواست دعا کی ۔ بڑی بہن تو اب کوئی بیاسی تراسی سال کی ہیں ۔ الحمدللہ اب تک اپنے کام خود کرتی ہیں ۔ اپنے کپڑے بھی سی لیتی ہیں، دھولیتی ہیں ۔ تہجدگزار ہیں ۔ روزے رکھتی ہیں ۔ تبلیغی اجتماعات میں بھی شرکت کرتی رہتی ہیں ۔ ان سے چھوٹی بہن جب بھی عید بقرعیدکو آجاتی ہیں گھر کی رونقیں بڑھ جاتی ہیں ۔ لوگ ان سے تنظیم سیکھ لیتے ہیں ۔

## ہوائی میدان پر

اللہ خوش رکھے جناب حامدحسین کو کہ میرے یہاں آنے سے پہلے سب کام تیار رکھتے ہیں ۔ میں آتاہوں اور ہوائی جہاز میں سوارہوجاتا ہوں ۔ گزشتہ ۲۵۔ ۳۰ سال سے حامد صاحب میرا بڑاہی خیال رکھتے ہیں۔ اب تک جتنی عالمی کانفرنسیں زیراہتمام ہمدرد ہوئی ہیں ہوائی میدان پر بہ حیثیت نگران استقبالیہ حامدحسین صاحب آئے ہیں یہ ہوں توکسی عالمی مہمان کو کوئی تکلیف ہو ہی نہیں سکتی ہے۔ پاکستان انٹرنیشنل میں سوار ہوگیا۔ گراؤنڈ سے ہوائی جہاز تک عملہ نہایت احترام سے پیش آیا۔ اب عملۂ پی آئی اے کا مزاج اچھاہے۔ مسافر بالعموم خوش رہتے ہیں ۔ گزشتہ دنوں نیلام گھر میں محترمی طارق عزیز صاحب نے پی ۔ آئی ۔ اے کی میزبان خواتین کو بلایاتھا۔ کسی نے مجھے بتایا تھا کہ ایک سوال کے جواب میں ایک میزبان خاتون نے شکایت کی کہ مسافر پینے کو پانی بہت مانگتے ہیں ۔ اچھا جواب نہ تھا۔

مجھے میری پسند کی نشست مل گئی ۔ یہاں میں بیٹھ کر کام کرسکتاہوں ۔ الحمدللہ جہاز میں آج " پڑوسی " اچھے تھے۔ ایک انگریز۔ ان سے جب تک تعارف نہ ہو زبان نہیں ہلاتے۔ ایک ملتان کے کوئی جوان امروز۔ انہوں نے مجھے ٹیلے وژن کے " چہرے " سے پہچان لیا۔ بڑے احترام سے پیش آئے۔ اپنی ڈائری میں غذائی ہدایات لکھنے کی خواہش ظاہر کی ۔

## ایک ناشتہ ایک کھانا

ظاہرہے کہ میں "ایک ناشتا۔ ایک کھانا" کی تلقین کے بغیر

اپنی بات کیسے پوری کرسکتا تھا! ان کی ڈائری میں میں نے یہ بھی لکھ دیا تھا کہ زیادہ کھانے والے کند ذہن ہوتے ہیں۔ اگر تعمیر دنیا مقصود ہے اور حفظ آخرت کرنی ہے تو جینے کے لیے کھانا چاہیے۔ کھانے کے لیے جینا مسلمانی نہیں! دکھ بس یہ ہے کہ آج کل ہم اس اندازفکر کا احترام نہیں کررہے ہیں۔ میں تو بڑی شدت کے ساتھ "اندرون ازطعام خالی دار تا نورمعرفت بینی" کا قائل ہوں اور حتی الامکان اس پر عمل کرتاہوں الحمدللہ!۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے انسان اشرف مخلوق کے لیے اس دنیا میں زندگی کے لیے اور اس کے آرام و آسائش کے لیے خزانہ ہائے فطرت کی ارزانی کی ہے۔ انسانی فطرت جس چیز کی متقاضی ہوسکتی ہے قدرت نے ارض پاکستان پر بھی اس کی فراہمی کا بھرپور نظام قائم کررکھا ہے۔ انسان کو عقل وفہم سے بہرہ ور کردیاہے اور خوب وناخوب کے درمیان حد فاصل قائم کرکے انسان کو اس سے آگہی بخش دی ہے، توازن اوراعتدال کو صراط مستقیم قرار دیاہے اور پھر خود اس کی اہمیت کو واضح کردیا ہے۔ فطرت سے بغاوت اور تعلیمات آفاقی سے گریز اور صرف نظر کے خطرات سے ہدایتہً اسے آگاہ کردیاگیا ہے۔ ایک ایسا معاشرہ کہ جس کی اساس و بنیاد تعلیمات آفاقی ہوں اور جس کے لیے شمع سنت رسولؐ فروزاں ہو، روحانیت کے تمام دروازے جس کے لیے وا ہوں، حدود بشریت جس سے مخفی نہ ہوں، اسے بہرنوع ایک مثالی معاشرہ ہونا چاہیے، اور اسے ایسا معاشرہ ہونا چاہیے کہ صفحہ ارض پر وہ ہر انسان کے لیے نمونۂ زندگی اور طریق حیات ہو۔

میں تو یہ کہتاہوں کہ اگر معاشرۂ پاکستان اس عظمت سے دور رہے اور مسلم پاکستان اس رفعت سے محروم ہوجائے تو باور کرنا چاہیے کہ ہم نے پاکستان کا احترام نہیں کیاہے اور اس کے وجود سے ذرہ برابر انصاف نہیں کیاہے۔

## کراچی سے لندن

سعید جوان تھا تو ایسا بھی تھا کہ لندن کے سال میں تین چار پھیرے ہوجایا کرتے تھے۔ ان دنوں میں لندن میں مطب کرتا تھا اور ہزارہا لوگوں کی یہاں خدمت کا شرف حاصل کرتاتھا۔ مگر اب وہ سلسلہ منقطع ہوگیا اور اب تو سچ یہ ہے کہ سفر سے میں اچھا خاصا گھبرانے لگاہوں۔ طبیعت کی یہ کیفیت اس لیے بھی بدلی ہے کہ مدینۃ الحکمۃ

جیسے منصوبے کو میری توجہ کی اب ہمہ وقت ضرورت ہے --

ایک تو ہوائی جہاز ایک گھنٹہ تاخیر سے چلا۔ جہاز میں ایک گھنٹہ بیٹھے رہنا ناگوار گزرا ہے۔ سواریوں کے انتظار میں جہاز کو دیر سے اڑانا زیادہ صحیح فیصلہ نہیں ہے۔ مگر ضرور کوئی شدید مجبوری ہوگی، اس لیے میں زیادہ الجھتا نہیں ہوں -- ایک فائدہ یہ ہوا کہ اخبارات کے گہرے مطالعے کا موقع مل گیا۔ بہت سی کام کی باتیں بھی مل گئیں --

فروری ۱۹۸۶ء کا میرا روزنامچہ جریدۂ ہمدرد میں برائے جوانِ امروز شائع ہوگیا ہے۔ اس کو اچھا خاصا پسند کیا گیا ہے۔ بہت عرصے سے اصرار ہے کہ میں اپنا روزنامچہ شائع کرنا شروع کردوں -- مگر ایسا ممکن نہیں -- اول تو اب مجھے اس قدر زیادہ تحریری کام ہے کہ روزنامچہ لکھنا بند ہی کردیا ہے۔ پھر میرا روزنامچہ فی الحال جوں کا توں شائع ہوگیا تو اس سے مسائل پیدا ہوں گے۔ حقائق کی برداشت کے لیے اور صداقت کی تلخیاں سہنے کے لیے فکر و مودت کی فضا ہمارے غیر شرعی معاشرے میں نہیں ہے۔ جس طرح بزرگانِ دین کی ناراضیاں بھی درجۂ دعا رکھتی ہیں اسی طرح میری تحریر بھی محبت سے خالی نہیں ہوسکتی -- اگر میں ناقدانہ رویہ اختیار کرتا ہوں تو اس میں محبت ہے اور وطن دوستی -- اسے سمجھنا چاہیے --

میں نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ میں اگست ۱۹۸۶ء کا اپنا روزنامچہ لکھوں گا اور اس لیے لکھوں گا کہ جوانِ امروز کو سمجھنا چاہیے کہ شب و روز گزارنے کے آداب کیا ہیں -- اب حال یہ ہے کہ ایک لفظ نہیں لکھا ہے اب تک -- آج ۲۰/ اگست ہے۔ بس اب یہ ۱۳ گھنٹے کا سفر ہے -- اس سے فائدہ اٹھاؤں گا، ایک دقیقہ فروگزاشت نہیں کروں گا اور یکم اگست سے اپنی یادداشت پر اپنا روزنامچہ انشاءاللہ لکھنا شروع کردوں گا--

شب گزشتہ میں نے کھانا نہیں کھایا تھا بس ناشتہ سا کرلیا تھا۔ ارادہ یہ تھا کہ آج جہاز میں ناشتہ کروں گا۔ ہوائی جہاز کے مطبخ سے خوشبوؤں کی لپٹیں آنی شروع ہوگئی تھیں، پھر جب ناشتہ آیا تو میں نے اپنی رال پر قابو پانے کا فیصلہ کیا اور ناشتہ واپس کردیا، اور پھر کاغذ قلم سنبھال کر تحریر روزنامچہ پر متوجہ ہوگیا، اور ایک رفتار سے ½۱۲ بجے تک لکھتا رہا-- ہوائی جہاز جس قدر بلندی پر تیز رفتار تھا میرا ذہن بھی اس سے آگے تھا۔ رفتار ذہن انسان کے آگے دنیا کی ہر رفتار مات ہے، جو خوش قسمت اپنے ذہن کو بیدار رکھ سکتے ہیں ان کی راہیں کبھی مسدود نہیں ہوا کرتیں -- آج ۲۰/ اگست

کو یکم اگست کے واقعات فکرو ذہن کے سامنے حاضر کرنا جن کو حاضر کیے بغیر کیسے ممکن تھا!

## بیٹی تم نے آج کیا پکایا ہے ؟

"ہو میزبان" (ایرہوسٹس) نے قریب آکر احترام سے سوال کیا: "سر آپ لنچ لینا پسند کریں گے؟" میں نے پوچھا "بیٹی تم نے آج کیا پکایا ہے؟" ہوا میزبان نے مسکراہٹ پر پورا قابو حاصل کرکے کہا: "پاکستانی اور انگلستانی دونوں قسم کا کھانا ہے" میں نے کہا مجھے جوس دے دیجیے اور چند بسکٹ، میں خالی پیٹ مزاجاً کوئی نمکین شے نہیں کھاسکتا" ہوا میزبان نے خود فیصلہ کیا اور صحیح کیا، انگلستانی کھانے کی ٹرے لاکر آہستہ سے رکھ دی۔ "میں جوس حاضر کرتی ہوں"۔ میرے مطلب کی کئی چیزیں تھیں ۔۔ سلاد، ڈنر رول، پیسٹری ۔۔ میں نے ان تینوں نعمتوں سے اپنی شدید بھوک کا علاج کیا! بھئی طبیب ہوں نا، علاج کا لفظ قلم سے نکل گیا، حالانکہ بات بھوک مٹانے کی تھی! مٹانا اچھا لفظ نہیں ہے، اسے صرف ظلم کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔ میرے لیے یہ ناشتہ کافی ہوگیا۔ چاول اور مرغ کو میں نے ہاتھ نہ لگایا۔ گوبڑی زور دار مہک آتی رہی مگر میں نے قابو پالیا اور اپنے ضمیر کو حد سے آگے جانے کی اجازت نہیں دی! عملۂ جہاز کو رحم آگیا! "ناشتہ بھی نہ کیا، اور آپ نے کھانا بھی نہ کھایا، حکیم صاحب ایک آم تو نوش فرما لیجیے"۔ بڑے پیار سے ایک کارکن لائے۔ آم کے ساتھ آڑو بھی تھا کیلا بھی ۔ میں نے اس حسن سلوک کا شکریہ ادا کرکے ایک کیلا اٹھا لیا ۔ میں نے کیلا کھانا جولائی ۱۹۸۳ سے ترک کردیا ہے۔ مگر ان کی خاطر اٹھالیا دل توڑنا اچھی بات نہیں ۔ آدھا کیلا خود کھایا اور آدھا اپنے پہلو میں بیٹھے ملتانی جوان کو پیش کردیا، اور پھر نمازظہر اشاروں سے ادا کرکے میں کام میں لگ گیا۔

## دل توڑنا اچھی بات نہیں

ایک بزرگ تھے بڑے اللہ والے، علاقے میں ان کے فیوض و برکات سے امن وسلامتی کا دور دورہ تھا، انسانیت اور شرافت، صداقت و دیانت کی حکمرانی تھی ۔۔ سچ ہے کہ اگر بڑے اچھے ہوں، صادق و امین ہوں تو اخلاق و اخلاص کی حکومت ہوجاتی ہے۔ علاقے کے ان بزرگ کے نور سے گھر گھر روشن

تھا۔ ایک معمر خاتون کے دل میں یہ بات آئی کہ وہ ان بزرگ کی دعوت کریں، مگر اس کا موقع نہ آتا تھا۔ بالآخر محترمہ نے شربت تیار کیا اور اس راہ پر جم گئیں جہاں سے بزرگ کا گزر ہوتا تھا۔ جب وہ گزرے تو محترمہ نے شربت پیش کیا " میری بہترین خواہش ہے، آرزو ہے اور تمنا کہ آپ میرے مہمان ہوں اور شربت نوش جان فرمائیں"۔ بزرگ تشریف فرما ہوئے، نہایت اطمینان سے شربت نوش فرمایا، دعائیں دیں، شکریہ ادا کیا اور تشریف لے گئے۔ راہ میں ان کے ساتھیوں نے سوال کیا۔ " حضرت آپ کا تو روزہ تھا، مگر آپ نے شربت نوش فرمالیا؟" جواب تھا! "میرا روزہ نفلی تھا، میں نے روزہ توڑ لیا۔ یہ آسان تھا، مگر میں کسی انسان کا دل نہیں توڑ سکتا تھا۔"

جہاز ساڑھے سات گھنٹوں کی اڑان کے بعد فرینکفرٹ ( جرمنی ) میں آکر رکا۔ بہت سے لوگ یہاں اتر گئے اور بہت سے باہر نکل گئے، میں لکھتا رہا۔ پھر جہاز اڑا اور کوئی ڈیڑھ گھنٹے بعد پیرس اتر گیا۔ اب میں نے ٹانگوں کو حرکت دینے کا فیصلہ کیا اور باہر چلا گیا۔ پیرس میری جانی بوجھی جگہ ہے۔ میں یہاں کوئی اجنبیت محسوس نہیں کرتا۔ بڑا دل چاہا کہ سفر منقطع کرکے یونیسکو چلا جاؤں اور یہاں اپنے دوستوں سے مل لوں ۔ مگر ایسا کیسے ہوتا! اب ۴۵ منٹ کی پرواز کے بعد لندن آگیا۔ یہاں مستعد عملۂ پی ۔ آئی ۔ اے نے میرا خوش دلی سے استقبال کیا۔ اکثر لوگ مجھے جانتے ہیں ۔ ان میں ایک جناب دین صاحب نے مجھے امیگریشن کے مراحل سے منٹوں میں گزار دیا۔ سامان کے انتظار میں مجھے دوسرے کئی دوستوں سے باتیں کرنے کا موقع مل گیا۔

## ہم پاکستانی

یہاں معلوم ہوا کہ سامان اس لیے نہیں آرہا ہے کہ پہلے اس سارے سامان پر کتوں کی یورش کرائی جاتی ہے۔ یہ کتے ہر سامان کو سونگھتے ہیں اور جہاں شبہ ہوتا ہے سیکورٹی کے آدمی" ماسٹر کی "سے سامان کھول کر چیک کر لیتے ہیں ۔ اس کے بعد سامان اندر آتا ہے۔ یہ "عمل احتیاط" پاکستانیوں کے سامان پر زیادہ برتا جاتا ہے۔ میں نے بڑے درد سے یہ کہانی سنی اور غم و افسوس سے نڈھال ہو کر باہر آگیا۔ میں نے سبز چینل سے گزرتے وقت ذہنی طور پر خود کو اس اہانت کے لیے بھی تیار کر لیا تھا کہ وہاں کا عملہ مجھے بے ایمان اور کاذب سمجھ کہ میں کسٹم بچا رہا ہوں ۔ مگر یہ حادثہ اس بار پیش نہ آیا اور میں

سزراہ سے " سرخ رو " باہر گیا! باہر آیا تو محترمی جناب نقوی صاحب اور ان کی اہلیہ، ان کے بچوں: اطہر اور باقر اور ان کی دلہن، محترمی جناب ڈاکٹر زوار زیدی اور ان کی عالم فاضل بیگم نے مجھے سنبھال لیا۔ ان کی مسکراہٹوں اور ان کی قلبی مسرتوں نے میرے دل کو تقویت بخشی، اس سے پہلے کہ مجھے فشارخون کی کمی چکر ادیتی! پاکستانی جو حرکتیں کرتے ہیں اور پاکستانیوں کے ساتھ لندن ہی کیا دنیا بھر میں جو سلوک ہورہا ہے میں اس کے غم کو کیسے برداشت کروں ؟

## یادماضی

لندن کے بازاروں سے موٹرکار گزرتی رہی اور مجھے پچھلی باتیں یاد آتی رہیں ۔ بہت سے دوست بھی یاد آئے۔ اپنے ہزارہا مریض بھی یاد آئے کہ جب دولت کدۂ نقوی طبی ہسپتال بن جاتا تھا! پارلیمان برطانیہ سے قریب سینٹ جیمس ہوٹل بھی یاد آیا جہاں لندن میں میں نے سب سے پہلے مطب ہمدرد قائم کیا تھا۔ عملہ ہوٹل کا یہ اصرار یاد آیا " ڈاکٹر سعید، آپ کے اس قدر ٹیلی فون آتے ہیں کہ ہم ان کو اٹنڈ کرنے سے معذرت خواہ ہیں، آپ اپنا اوپریٹر الگ رکھیے۔ پھر محترمہ بیگم نقوی کو شادباش کہ وہ برس ہابرس تک میرے مریضوں کے لیے وقت دیتی رہیں اور دوران مطب ان کو سنبھالتی تھیں ۔

## اعلا مثالیں ۔ وزارت صحت کا جائزہ

قلب یورپ، لندن میں میں نے طب مشرقی کے لیے اعلامثالیں قائم کی ہیں ۔ بعد نماز فجر آغاز مطب کرتا تھا، مغرب کے بعد بلکہ عشاء تک ختم کرتا تھا۔ ہزارہا مریض دیکھے، کسی سے ایک پینی فیس نہ لی۔ بلامعاوضہ ان کی خدمت کی ۔ ان کی چائے سے تواضع کرکے " نقویز " نے انتہائے خدمت مرضا کی ۔ میرے مطب میں مریضوں کا یہ ہجوم برطانیہ کی وزارت صحت کی توجہ کا مرکز بنا۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ برطانیہ کی " فری ہیلتھ سروس " چھوڑکر آخر حکیم سعید کے مطب میں مریض کیوں آتے ہیں؟ ان کا خیال تھا کہ یہاں " سیکس " کے مریض آتے ہوں گے۔ لندن کی فضا کو اتائی حکیموں (ہندی اور پاکستانی) نے خراب کردیا ہے۔ وہ ایک ہفتے میں جوان اور جوان تر بنانے کے دعاوی یہاں بھی کرتے رہتے ہیں ۔ برطانوی وزارت صحت نے مجھے بھی ایسا ہی حکیم

شمار کیا تھا۔

پھر مجھ سے درخواست کی گئی کہ اگر میں اجازت دوں تو برطانوی وزارت صحت کے دو کارکن مطب ہمدرد میں صبح سے آخر مطب تک بیٹھ کر جائزہ لیں گے۔ کمپیوٹر وغیرہ لائیں گے۔ میں نے بڑی خوشی سے ان کو اجازت دے دی اور انہوں نے کم و بیش چارسو مریضوں سے اپنا رکارڈ تیار کیا۔ ان دو دنوں میں مطب میں تین غیر ملکی سفیر بھی آئے تھے۔ کئی برطانوی نژاد مریض بھی تھے۔ کمپیوٹر نے بتایا کہ صرف ٦ فیصد "سیکس" کے مریض تھے اور باقی وہ تھے کہ جو برطانوی فری ہیلتھ سروس سے شفایاب نہیں ہوسکے تھے۔

## ڈاکٹر دیوس

نوٹنگھم یونیورسٹی کے ڈاکٹر دیوس ایشائی طب کے لیے وزارت صحت برطانیہ کی طرف سے محقق مقرر کیے گئے تھے۔ میں نے ان سے ان کی درخواست پر ملاقات کی تھی ۔ میں نے یہ سمجھا تھا کہ برطانیہ جیسا ملک کہ جہاں قانون اور اخلاق کی حکمرانی ہے اور انسانی حقوق کے تحفظ کا احترام بدرجۂ اولٰی ہے وہاں ڈاکٹر دیوس جیسے فاضل انسان کا تقرر فال نیک ہوگا اور انگلستان میں طب ایشیائی کے لیے اب سائنسی اقدامات ہوں گے۔ میری اس خوش فہمی نے مجھے اس کے لیے تیار کردیا کہ میں اس محقق کی مددکروں اور طب کے باب میں ان کی فکر و عمل کو صحیح رخ دوں ۔ میں نے اپنے خرچ پر ان کو پاکستان بلایا۔ ہندستان ہمدرد بھیجا اور ہزارہا روپیہ خرچ کیا اور طب کے گہرے مطالعے کا سامان کیا۔۔ اس دوران کہ ڈاکٹر دیوس ہمدرد ہاؤس میں مقیم تھے میری عزیز ازجان اور فخر خاندان ہمدرد، بھتیجی فاخرہ عالم زچگی میں اللہ تعالٰی کو پیاری ہوگئی ۔ ہم غم سے نڈھال تھے۔ مگر ہم نے ڈاکٹر دیوس کے پروگرام کو جاری رکھا۔۔ حیرت یہ رہی کہ دیوس نے فاخرہ کے مرنے پر تعزیت کا ایک لفظ نہ کہا!

## نوٹنگھم میں

دوسرے سال میں خود نوٹنگھم گیا، اور ورطۂ حیرت میں پڑگیا کہ ڈاکٹر دیوس جیسے مجھے جانتے ہی نہیں! ان کا سلوک انتہائی غیریت کا تھا، غیرت کا اس میں کوئی شائبہ نہ تھا۔۔ میں ایسے حالات کو برداشت نہیں کرتا ہوں ۔ مگر طب کی خاطر میں دیوس کے ساتھ بیٹھ گیا...تبادل

خیال کیا۔ میرے مشورہ کے نکات یہ تھے :

* تم طب ایشیائی کو برطانیہ کے ایشیائی اور افریقی لوگوں کے ذہن سے کبھی خارج نہیں کرسکو گے ۔
* تم ان کو چین وہند اور پاکستان سے دوائیں منگوانے سے کبھی نہیں روک سکوگے ۔
* تمہارے لیے مناسب ہے کہ تم ایک قانون طب وضع کرو ۔ دواسازی کے لیے ایک دستور کی تشکیل کرو اور برطانیہ میں قوانین کے تحت طب کی پریکٹس کی اجازت دو ۔
* مستقبل نباتات کا ہے۔ تم نباتات کے لیے راہوں کو ہموار کردو اور اپنے انسٹی ٹیوٹ میں تحقیقات کا مرکز بناؤ۔

ڈاکٹر ڈیوس سے تبادل خیال ختم ہوا ۔ اس نے چائے کی ایک پیالی بھی پیش نہ کی اور میں بذریعہ ریل لندن واپس آگیا ۔ تکلفاً ڈاکٹر ڈیوس کے معاون اسلم صاحب چھوڑنے آگئے تھے۔ دوران گفتگو مجھے یہ اندازہ ہوگیا کہ ڈیوس کو طب ایشیائی سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ پاکستان ہندستان کی سیر وہ کرچکے ہیں ۔۔ ایک بات جس سے ماتھا ٹھنکا وہ یہ ہے کہ ڈاکٹر ڈیوس اور ان کے رفیق، ایک پاکستانی ڈاکٹر لندن میں میرے مطب کے خلاف ہیں ۔ باوجودیکہ کمپیوٹر رپورٹ میرے حق میں تھی اور بےحد قابل غور تھی ۔۔ ان کو اپنی رپورٹ مطب ایشیا کے خلاف تیار کرنی تھی ۔ اس کی تائید اس سے ہوئی کہ ان کے پاکستانی نائب نے نوٹنگھم ریلوے اسٹیشن پر مجھے مشورہ دیا کہ مطب ہمدرد کی دوائیں خطرے میں ہیں، وزارت صحت برطانیہ کے عمال کسی بھی دن حملہ کرکے ان دواؤں کو دریائے ٹیمز میں غرق کردیں گے۔ یہ نقصان ہوگا۔ ان کے لیے یہ مناسب ہے کہ تمام دوائیں نوٹنگھم یونیورسٹی کو عطیہ کردیجیے تاکہ ریسرچ کا کام ہوسکے ۔

یہ دوائیں ۱۵۔۔ ۱۶ ہزار پاؤنڈ قیمت کی تھیں !

## ایک اور حادثہ ! گارجین میں خبر !

برطانیہ کے مشہور اخبار " گارجین " میں ایک خبر شائع ہوئی کہ حکیم محمد سعید پاکستان سے لندن آئے ہیں ۔ ہلٹن ہوٹل میں قیام کرتے ہیں ۔ ہر مریض سے دو سو پاؤنڈ فیس لیتے ہیں وغیرہ ۔ اس جھوٹی خبر کی اشاعت پر جناب محترم اے ۔ کے۔ بروہی صاحب نے گارجین لندن کے

ایڈیٹر اور پبلشر کو قانونی نوٹس دیا۔ گارجین نے بالآخر معافی نامہ لکھا۔ جناب بروہی صاحب نے مجھ سے سوال کیا۔" معاوضہ کی رقم چاہیے (ایک لاکھ پاؤنڈ ) یا اخبار میں تردید؟" میں نے کہا کہ میں گارجین میں معافی نامۂ مدیر کی اشاعت کو زیادہ اہمیت دیتا ہوں ۔ایک لاکھ پاؤنڈ اگر لوں گا تو وقارطب مجروح ہوجائے گا۔ گارجین کو میں نے معاف کردیا اور پھر اس نے گارجین میں معافہ نامہ چھاپا۔ میں نے طب کا وقار بلندتر کردیا ۔

قرائن یہ کہتے ہیں کہ یہ خبر نوٹنگھم میں گھڑی گئی ۔گارجین نے ایک موقر ذریعہ کوسچ سمجھ کر شائع کی اور مشکل میں پھنس گیا۔

ان حالات میں میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے لندن میں مطب ختم کردینا چاہیے۔ میرے اس فیصلے سے مریضوں کو سخت صدمہ ہوا۔

## بی بی سی ٹیلی وژن سے معذرت

مجھے بی بی سی ٹیلی وژن نے دعوت دی کہ میں طب ایشیائی پروگرام میں حصّہ لوں اور "ایکسکلوسیو انٹرویو" دوں ۔ ان کی ایک پروڈیوسر کراچی تک آئیں ۔ مگر میں جب یہ جانتا ہوں کہ وزارت صحت برطانیہ طب کے باب میں دیانت دار نہیں ہے تو بی ۔ بی ۔ سی ۔ ٹیلی وژن کا پروگرام مؤثر نہیں ہوسکتا تھا۔ میں نے ہربار معذرت کرلی ۔

## پروگرامس

نقوی صاحب کے ہاں میرا قیام ہے۔ ڈاکٹر زوارزیدی صاحب محترم بھی تشریف لے آئے اور پھر ان کی معیت میں میں نے اپنے پروگراموں کو حتمی صورت دے دی ۔ اب ۳۰ اگست تک مصروفیتیں ہی مصروفیتیں ہیں اور میں ہوں ۔

## مقاصد سفر

میرا لندن،کیمبرج اور اوکسفرڈ اور پھر ڈسلڈورف ، فرینکفرٹ اور ٹیوبنگن کا دورہ کئی مقاصد کا حامل ہے :

* لندن میں ہمدردیونیورسٹی لائبریری کے لیے ماہرانہ مشورے اور ایک ماہرکومدینۃ الحکمۃ میں آکر ترتیب و تدوین لائبریری کی

دعوت دینا۔

* ہمدرد لائبریری کے لیے ضروری سامان کا مطالعہ اورخریداری کا فیصلہ ۔

* کیمبرج میں ماہرین سے ملاقات ۔ بچوں کے ایک نئے پارک کا معائنہ ۔ وغیرہ ۔

* اوکسفرڈ سنٹر فار اسلامک اسٹڈیز کی مجلس امنا کی میٹنگ میں شرکت ۔

* ڈوسلڈوف ( جرمنی ) میں انٹرنیشنل کانفرنس ان دی ہسٹری اوف میڈیسن میں شرکت ۔

* فرینکفرٹ میں اپنے مرحوم دوست ولی ہارٹز کےانسٹی ٹیوٹ میں حاضری اور ڈاکٹر فواد سیزگن کا قائم کردہ مطالعہ اسلامی انسٹی ٹیوٹ دیکھنا۔

* ٹیوبنگن میں ماہرین سے ملاقاتیں اور مدینۃ الحکمت میں ایک ایڈوانسڈ انسٹی ٹیوٹ کے قیام کے لیے تبادل خیال ۔

محترمہ بیگم نقوی نے حسب معمول عمدہ کھانا پکایا۔ رات دس بج گئے۔ میری گھڑی میں پاکستان کے رات کے دو بجے ہیں ۔۔اب تک میں ۲۳ گھنٹے مصروف رہا ہوں !

## ۲۱/ اگست ۱۹۸۶ء، جمعرات

### لندن

گو شب گزشتہ جب سونے کے لیے لیٹا تھا اس وقت میں تقریباً ۲۴ گھنٹے مسلسل جاگ چکا تھا اور مصروف رہا تھا اس کے باوجود صبح چار بجے بیدار ہوگیا اور پھر تیار ہوکر مصروف عبادت ہوگیا ۔لندن میں صبح پانچ بجے فجر کا وقت ہوتا ہے شب گزشتہ عشا میں اس پر اطمینان نہ تھا کہ رخ قبلہ درست ہے۔ صبح میں نے اپنے قبلہ نما ( کمپاس ) سے چیک کیا رخ صحیح نہ تھا۔ اسے درست کرکے نماز فجر ادا کی، اور پھر تلاوت قرآن حکیم ۔ کسلمندی خاصی غالب آئی ۔ بستر میں دراز ہوگیا ۔ محترمی نقوی صاحب تشریف لائے۔ ان سے باتیں کرتا رہا۔ دیکھا کہ وہ بھی غنودگی میں ہیں ۔ میں نے بھی آنکھیں موندلیں اور پھر واقعی سوگیا۔ ایک گھنٹہ بڑی گہری نیند آگئی ۔

### معذورین سے تعاون

آج صبح جناب نقوی صاحب سے ان کے ایک عزیز کا ذکر آیا۔انہوں نے بتایا کہ فالج گرا ہے، معذور ہوگئے ہیں ۔ گھر میں پڑے ہیں ۔ دونوں بچے چھوٹے ہیں ۔۔ دکان بند پڑی ہے ۔ کاربار ختم ہوگیا ہے۔ اہلیہ کو کوئی تجربہ نہیں ہے۔ پھر کیسے گزر ہورہی ہے؟میرے سوال کا جواب یہ تھا کہ حکومت برطانیہ نے ایسے معذوروں کی ذمہ داری قبول کی ہوئی ہے۔ ان عزیز کو اس وقت چارسو پاؤنڈ ماہانہ حکومت کی طرف سے مل رہاہے اور مکان کا کرایہ بھی حکومت ادا کرتی ہے۔ دکان کا کرایہ مالک جائداد کو حکومت کی طرف سے پہنچ جاتاہے۔بچوں کی تعلیم کا بھی انتظام ہے۔ علاج معالجہ سب کا سب بلاقیمت ہے۔

معذورین ہرجگہ ہوتے ہیں۔۔برطانیہ میں بھی معذورین ہیں۔۔یہاں ان سب کی ذمہ دار حکومت ہے۔ ان سب کو حکومت پالتی ہے،معذورین کی کفالت حکومت کی ذمہ داری ہے،اور وہ اس ذمہ داری کو بہ طریق احسن پورا کرتی ہے۔ حکومت برطانیہ کے نظام معاشرت ومعیشت میں اس کا بدرجۂ اتم انتظام وانصرام موجود ہے ۔

## ہمدرد یونیورسٹی لائبریری : جدوجہد

الحمدللہ اس لائبریری کی منصوبہ بندی، اس کی تشکیل وتکمیل پر میری پوری توجہات مرکوز ہیں ۔ اگر معمار پابند اخلاق ہوتے اور معاہدے کے مطابق ستمبر میں عمارت تیار کردیتے تو ۱۹۸۷ء کے شروع میں پاکستان کی یہ عظیم لائبریری اپنے وجود کا اعلان کردیتی ۔ مگر میں مجبور ہوں اور تاخیر برداشت کررہا ہوں ۔ ہمارے اب حالات قابو میں ہیں توقع ہے کہ دسمبر کے آخر تک پہلا مرحلہ ختم ہوجائے گا ۔ اس کے بعد ترتیب وتدوین کے لیے کم ازکم چار مہینے درکار ہوں گے ۔

آج کا تمام دن میں نے لائبریری کے فرنیچر ڈزائنوں کے انتخاب پر صرف کیا ۔ انگلستان میں دو نہایت وقیع ادارے ہیں کہ جو اس میدان میں وسیع تجربہ رکھتے ہیں ۔ ایک لبراکو (LIBRACO) اور دوسرا بومیفا (BOMEFA) دونوں لندن میں ہیں مگر لندن ہی میں ایسے فاصلے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے ۔ ہم اپنے مرکز سے روانہ ہوکر پورے ڈیڑھ گھنٹے میں لبراکو تک رسائی حاصل کرسکے ۔ ہم ساؤتھ ویسٹ لندن میں ہیں ۔ لبراکو ساؤتھ ایسٹ میں ۔ ہمارے پہنچ گئے ۔ وہاں جناب ایم ایس ہیٹرنگ ہمارے منتظر تھے ۔ علیک سلیک کے بعد ان سے بڑی تفصیل سے تبادل خیال ہوا ۔ ان کو کنگ عبدالعزیز یونی ورسٹی جدہ اور پھر ریاض کی لائبریری کا تجربہ ہے ۔ منصوبہ بندی اور فرنیچرسازی نیز فراہمی ان ہی کے ذریعہ سے ہوئی ۔ ایک گھنٹہ تبادل خیال کے بعد میں نے یہ بات واضح کردی ہے کہ فرنیچر پاکستان ہی میں بنے گا ۔ پاکستان میں اب تمام چیزیں میسر ہیں ۔ وہاں تجربات کی روشنی میں تمام فرنیچر کا ڈزائن لبراکو کا ہوگا ہاں جن چیزوں کی پاکستان میں تیاری ممکن نہیں وہ بہرحال لبراکو سے لی جائیں گی ۔

ہمدرد لائبریری کے فنکشن کئی ہیں ۔ یہ ایک ریسرچ لائبریری ہے، یہ ایک یونی ورسٹی لائبریری بھی ہے اور یہ ایک پبلک لائبریری بھی ہے ۔ ان تین حیثیتوں کو سامنے رکھ کر ہی اس کی منصوبہ بندی ممکن ہوسکتی ہے ۔

لبراکو سے میں نے کہا ہے کہ آپ اپنی مہارت کا جائزہ لے لیں اور اگر آپ یہ مہارت رکھتے ہیں تو آپ کو پوری تیاری کے ساتھ پاکستان آنا چاہیے اور لائبریری کا جائزہ لے کر پوری پلاننگ کرنی چاہیے اور پھر اس کے بعد مزید اقدامات پر غور کرنا چاہیے ۔

میں نے ان کو اپنی پوری بات سمجھادی ہے اور اب وہ اپنی مشورۃ کی فیس وغیرہ کی تفصیلات مجھے بھجوائیں گے۔ اندازہ یہ ہوا ہے کہ وہ کم ازکم پانچ ہزار پاؤنڈ مشورہ اور منصوبہ بندی کی فیس لیں گے اور آنے جانے کا خرچہ اور قیام کے اخراجات اس پر مستزاد۔

لبراکو سے فارغ ہوکر گھر آگئے اور نماز ظہر ادا کی اور ناشتہ کرکے اب لندن نارتھ روانہ ہوئے۔ ایک گھنٹہ ڈرائیونگ کے بعد ڈوں گریسل ویل/ بومیفا کے ہاں پہنچ گئے۔ یہاں جناب کے آر پکھا تلی (K.R. PIKETHLY) منتظر تھے۔ جس انداز سے صبح لبراکو میں بات کی تھی وہی انداز یہاں رہا۔ یہاں بھی ہم نے تمام سامان دیکھا اور تفصیلات طے کیں۔ اس ادارے کو بھی کویت وغیرہ میں کام کے تجربات ہیں اور لندن کی لائبریریوں کا وسیع تجربہ حاصل ہے۔

اب یہ بھی فیس وغیرہ کی تفصیلات بھجوائیں گے۔

## انگلستان کا انتخاب

مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ لائبریریوں کے معاملے میں انگلستان کو دنیا کے ہر ملک سے زیادہ اہم مقام حاصل ہے۔ اس میدان میں دنیا کا کوئی ملک ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ یہاں لائبریریوں کے تجربات بے حد زیادہ ہیں۔ لندن میں لائبریریوں کا جال پھیلا ہوا ہے۔ ہر علاقے کی اپنی لائبریری ہے۔ ہر محلہ اپنی لائبریری رکھتا ہے۔ اور آج ایک علاقائی لائبریری میں مشاہدہ ہوا کہ اگر وہاں کوئی کتاب نہیں ہے اور اس کی ضرورت ہے تو لائبریری کارکن اس کا مطالبہ کرتا ہے اور پندرہ دن میں وہ کتاب منگوادی جاتی ہے۔ جناب نقوی صاحب جس علاقے میں ہیں اس کی محلہ لائبریری نے ان کو غالب کا کلام فارسی منگواکر دیا ہے۔

لائبریریوں کے تجربات انگلستان کو سب سے زیادہ ہیں۔ ان کے اثرات کنیڈا گئے ہیں اور کامن ویلتھ ممالک بھی انگلستان سے مستفید ہوئے ہیں، اس لیے میں نے ہمدرد یونی ورسٹی لائبریری کے لیے لندن سے مشورہ ضروری سمجھا ہے۔ میں لائبریری کے سیٹنگ میں کوئی غلطی کرنا نہیں چاہتا۔ اس کے نقصانات بہت زیادہ ہوں گے۔ دو ڈھائی لاکھ رپیہ مشورہ پر صرف کرنا عقل مندی ہے۔

## یوم پاکستان

سفارت پاکستان سے آج وزیر اطلاعات کے پرائیوٹ سکریٹری صاحب

نے ٹیلیفون پر بات کی کہ منسٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ جناب محترم سفیر صاحب کی خواہش ہے کہ اتوار ۲۴ اگست کو یوم پاکستان کی تقریب میں حکیم صاحب شرکت فرمائیں اور خطاب بھی فرمائیں۔ میں نے شرکت کا وعدہ کرلیا ہے۔ تقریر کے لیے پہلے ہاں کہہ کر پھر معذرت کرلی ہے۔

## کتاب سفارت میں دستخط

آج ایک بڑی دل چسپ بات یاد آگئی۔ یہ ۱۹۷۰ء کی بات ہے کہ میں واشنگٹن (امریکا) میں عزیز محترم جناب محمد شعیب صاحب کے ہاں مقیم تھا۔ ایک شب جناب شعیب صاحب اور محترمہ بیگم صاحبہ سفیر کبیر پاکستان کے ہاں رات کے کھانے پر گئے۔ مجھے انھوں نے ساتھ نہیں لیا۔ دوسرے دن جناب شعیب صاحب نے بتایا کہ معاملہ کیا ہوا؟ جناب شعیب صاحب نے سفیر پاکستان سے کہا کہ بھائی آپ کو معلوم ہے کہ حکیم صاحب میرے ہاں مقیم ہیں، آپ نے ان کو دعوت کیوں نہیں دی؟ جناب سفیر صاحب نے فرمایا، "حکیم صاحب نے کتاب سفارت میں اپنے (حاضری کے) دستخط نہیں کیے ہیں۔ میں ان کو کیسے مدعو کرسکتا تھا۔" جناب شعیب صاحب نے مجھے بتایا کہ ان کا یہ اصول ہے کہ جب وہ کسی ملک میں جاتے ہیں تو کتاب سفارت پر جاکر دستخط ضرور کردیتے ہیں تاکہ سفیر کے علم میں رہے کہ پاکستان سے کوئی اس کے علاقے میں آیا ہے۔ میں اس قدر تو ضرور کرتا ہوں کہ اپنے سفر کا پروگرام سفارت خانوں کو بھجوا دیا کرتا ہوں تاکہ ان کو اطلاع ہوجائے۔ اب جاکر دستخط بھی کردوں گا!

## ۲۲/ اگست ۱۹۸۶ء جمعۃ المبارک

لندن

## پاکستان میں معاشرتی مسائل

میرے میزبان جناب محترم نقوی صاحب برطانیہ کے شہری ہیں مگر اول و آخر پاکستانی ہیں ۔ پاکستان کے لیے دل میں درد رکھتے ہیں۔ آج صبح بعد نمازفجر اپنے ہاتھ میں چائے کا مگ لیے تشریف لائے ۔ ان سے تبادل خیال کا موقع مل گیا۔ نقوی صاحب نے مجھے پاکستان کے ایک اہم مسئلے پر متوجہ کیا اور وہ یہ کہ پاکستان میں لڑکیوں کی تعداد بڑھ رہی ہے اور آج صورت حال یہ ہے کہ اکثرگھروں میں جوان لڑکیاں غیر شادی شدہ بیٹھی ہیں ۔ ہم نے آج جب حالات کا جائزہ لیا تو اس صورت حال کے متعدد اسباب سامنے آئے ہیں :

* لڑکیوں میں تعلیم کا شوق اس قدر بڑھ گیا ہے کہ وہ جب اعلا تعلیم تک پہنچتی ہیں تو ان کی عمریں تیس سے متجاوز ہوجاتی ہیں ۔
* غربت ایک مسئلہ ہے کہ ماں باپ بوجہ عسرت و غربت شادی کے اخراجات کے کفیل نہیں ہوتے۔ ان کے پاس جہیز کے لیے پیسہ نہیں ہوتا اوراکثر حالات میں لڑکے والے جہیز کے بغیر شادی کے لیے تیار نہیں ہوتے ۔
* جہیز کے معیارات حد درجہ غیرمتوازن ہوچکے ہیں اوراس عدم توازن کی وجہ سے اوسط درجے کے اور عسرت زدہ لوگوں کےلیے ان غیرمتوازن معیارات کو برداشت کرنا ممکن نہیں رہاہے۔
* لڑکے والے اب نہ صرف جہیز کا مطالبہ کرتے ہیں بلکہ مجبور لڑکی والے سے دوبئی کا ویزا اور ٹکٹ بھی چاہتے ہیں ۔
* خوب صورتی اور بدصورتی کا مسئلہ بھی ہے۔ اگر لڑکی خوبصورت نہیں ہے تو جہیز کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ وغیرہ ۔
* موبائیت بھی کسی نہ کسی درجے میں مانع آتی ہےاور معتقدات بھی اثرانداز ہورہے ہیں ۔

* تعلیم اور عدم تعلیم کا ایک قابل غور مسئلہ ہے۔
* ایک مسئلہ یہ ہے کہ لڑکے آپ کماؤ بیوی چاہتے ہیں۔لیڈی ڈاکٹر ہو تو خوب۔
* اگر لڑکا ملک سے باہر ہے تو لڑکی کے ماں باپ لڑکی کو باہر بھیجنا نہیں چاہتے۔
* معاشرتی عادات (سگریٹ نوشی،شراب نوشی اور ہیروئن) سے نئے مسائل پیدا ہوئے ہیں۔

میں ان مسائل کو ماحول میں سنتا تو رہتا ہوں مگر آج کی فرصت میں،میں نے ان پر گہرائی میں جاکر غور کیا اور سچ یہ ہے کہ غور کرتا رہا۔ میرے غور کرنے کا انداز یہ رہا ہے کہ اس صورت حال سے معاشرے میں کیا مسائل پیدا ہورہے ہیں، یا پیدا ہوسکتے ہیں۔ یہ مسائل نہ صرف معاشی ہیں بلکہ اخلاقی اور نفسیاتی اور جنسی بھی ہیں اور بہ حیثیت مجموعی پاکستان کا معاشرہ کن شدائد سے دوچار ہوتا چلا جارہا ہے یہ بے حد قابل غور ہیں۔ ظاہر ہے کہ میں اس مسئلے پر نہ تو زیادہ غور کرسکتا ہوں اور نہ یہ میرا میدان ہے،مگر ہیئتِ اقتدار کے لیے یہ صورت حال ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے اور صاحبان فکرو نظر کی توجہ کی طالب ہے۔

## محترمہ باجی آپا کے ہاں

محترمہ مسز شوکت کو ہم باجی آپا کہتے ہیں۔ ان کے ہاں محترم نقوی صاحب اور ان کی بیگم کے ساتھ گیا۔ ان دنوں ان کے چھوٹے بھائی خواجہ مسرور صاحب آئے ہوئے ہیں۔ خواجہ صاحب پاکستان میں انٹیلی جنس کے سربراہ رہ چکے ہیں۔ پاکستان میں یہ ایک نہایت اہم عہدہ ہے۔ خواجہ صاحب نے بڑی احتیاط اور وقار کے ساتھ یہاں خدمات انجام دی ہیں۔ باجی آپا بڑی عظیم خاتون ہیں۔ ان کے ایک ہی اولاد ہے اور وہ بھی ذہنی طور پر معذور،مجبور اور لاچار اور داخل ہسپتال۔ شوہر کے انتقال کے بعد باجی آپا لندن میں تنہا ہیں اور ۳۲ سالہ ایسے بچے کی محبت میں یہاں لندن میں رہتی ہیں جس کی شفایابی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ بتیس سال سے باجی آپا ایک ماں کی عظمتوں اور رفعتوں کی مظہر بنی ہوئی ہیں۔ اولاد کی محبت اپنی لاانتہا بلندیوں پر ہے۔ وہ نہیں جانتیں کہ ہسپتال میں ان کا بیٹا کب تک زندہ رہے گا،اس

لیے لندن میں ان کا قیام غیر متعین ہے۔ برطانوی نظام معاشرت ومعیشت کو بھی دیکھا چاہیے کہ معذورین کے لیے بلا معاوضہ خدمات کا سلسلہ جاری ہے۔ انسانیت وشرافت کی یہ معراج ہے اور باشندگان برطانیہ کے احترام واکرام کی یہ عظمت ہے ۔ میں باجی آپا کا بے حد احترام کرتا ہوں، یہی احترام آداب کے لیے ان کے ہاں مجھے لایا ہے۔ باجی آپا بڑی محبت سے پیش آئیں ۔ خواجہ مسرور صاحب بھی مل گئے۔ کوئی ڈیڑھ گھنٹہ ان کے ہاں رہا۔ خوب باتیں ہوئیں دل اس لیے بھی خوش ہوا کہ محترمہ باجی آپا پاکستان میں معذور بچوں کے لیے کسی خدمت کا بڑا گہرا جذبہ رکھتی ہیں ۔ میں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ غور کرکے میں یہ بتاؤں گا کہ وہ کیا کرسکتی ہیں ۔ ممکن ہے وہ ایک معذور گھر بنائیں۔ میں ایسی عظمتوں کو سلام کرتا ہوں ۔

## رفعت فکر کی ضرورت

میں اسے رفعت فکر قرار دیتا ہوں کہ ایک انسان دوسرے انسان کی خدمت کے مقدس جذبات سے سرشار ہو۔ اگر کسی کے پاس اس کی اپنی ضرورت سے زیادہ ہے تو اسے ایسے انسان کے کام آنا چاہیے کہ جس کے پاس کم ہے اور وہ ضرورت مند ہے۔ بڑے پیمانے پر غور کریں تو وہ بندگان خدا کہ حق تعالٰی نے جن کو بہت کچھ دیا ہے ان کو ایسا فلاحی کام کرنا چاہیے جو کم خوش قسمت لوگوں کو آرام پہنچائے۔ پاکستان میں ایسے رفعت فکر کے حامل لوگ بہت کم تعداد میں ہیں حالآں کہ خوش قسمت لوگوں کی تعداد پاکستان میں بے حد وبے حساب ہے ۔

اگر اس صورت حال پر غور کیا جائے تو رفعت فکر سے محرومی کے متعدد اسباب ہیں ۔ لیکن نظام تعلیم وتربیت سے بھی اس کا گہرا تعلق ہے۔ خدمت خلق کی تربیت نصاب تعلیم کے حسن سے ملتی ہے اور اساتذہ اور والدین اس کا اہتمام کرتے ہیں ۔ مگر ہمارا نظام ونصاب تعلیم اس تعلیم وتربیت سے عاری رہا ہے لہذا مخیر انسان وجود حاصل نہ کرسکے جبکہ ایک مخصوص نظام معاش واقتصاد نے متمول انسانوں کی تعداد میں بے پناہ اضافہ کردیا ہے۔ ان کو اپنی دولت خرچ کرنے کا سلیقہ نہیں آیا ہے۔ ان کو اپنی ذات کو فراموش کرکے دوسروں کے کام آنے کی برکات وحسنات کا کوئی ادراک نہیں ہے۔ پاکستان میں اگر ہیئت اقتدار کی بات کی جائے تو بظاہر اس سے مراد یہی لی جاسکتی ہے کہ صدر مملکت، وزیر اعظم، وزرا، گورنر اور ان کے وزیر مگر پاکستان میں ایک ہیئت اقتدار حضرات بقراط بھی ہیں کہ چشم گنہگار نے بڑے کلے جبڑے کے وزراء و

امرا کو ان بقراطوں کے زیر اقتدار دیکھاہے اور بقراطوں کو طاغوت کے ہاں پابند سلاسل ۔ بہ حیثیت مجموعی ہیئت اقتدار ایک جوں جوں کا مربہ ہے جس کا سر ہے نہ پیر۔ نظام تعلیم وصحت پر فکر طاغوت کی مہر لگی ہوئی ہے جسے کوئی توڑ نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں نہ تعلیم ہے نہ صحت، اور ہم ان نعمتوں سے اس وقت تک محروم رہیں گے جب تک ایک فکری انقلاب برپا نہیں ہوجاتا اور تعلیم وصحت کو منصوبہ ہائے ملی میں مقام اولیت حاصل نہیں ہوجاتا۔

## اوقاف

میں اوقاف کو اسلام کے نظام معاشرت ومعیشت کا ایک مضبوط ستون قرار دیتاہوں ۔ ارے بھائی میں قرار دینے والا کون، یہ تو اسلام نے اسے ستون قرار دیاہے۔ اوقاف کے تہذیبی اورتمدنی، معاشرتی اورمعیشتی، اخلاقی اورنفسیاتی پہلو ہیں جن پر غورکرناچاہیے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اوقاف کو اسلام میں اس درجہ بلند مقام حاصل نہیں ہوتا۔ برطانیہ کا برصغیر پر برس ہا برس تسلط رہا مگر انگریز کے دور میں بھی اوقاف کو غیرمحترم نہیں سمجھا گیا بلکہ وقف ایکٹ سے اسے تحفظ دیا گیا۔ مگر پاکستان میں ہیئت اقتدارنے اوقاف کو جس درجہ غیر محترم بنایا ہے اس کی کوئی مثال نہیں ہے ۔ پاکستان میں اوقاف کی جس شدت سے ہمت شکنی ہوئی ہے اور ہورہی ہے اور جس عزم وجزم سے واقفین کی بےحرمتی کی جارہی ہے اس سب نے اسلام کے ایک موقرومحترم انسٹی ٹیوشن کے وقار کو مجروح اوراس کی اقدار کو مفلوج کردیاہے۔ اس لیے فلاح کاروں کا وجود ختم ہورہاہے اور جو ہیں ان کا اطمینان وسکون پامال ہورہاہے ۔ میں نے اس میدان میں جس قدر دکھ اٹھائے ہیں میرا دل جانتاہے۔ اوقاف کے خلاف روزانہ نئے قوانین بنتے ہیں اورپھر عدالتیں ان کا مقام بحث بنتی ہیں ۔ اگر غور کیا جائے تو یہ معاملہ شرعی ہے مگر شریعت اسلامی کے پاسبان پاکستان میں مسئلہ اوقاف عدالت شرعی میں پیش نہیں کرسکتے۔ اگر پاکستان میں صاحبان خیر کو پابند سلاسل کیاجاتا رہا تو حسن معاشرہ کے تانے بانے ٹوٹ جائیں گے اور صاحبان خیر کو غیرمحترم بنانے کا یہ قابل نفرت سلسلہ بند نہ ہوا تو خیر کی راہیں مسدود سے مسدود تر ہوتی جائیں گی ۔ نظام زکواۃ کو ہم نے اپنی غفلتوں سے جس طرح غیرمعتمد بناکر رکھ دیاہے، نظام اوقاف کو ہم نے اپنی کوتاہ فہمیوں اور ذہنی رقابتوں سے جس درجہ غیرمحترم کردیاہے اس کی تعریف کوئی نہیں کرسکتا۔ اگر یہ سلسلہ بند

نہ ہوا تو اس سے نہ صرف اخلاقی اور معاشی ومعاشرتی مسائل ہوں گے بلکہ اس سے نفسیاتی مسائل بھی جنم لیں گے اور کل نظام زکواۃ کے خلاف انقلاب آئے گا اور احتجاج خطرناک صورت اختیار کرلے گا۔ اور خطرہ ہے کہ لوگ زکواۃ ادا کرنے سے انکار کردیں گے، کیونکہ ان کو یقین ہوجائے گا کہ ان کا جذبۂ خیر اور عمل خیر پامال ہوتا چلا جارہا ہے ۔

## فلاحی ریاست

ہم دعویدار ہیں اور اپنے تہیے کئے اعلانات کرتے ہیں کہ ہم اسلامی ریاست پاکستان کو فلاحی ریاست بناکر دم لیں گے۔ یہ دعوا قیام پاکستان سے آج تک کیا جارہا ہے۔ ہرحکومت یہی دعوا کرتی رہی ہے۔ مگر ہر حکومت بطلان دعوا کا سامان بھی کرتی رہی ہے۔ اول تو یہ کہ اگر واقعی پاکستان اسلامی ریاست ہے تو پھر اس کا فلاحی نہ ہونا کیا معنی؟ اگر ہم فلاحی ریاست بنانے کے دعویدار ہیں تو ہمیں یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ پاکستان ریاست اسلامی نہیں ہے کیونکہ اسلام اور فلاح ہم معنی ہیں ۔

## ذرا غور فرمائیے

* برطانیہ میں ہر ساٹھ سال کی عورت اور ہر پینسٹھ سال کے مرد کے پاس ایک کارڈ ہے جسے دکھاکر وہ بس میں اور ٹیوب/ انڈر گراؤنڈ ٹرین میں بلا ٹکٹ سفر کرسکتے ہیں ۔
* برطانیہ میں معذور و مفلوج افراد کے تمام اخراجات حکومت برداشت کرتی ہے ۔ یعنی حکومت ہر معذور فرد کی کفیل، اس کے بچوں کی نگہداشت کی ذمہ دار، تعلیم و تربیت کی ذمہ دار و کفیل ہوجاتی ہے حتٰی کہ ان کی رہائش کا بھی انتظام کرتی ہے ۔
* برطانیہ میں تمام بے روزگاروں کو ان کی بے روزگاری تک گزارا الاؤنس دیتی ہے تاکہ وہ گزر اوقات کرسکیں ۔
* برطانیہ میں ایسے لوگوں کو کہ جو اپنے گھروں پر ہیں مگر باہر بربنائے معذوری نہیں نکل سکتے ان سب کو کھانا پہنچاتی ہے ( میل اون وہیل )۔
* اگر کوئی بیوہ ہے، اور اس کا رہائشی مکان مرمت چاہتا ہے تو

برطانیہ میں حکومت تعمیر نو کے لیے نصف رقم مہیا کرتی ہے۔ آج ہی ایک مثال سامنے آئی ہے کہ ایک خاتون کے مکان کی مرمت کے لیے حکومت نے ان کو بائیس ہزار پاؤنڈ دیے۔ شرط یہ ہے کہ اب وہ پانچ سال تک اس مکان کو فروخت نہیں کر سکیں گی (تعمیرنو کے لیےاگر فروخت کریں گی تو حکومت کی امدادی رقم فروخت کے بعد واپس کرنی ہوگی )

اب ذرا غور فرمائیے پاکستان کی فلاحی ریاست اسلامی میں ان میں سے کون سی سہولت فراہم کی جارہی ہے؟ فلاحی ریاست کون سی ہے؟

## مرکز اسلامی

آج جمعہ ہے باجی آپا کے ہاں وضو کرکے جناب محترم نقوی صاحب اور میں ٹیکسی میں روانہ ہوئے اور ساڑھے بارہ بجے مرکز اسلامی پہنچ گئے۔ خطبہ سوا بجے اور پھر نماز جمعہ۔

سب سے پہلے میں نے دورکعت نفل ادا کیے اور پھر ایک پارہ قرآن پڑھ کر اپنے محترم دوست راجہ صاحب محمود آباد کی روح کو ثواب پہنچایا۔ جناب محترم راجہ صاحب مرحوم کی منصوبہ بندیوں اوران کی جان سوزیوں نے مرکز اسلامی کو لندن میں وجود بخشا۔ راجہ صاحب خود مجھے بتاتے تھے کہ جب ان کو مرکز اسلامی کی ذمہ داری دی گئی تو انھوں نے کہا کہ میں ٹھیرا غالی شیعہ، اور آپ مجھے یہ مرکز دے رہے ہیں۔ غورکرلیں۔مگر واقعہ یہ ہے کہ دنیا نے عظیم و رفیع راجہ صاحب محمود آباد کو مسلمان سمجھا اور انسان۔ انھوں نے بکمال محنت لندن میں اس عظیم مرکز اسلامی کے وجود کے سارے انتظامات کردیے۔ اب راجہ صاحب ہم میں نہیں، مگرہم ان کی روح کو ایصال ثواب کرتے ہیں۔ مرکز اسلامی سے نمازجمعہ ادا کرکے باہر نکلا تو کافی دیرتک یہ احساس رہا کہ مدینہ منورہ سے نماز ادا کرکے باہر نکلاہوں۔ شاید ہی دنیا کی کوئی قوم ہو کہ جو یہاں نماز میں نہ ہو۔ بڑا ہی روح پرورماحول تھا، دل خوش ہوگیا۔

## راجہ صاحب محمود آباد

الحمدللہ کہ میں اس عظیم انسان کے دل کے قریب تھا۔ میں ان کا شمار بانیئن پاکستان میں کرتاہوں۔ انھوں نے قائداعظم کے ساتھ مسلم لیگ کی طاقت بن کر پاکستان کو وجود دینے کے لیے اپنا سب

کچھ قربان کردیا۔ سادگی کی انتہا کردی ۔ جب ہم حضرت مولانا حسرت موہانی کی سادگیوں کی مثال پیش کرتے ہیں اور ان کی بے نیازیوں کو سلام کرتے ہیں تو میں راجہ صاحب کو ان کے ساتھ شریک کرتا ہوں ۔ راجہ صاحب کی بے نیازی دیکھیے کہ وہ لندن سے بلائے جاتے ہیں، ان کو وزارتوں کی پیش کش ہوتی ہے مگر وہ بے نیاز ہیں ۔ وزارت قبول نہیں اور لندن میں بہ ہمہ عسرت وتنگی مرکز اسلامی کے لیے شب وروز کوشاں ہوجاتے ہیں ۔ لندن کے اسی مرکز اسلامی (قدیم عمارت) میں راجہ صاحب کو خود اپنا کھانا پکاتے میں نے دیکھا ہے۔ میرے لیے ناشتے کا انتظام خود وہ کررہے تھے۔ ہم نے کتنے ایسے انسان پیدا کیے ہیں پاکستان میں؟ لاریب ہم نے کتنے ہی ایسے انسانوں کو بے عزت ضرور کیا ہے ۔ فاعتبروا یااولی الابصار ۔

## میں گواہ ہوں

جب جناب جنرل محمد یحیٰی صاحب برسر اقتدار آئے تو میں نے ان کو پیغام تبریک جو دیا تھا وہ تھا۔ یا یحیٰی خذالکتاب بقوۃ ۔

پھر انھوں نے مجھے مشورہ کے لیے طلب فرمایا۔ میں نے قصر صدارت میں ان سے طویل ملاقات کی ۔ ان کے دست راست اور میرے محترم جنرل پیرزادہ صاحب کی توجہ کا میں ممنون رہا ہوں ۔ میں نے جنرل یحیٰی صاحب سے درخواست کی کہ

۱) یہ اقتدار آنا جانا ہے۔ کل آپ صاحب اقتدار نہ ہوں گے میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ تعلیم کو اپنا موضوع بنالیجیے اور جب تک عنان اقتدار آپ کے ہاتھ میں ہے اس وقت تک تعلیمی انقلاب جاری رکھیے تاآں کہ آپ کے نامۂ اعمال میں یہ اچھائی رقم ہوجائے کہ آپ نے پاکستان سے جہالت اور ناخواندگی دور کرنے کے لیے جدوجہد کی ۔

۲) پاکستان میں صاحبان علم وحکمت کو محترم وارفع مقام دے دیجیے اور صاحبان خیر کو تحفظ دے کر انھیں متحرک اور مستعد کردیجیے۔

۳) ایسے افراد کو جو بانیئین پاکستان ہیں ان کو تلاش کرکے شریک اقتدار کردیجیے۔

اس ذیل میں میں نے راجہ صاحب محمود آباد کی طرف دونوں جنرلوں

کو توجہ دلائی کہ یہ وہ انسان ہے جسے پاکستان کی کرسی صدارت پر رونق افروز ہونا چاہیے۔

مجھے خوشی ہے کہ راجہ صاحب محمود آباد کو بلایا گیا۔ ان کو کمال احترام دیا گیا اور میں اس کا گواہ ہوں کہ راجہ صاحب نے انتہائی تشکر و امتنان کے ساتھ وزارت و ریاست کو ٹھکرا دیا اور اسے قابل فخر سمجھا کہ لندن آکر عسرت کی زندگی گزاریں اور مرکز اسلامی کو وجود دے دیں۔

## لندن یونیورسٹی ۔ لائبریری

مرکز اسلامی میں محترمی جناب ڈاکٹر زوار زیدی صاحب تشریف لے آئے۔ ڈاکٹر صاحب یونی ورسٹی اوف لندن میں استاد ہیں ۔ افریکن اینڈ ایشین اسٹڈیز ان کا شعبہ ہے۔ ان کے ساتھ یونی ورسٹی پہنچ گیا۔ پہلے ان کے کمرے میں شیرنوشی ہوئی ۔ گھر سے وہ بڑے نفیس سینڈوچ بنا کر لائے تھے۔ اس ناشتے میں لطف آگیا۔ خالص دودھ، خالص سینڈوچ اور خالص خلوص ۔ مجھے یقین ہے کہ لندن میں جو دودھ ملتا ہے اس میں پرانے دودھ کا پاوڈر ملا ہوا نہیں ہوتا۔ دروغ برگردن راوی، سنا ہے کہ پاکستان میں جو دودھ مل رہا ہے اس میں ایسا دودھ کا پاوڈر بھی بعض لوگ ملا دیتے ہیں کہ جو مغرب میں ناقابل استعمال قرار دے دیا جاتا ہے مگر پاکستان اسے بھجوا دیا جاتا ہے ۔

ایسا اگر ہو رہا ہے تو مجھے تو ذرا بھی حیرت نہیں ۔ ہمارے ہاں تو ہیئت صحت اس کی بھی سزاوار ہے کہ اس کی ہوس زر نے غیر ملکی دوا سازوں کی میعاد سے گزری ہوئی ناکارہ دوائیں کروڑوں روپوں کی پاکستان میں درآمد کر لی ہیں ۔ اس دور کی ہیئت صحت اب پاکستان سے باہر ہے ۔ کیا وہی دوا ساز اس کی کفالت کر رہے ہیں ؟

میں لندن یونی ورسٹی بارہا آچکا ہوں ۔ یہاں میرے دوستوں کی بڑی تعداد ہے۔ مگر اب پرانے لوگ رٹائر ہوتے جا رہے ہیں اور نئے آرہے ہیں ۔ آج تمام سہ پہر میں نے لندن یونی ورسٹی لائبریری دیکھنے میں صرف کی ۔ بڑی تفصیل سے میں نے اسے دیکھا ہے اور سمجھا ہے ۔ دل چسپ پہلو یہ ہے کہ اس کی پلاننگ کسی طرح بھی ہمدرد یونی ورسٹی لائبریری کی پلاننگ سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔ آج یہاں مطالعہ کرکے میں نے بہت سی باتیں سمجھ لی ہیں ۔

* گراؤنڈ فلور اور چار منزلیں ہیں ۔ یہی ہمدرد یونی ورسٹی

لائبریری کا نقشہ ہے۔

* یہاں کتابوں کی تقسیم ملک کے اعتبار سے ہے۔ مثلاً جاپان، چین اور کوریا۔ ساؤتھ، ایسٹ ویسٹ مسلم، مڈل ایسٹ وغیرہ۔ چوں کہ بنیادی طورپر یہ ریسرچ لائبریری ہےاور اکثر طلبہ ڈاکٹریٹ کرتے ہیں اس لیے ملک کے اعتبار سے شعبے قائم ہیں اوراسی لحاظ سے تقسیم کتب ہے۔

* ہر شعبے کے ساتھ تین چیزیں ہیں –

الف ) اس شعبے کے انتظام کے لیے کارکنان کی نشست –

ب ) ایک بڑا ریڈنگ روم

ج ) ڈاکٹریٹ کے طالب علموں کے لیے کمرے۔ ہر کمرے میں کم ازکم دو طالب علم –

* تقریباً ہر شعبے میں فوٹو کاپئینگ کا نظام موجودہے( تاکہ طلبہ کتابوں کے صفحات پھاڑ یا کاٹ کرکتابیں خراب نہ کریں!)

* ایک شعبہ ایسی کتابوں کا ہے کہ جو قیمتی ہیں اور روزانہ کام نہیں آتیں –

* مائکروفلمنگ کا شعبہ الگ قائم ہے –

* درمیان میں آسمان سے روشنی آتی ہے۔ اس کھلے حصے کے نیچے بڑا ریڈنگ ہال ہے –

* اخبارات اور رسائل کے شعبے الگ ہیں –

* پانچویں منزل پر مجلد جرائد رکھے گئےہیں – یہاں بھی ریڈنگ روم ہیں –

* گو انڈیکس کارڈ موجود ہیں – مگرپوری لائبریری اب کمپیوٹر ائز کرلی گئی ہے۔ یہ دونوں سسٹم " سائڈ بائی سائڈ " کام کررہے ہیں –

* کمپیوٹر کا نظام گو مجھے بتایا گیا مگرمیں اسے سمجھنے کا اہل نہیں ہوں کہ اس کے لیے تو مہارت کی ضرورت ہے – اگر یہ میسر نہیں ہے تو ہمدردلائبریری میں کیسے کمپیوٹرخرید کر لگاؤں –

## آغا حسن عابدی

آغا حسن عابدی پاکستان کی عظیم شخصیتوں میں شمار ہوتے ہیں۔ انھوں نے بینکنگ میں دنیا بھرکو حیران کرکے رکھ دیا ہے۔ جب میں یہ سوچتا ہوں کہ لائل پور کی ایک بنک برانچ سے وہ احتجاجاً الگ ہوئے، اور پھر ان کی توجہ سے پاکستان میں ایک ایسا بنک قائم ہوگیا کہ جو ان کو نکالنے والے بنک سے بڑا ہوگیا تو حیران ہوتا ہوں ۔ پھر ہیئت اقتدار عوامی سے عدم اتفاق رائے نے ان کو پاکستان بدرکردیا تو پھرانھوں نے بی۔سی۔سی۔ آئی قائم کیا اور اب آغاحسن عابدی کا یہ بنک دنیا کے بڑے بنکوں کی قطار میں بہ ہزار فخر کھڑا ہوگیا ہے۔ اس عظیم انسان کو ہر پاکستانی سلام کرے ۔

لندن آیا ہوں تو آغا عابدی سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں مگر وہ ان دنوں لندن سے باہر ہیں ۔ کئی سال ہوئے جب لندن آیا تھا تو پروفیسر سلام نے ایک عشائیے کا انتظام کیا تھا۔ اس میں سر محمدظفر اللہ بھی تھے، آغا عابدی بھی تھے۔ پاکستان ایئر فورس کے ایک سربراہ بھی تھے۔ اس نشست میں آغا عابدی صاحب سے تبادل خیال ہوا تھا۔ آج میں دیکھ رہا ہوں کہ آغا صاحب کے زیر اہتمام لندن میں متعدد منصوبے جاری ہیں اور خیروفلاح کے کام ان کی ذات سے وابستہ ہیں ۔ لندن میں کیا وہ تو جہاں جاتے ہیں نیک کام کرتے ہیں ۔

## اردومرکز لندن

آج کی شام ( ۶ بجے سے ۸ بجے تک ) میں نے اردومرکزلندن میں گزاری ۔ آغاحسن عابدی اس کے سرپرست ہیں،یہاں اردومرکز میں آج تقریب کا عنوان تعزیت تھا۔ قدرت اللہ شہاب ،محمدطفیل(نقوش) اور ڈاکٹر سید عبداللہ وغیرہ مرحومین کی یاد میں ۔ جناب افتخارعارف صاحب اس اردومرکز کے روح رواں ہیں ۔ انھوں نے میرا خیرمقدم کیا۔ دوستوں سے تعارف کرایا۔ میں نے بھی اردومرکز لندن کی رکنیت کا فارم بھردیا ہے۔ پانچ پونڈ ادا کردیے ہیں ۔

آغاحسن عابدی انسان شناس بھی ہیں اورقدرداں بھی۔وہ اپنے ساتھ پاکستان کے بڑے ستارے لندن لے گئے ہیں ۔ ایک افتخارعارف صاحب ہیں کہ جو افق ادب پر طلوع ہورہے ہیں۔ اسے اب اردو مرکز پکاڈلی، کے علاقے میں میکس ول اسٹریٹ میں دیکھا جاتا ہے، یہاں خوب بہار ہے۔

اچھی لائبریری ہے۔ ایک ہال بھی ہے کہ جہاں دل چسپ اجتماعات علمی و ادبی ہوتے ہیں ۔ تفصیلات کا مجھے زیادہ علم نہیں ہے مگر کراچی سے ایک اچھے کاتب کا لندن چلے جانا اشارہ ہے کہ اب اردو مرکز سے اشاعت



اردو مرکز لندن میں حکیم محمد سعید ایک تعزیتی جلسے میں



حکیم محمد سعید اردو مرکز لندن میں



حکیم محمد سعید اردو مرکز لندن میں

کتب کا کوئی سلسلہ بھی شروع ہونے والا ہے۔ اب میں سفر کم ہی کرتا ہوں ۔ کبھی لندن جانا ہوا تو ایک بار پھر اردو مرکز میں جاؤں گا۔

## جناب رضی الدین صاحب

سفارت پاکستان انگلستان میں اطلاعات کے وزیر جناب رضی الدین صاحب نے آج دن میں کئی بار ٹیلے فون کیا۔ مگر میں تو تمام دن باہر رہا۔ رات ۹ بجے پھر ان کا ٹیلے فون آیا۔ انھوں نے یوم پاکستان میں شرکت کی دعوت دی ۔ ڈاک سے دعوت نامہ بھی آگیا ہے۔ میں نے ان کے اصرار پر وعدہ کرلیا ہے کہ حاضرین سے میں دس بارہ منٹ خطاب کرلوں گا۔

## ۲۳/ اگست ۱۹۸۶ء ہفتہ

### لندن

میری خواہش یہ تھی کہ لندن میں میری آمد کی کوئی خبر شائع نہ ہو مگر ایسا نہ ہوسکا اور " جنگ " نے اپنے صفحۂ اول پر احتیاطاً غیر نمایاں خبر شائع کردی جو میرے دوستوں کے لیے عنوانِ جلی بن گئی ہے۔ سفارت خانہ پاکستان ( لندن ) کی محترمہ نگار صاحبہ نے فرمایا کہ سفارت خانے کا ٹیلے فون ایکسچینج بورڈ حکیم سعید کا پتہ معلوم کرنے کے لیے ہمہ دم مصروف رہتا ہے۔ پھر جہاں میں پہلے مطب کرتا تھا (ڈریک فیلڈ روڈ) وہاں اب جو انگریز (مسٹر ہربرلے) آباد ہوئے ہیں ان کا ٹیلے فون مصروف ہوگیا ہے۔ دعوتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔ کہاں کہاں جاؤں ۔

### معذور افراد

انگلستان میں معذور افراد کے لیے نہایت اہم انتظامات ہیں ۔ انسان دوستی کا روح پرور سماں ہے۔ ان کا یہ معمول ہمارے لیے حیران کن ہے۔ ہماری حیرانیاں دو قسم کی ہیں ۔ ایک یہ کہ انسان دوستی کا آفاقی سبق ہم نے کیوں بھلا دیا ہے؟ دوسرے یہ کہ ہم فلاحی ریاست اسلامی کے دعووں سے آگے بڑھنے کا نام کیوں نہیں لیتے۔ جو دعوے نہیں کرتے عمل کرتے ہیں ان کا نقشہ دیکھنا چاہیے ۔

* ہر صنعت و تجارت ، ہر دفتر و ادارے میں کارکنان کے تقرر میں تین فیصد معذور افراد کا تقرر لازمی ہے۔ اس پر عمل ہوتا ہے۔
* ریلوں، بسوں وغیرہ میں معذورین کے لیے نشستیں مخصوص ہیں وہاں دوسرا کوئی آکر بیٹھ جائے اور معذور کوئی آجائے تو وہ جگہ لازماً خالی کرنی ہوتی ہے ۔
* پارکنگ کی جگہوں پر معذورین کے لیے جگہیں مخصوص ہیں وہاں دیگر کوئی پارکنگ قانوناً ممنوع ہے ۔
* معذورین کے لیے حسب ضرورت موٹر کاریں بنادی گئی ہیں ۔ اگر پیر نہیں ہیں تو وہ ہاتھ ہی کے نظام سے کام چلاتے

ہیں ۔ وغیرہ ۔

* معذورین کے لیے کاموں کا تعین کرکے ان کو تعلیم وتربیت دینے کے وسیع انتظامات ہیں ۔
* اگر ایسی معذوری ہے کہ معذور کوئی کام نہیں کرسکتا تو اسے سرکار کی طرف سے اخراجات کے لیے ماہانہ تاحیات وظیفہ ملتا ہے۔
* ایسے معذور کہ جو اپنا کھانا تیار نہیں کرسکتے یا بازار جاکر خرید نہیں سکتے ان کے لیے "میل اون وہیل" ادارہ موجود ہے کہ جو تمام گھروں پر کھانا پہنچادیتا ہے، اور اگر کھانا کھلانا پڑے تو کھانا کھلانے کے لیے آدمی ساتھ ہوتا ہے ۔
* اجتماعات میں معذورین کے لیے جگہیں الگ مخصوص رکھی جاتی ہیں ۔

## غور وفکر

آج کا تمام دن میں نے غور وفکر میں صرف کیا ہے۔ مدینة الحکمة کے لیے یہاں ذہن کو کام کرنے کا موقع میسر آیا ہے۔ اس سفر کا ایک مقصد اگر آرام بھی ہے تو آج وہ بھی مل گیا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ مجھے یہ آسانیاں میسر ہیں اور جناب نقوی صاحب اور بیگم نقوی صاحب جیسے میزبان میسر ہیں جہاں خلوص اور انس ہی قدر اعلا ہے ۔

## عشائیہ باجی آپا (مسز شوکت)

باجی آخر مان کر نہ دیں اور آج باوجودیکہ لندن میں تنہا ہیں میرے علاوہ اور بہت سے لوگوں کو مدعو کرلیا اور بے حد پرتکلف کھانا کھلایا۔ ایک چیز ہو تو گناؤں، درجن بھر انواع واقسام تھیں۔ اب ظاہر ہے کہ لذت کام و دہن کا سامان ہو تو میں کیسے ہاتھ روکتا۔ خوب کھایا۔ عشائیہ باجی آپا میں ڈاکٹر زوار زیدی صاحب بھی تھے، خواجہ مسرور صاحب، جناب شبر صاحب اور جناب قادر محی الدین (ڈی ۔ آئی جی سفارت پاکستان)۔ تبادل خیال کا موضوع حالات پاکستان ہی رہا ہے۔ اب میں یہ دردناک حالات یہاں کیا لکھوں ۔ بارہ بجے کے قریب رات واپسی ہوئی ۔ نماز عشا کے بعد مطالعہ کرتے کوئی ایک بجے سوگیا۔

## مطب

آج صبح آٹھ بجے سے دس بجے تک میں نے وقت نکال لیا تھا۔ کئی مریضوں کی خدمت کا موقع مل گیا۔ دل تو چاہتا تھا کہ ہفتہ، اتوار دونوں دنوں مریضوں کی خدمت کروں ۔ مگر نہ جگہ ہے اور نہ دوا ۔

آج ایک جوان بچہ اپنی والدہ کے ساتھ آیا تھا۔ اس کا مرض طب جدید میں تو لاعلاج ہے ۔ میں نے چند ماہ ہوئے اسے دوا دی تھی ۔ ذرا سا فائدہ ہوا تھا۔ حالات اس کے ایسے نہیں کہ دوبارہ پاکستان جاسکے ۔ بے قرار تھا کہ کیا کرے کہ اسے میرے لندن آنے کی خبر ہوگئی اور وہ بے قرار ہوکر آج آگیا۔ میں نے بڑی محبت سے محمد انیس حسین کو دیکھا۔ انشاءاللہ دوائیں کراچی سے بھجوادوں گا۔ انیس کی والدہ محترمہ ان دنوں یہاں سفارت پاکستان سے وابستہ ہیں ۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں جوان انیس کے مستقبل کو آنے والی معذوریوں سے بچاسکوں۔ اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائیں اور سامان شفا فرمائیں ۔

یہ مریض تو چلے گئے مگر میں پھر بے قرار ہوگیا۔ چند سال پیشتر ،مجھے خیال آیا کہ ،لندن میں میری خدمات کا طوطی بولتا تھا۔ سیکڑوں مریض روزانہ آتے تھے اور میں ان کی خدمت کرتا تھا۔ ۹۲ ڈرنک فیلڈ روڈ پورے انگلستان کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ صبح بعد نماز فجر سلسلۂ مطب شروع ہوتا اور رات تک جاری رہتا۔ میں ذرا نہ تھکتا تھا۔ میں انگلستان میں طب کے لیے راہوں کو ہموار کررہا تھا۔ وزارت صحت برطانیہ کے لیے موجب فکرونظر تھا۔ ایشیائیوں کے لیے ایشیائی طب پر غور کرنا ان کے لیے ضروری ہوگیا۔ برطانیہ ایک انسان دوست قوم ہے ۔ وہ پامالئ حقوق کا کوئی تصور نہیں رکھتی ۔ اس کے باشندے خواہ وہ ایشیائی ہوں یا افریقی، اگر طب ایشیائی اور اس کے طریق علاج کو چاہتے ہیں تو یہ سہولت فراہم کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔ اپنی اس ذمے داری کے احساس سے وہ غافل نہیں ہے۔ بہ ایں ہمہ طب و علاج کے لیے اس کے ضوابط ہیں، ان کی وہ پابند ہے اور اسے پابند ہونا چاہیے۔

## ۲۲ اگست ۱۹۸۶ء . اتوار

### لندن کیمبرج

صبح حسب معمول بیدار ہوا اور تمام معمولات نفلی سے فراغت پاکر مطالعے کے لیے مستعد ہوگیا۔ آج ہمدرد لائبریری کے لیے غور کرتا رہا۔ اب تک جو لٹریچر میں نے جمع کیا ہے اور جو مطالعہ کیا ہے اس کی روشنی میں یہ تو ضروری لگتا ہے کہ ایک ماہر کی خدمات حاصل کی جائیں۔ مگر اس سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ ماہر کے انتخاب میں کوئی غلطی نہ ہوجائے۔ اب تک جن حضرات سے تبادل خیال ہوا ہے وہ بلاشبہ سعودی عرب اور کویت وغیرہ میں وہاں جامعات کی لائبریریاں مرتب کرچکے ہیں مگر ان میں کوئی ایک بھی لائبریری سائنس سے متعلق نہیں ہے۔ پاکستان میں مجھے یقین نہیں کہ کوئی ایک بھی لائبریری سائنس کا ماہر صحت کے ساتھ رہنمائی کرسکے گا۔ میں ہنوز کشمکش میں ہوں۔

### تین چھٹیاں ـ احساس فرائض

ہفتہ اتوار کو یہاں عام تعطیل ہوتی ہے، اس بار پیر کو بنک ہالیڈے آپڑی ہے۔ تین چھٹیاں ہوگئی ہیں لوگ لمبی تفریحوں کے لیے نکل گئے ہیں ـ لندن میں اچھا خاصا سناٹا سا لگتا ہے۔ آج میں نے کئی احباب سے پوچھا کہ ذرا یہ تو بتائیے ان تین طویل تعطیلات کے بعد چوتھے روز کارکنان کی حاضری٭ کا مزاج کیا ہوتا ہے؟ بتایا گیا کہ ایک ایک کارکن نہایت پابندی وقت کے ساتھ حاضر ہوتا ہے اور تین چھٹیوں میں چوتھی یا پانچویں چھٹی کا اضافہ اپنے فرائض سے غفلت شمار کرتا ہے۔ کارکن خود بھی محتاط اور فرض شناس ہوتے ہیں اور ان کے افسر ان سے زیادہ پابند ہوتے ہیں ـ جناب نقوی صاحب برطانوی وزارت صنعت میں برس ہا برس ایگزیکٹو کی حیثیت سے کام کرتے رہے ہیں ـ ان کا کہنا ہے کہ کیا مجال کہ وہ پابندی وقت نہ کریں ـ ایسا ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ مقررہ وقت پر اپنے دفتر میں نہ ہوں ـ ان کا کہنا ہے کہ سب سے زیادہ پابند وقت ایگزیکٹو ہی ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں دوسرے کارکنان بھی پابند ہوتے ہیں ـ یہ پابندی کسی جبر کا نتیجہ نہیں ہوتی بلکہ یہ احساس فرض ہوتا ہے۔ یہ معاہدے

کی پابندی بھی ہے کہ جو کارکن کرتاہے۔

مجھے نہایت شدت سے خیال آیا کہ پاکستان میں ایک بار مسلسل پانچ دن کی تعطیلات کے بعد ہمدرد میں کوئی ایک بھی ڈائریکٹر بجز ایک صبح وقت مقررہ پر اپنے مقام پر نہ تھا اور متعدد اور بکثرت کارکنان غیر حاضر تھے یا تاخیر سے آئے تھے۔ ان میں سے بعض آدھے دن کی مزید چھٹی کرکے دوسرے کم وقت میں حاضر ہوئے تھے۔ میں بتا نہیں سکتا کہ مجھے اس دن کس قدر دکھ ہوا۔ جن کارکنان کی میں عزت کرتاہوں اور جن کے لیے میں جذبات محبت اپنے دل میں موج زن رکھتا ہوں، وہی ڈائریکٹر ہوں یا کارکن جب احساس فرائض کے ساتھ ہمدرد کا احترام نہیں کرتے تو مجھے رنج پہنچتاہے۔

واقعہ یہ ہے کہ عدم پابندی وقت میرے تصور سے باہر اور میرے معیار احساس فرائض سے ماورا ایک بدنظمی اور بے قاعدگی ہے۔ میں کسی قیمت پر اسے پسند نہیں کرسکتا، اور چوں کہ کارکنان ہمدرد میرے ہیں اور میں ان کا ہوں اس لیے میں لازماً یہ چاہتاہوں کہ ہر کارکن پابند وقت ہو اور پوری دیانت و امانت کے ساتھ اپنے فرائض ادا کرے۔ مفاہمت باہمی کا یہ سب سے پہلا معیار ہے جس سے پہلوتہی میرے لیے ممکن نہیں ہوسکتی۔ ہمدرد تعمیر اور خدمت کا عنوان ہے، اوریہ خدمت اورتعمیر مقصد سے محبت اور مزاج ادارہ کے احترام کے بغیر کیسے ہوسکتی ہے۔

## یوم پاکستان لندن میں

چودہ اگست پاکستان کو راس نہیں آسکتی۔ گزشتہ اڑتیس سال سے ہم یوم پاکستان چودہ اگست کو منارہے ہیں اور اپنے مسائل میں اضافہ کررہے ہیں، اور ذرا غور کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ چودہ اگست مبارک نہیں ہے۔ ستائیس رمضان ہی مقدس ہے، مطہر ہے، باعث برکت ہے۔ سرخ قلم نے پاکستان میں ستائیس رمضان کی مخالفت کی ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ ہیئت اقتدار نے پاکستان کے نہایت موقر اور واجب التعظیم والاحترام ادارے سینیٹ کے متفقہ فیصلے کو نظرانداز کیا ہے، اور یوم پاکستان چودہ اگست کو منانے پر بشدت اصرار کیاہے۔ اورایک بار پھر دیکھ لیا اور مشاہدہ کرلیا ہے کہ چودہ اگست اس سال بھی کس قدر منحوس ثابت ہوئی ہے۔ جب تک ہم ستائیس رمضان المبارک کو یوم پاکستان قرار نہیں دیں گے ہم تاریکیوں سے نہیں نکل سکتے۔ جو فکروقلم ستائیس رمضان المبارک کی تقدیس کی تحریم نہیں کرتے وہ پاکستان کے

دوست نہیں ہوسکتے -

اچھاہوا، اور فال نیک ہے کہ لندن میں یوم پاکستان آج چوبیس اگست کو منایا جارہا ہے۔ مجھ تک پیغام اس طرح پہنچاتھا: "میں منسٹر انفرمیشن سفارت پاکستان کا سکریٹری ہوں، منسٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ جناب محترم سفیرپاکستان کی خواہش ہے کہ آپ تقریب یوم پاکستان میں شرکت فرمائیں اورچندمنٹ تقریر بھی فرمائیں -" میں پاکستان کا جان نثار ہوں اور جانتاہوں کہ پاکستان نے مجھے حکیم محمد سعید بنایاہے، اورپاکستان نے مجھے خدمت کے مواقع فراہم کیے ہیں، اور پاکستان نے مجھے عظمتیں دی ہیں اور رفعتیں عطا کی ہیں، احساس فرض اور ادائے سپاس وشکر صرف اور صرف یہی ہوسکتاہے کہ میں خدمت پاکستان کے لیے ہمہ وقت مستعد رہوں اور ہمہ دم اس کی تعمیر کے لیے کوشاں رہوں -۔ میں نے سکریٹری صاحب سے وعدۂ شرکت کرلیا۔ پھر جناب محترم رضی الدین شیخ صاحب انفرمیشن منسٹر نے رابطہ قائم فرمایا اورجناب سفیرکبیر کا پیغام پہنچایا۔ میں نے عرض کیا کہ یوم پاکستان میں شرکت میرا فرض ہے، میرے لیے یہ وجۂ سعادت وبرکت ہے کہ میں پرچم پاکستان کو سلام کروں -

## باڈن پاول ہاؤس میں

یوم پاکستان کی پرمسرت وپرعزم تقریب لندن کے مشہور باڈن پاول ہاؤس میں انعقاد پذیر ہوئی - میاں اطہرنقوی کیمبرج سے آگئے تھے۔ جناب نقوی صاحب، بیگم نقوی صاحبہ اور میں ان کے ساتھ یوم پاکستان میں شرکت کے لیے پہنچ گئے۔ مجھے ساڑھے چاربجے کا وقت دیاگیاتھا۔ دو منٹ قبل ہم پہنچ گئے اور ذرا باہر ٹھیرگئے اورٹھیک ساڑھے چاربجے اندر گئے۔ بڑے ہی خوش مزاج، شستہ وشائستہ جناب رضی الدین شیخ صاحب نےاستقبال کیا، اور مجھے صف اول میں بٹھادیا۔ میرے دائیں عالی جناب سفیرکبیر پاکستان اور بائیں محترمہ بیگم صاحبہ سفیرپاکستان۔۔ ذرا دیر بعد ہی جناب سفیرکبیر بھی تشریف لے آئے۔ وہ مانچسٹر سے سیدھے یہاں پہنچے ہیں -۔ بعد میں محترمہ بیگم صاحبہ بھی شریک ہوگئیں لاہور سے محترمی جناب میاں صلاح الدین بھی آئے ہیں - داماد علامہ اقبال ہیں اور فرزند میاں امیر الدین ہیں -واجب الاحترام جناب محترم علی ارشد صاحب سے میری ملاقات پہلی بار ہوئی ہے۔جلد ہی اندازہ ہوگیا کہ وہ خوش مزاج، ملنسار، مرنجاں مرنج انسان ہیں - ان سے مل کر دل خوش ہوا ہے اور پھر انھوں نے تقریر فرمائی تو ان کا ایک ایک

لفظ احتیاط کے کانٹے میں تلا ہوا تھا۔ ان کے اعتماد سے میں متاثر ہوا۔ اپنے خطاب میں انھوں نے پاکستان کو پورے وقار کے ساتھ متعارف کرایا اور پاکستان کی جہاں دوست پالیسیوں کے بارے میں شرح و بسط کے ساتھ اظہارخیال کیا۔

جناب سفیرصاحب کی اجازت سے میں نے بھی یوم پاکستان کے اس موقر اجتماع سے خطاب کیا اور توفیق ایز دی کہ میں نے بہت سی باتیں ایسی کہہ دیں کہ حاضرین کے دل کو لگ گئیں ۔ مجھے خوشی حاصل ہوئی کہ میں اس انداز سے پاکستان کی خدمت کرسکا۔

آج کے بڑے ستھرے اجتماع میں جناب عقیل دانش صاحب نے اپنی نظم حس جذبۂ صادق کے ساتھ سنائی اس کا میرے دل پر کیا ہر شخص کے دل پر اثر ہوا۔ میں نے ان کو داد اپنی تقریر میں بھی دی ہے اور پھر ان سے مل کر ان کو گلے لگاکر ان کو داد دی، اور درخواست کی وہ پاکستان جب بھی آئیں ازراہ‌کرم مجھے اطلاع دیں تاکہ میں جوانان پاکستان کو ان کا کلام سنواسکوں ۔

## کیمبرج روانگی

جناب سفیر محترم سے میں نے سات بجے روانگی کی اجازت لے لی تھی مگر یہاں آج اس قدر کثرت سے احباب ملے کہ روانگی میں تاخیر ہوئی ۔ خود سفارت خانے کے تعلیم کے نگران اور طب وصحت کے نگران حضرات بھی ملے، محبت سے پیش آئے۔ مظاہرۂ خلوص نے دل موہ لیا۔ بارے میں کیمبرج روانہ ہوگیا۔ کوئی ڈیڑھ گھنٹے میں ہم پہنچ گئے ۔ یہاں جناب نقوی صاحب کے سب بچے مقیم ہیں ۔ سب بال بچوں سے ملا۔ پرتکلف کھانا کھایا اور پھر نمازعشا ادا کرکے گیارہ بجے شب سوگیا۔

## جناب محترم ماجدعلی صاحب

یوم پاکستان کی تقریب میں جاتے ہوئے اتنی مہلت مل گئی کہ میں اپنے دوست اور ہمدرد دوست جناب محترم ماجدعلی صاحب کے ہاں سلام کے لیے حاضری دے سکوں ۔ ان کا پتہ بدل گیا ہے مگر جوئندہ یابندہ ہم نے تلاش کرہی لیا۔ گھرپر موجودتھے ۔ ان کی بیگم محترمہ زہرہ نگاہ بھی تھیں ۔ بہت دنوں کے بعد ملاقات ہوئی ۔ میں نے ان دونوں کو پاکستان کے لیے بے چین پایا۔

اپنا وطن بہرحال اپنا وطن ہے۔ انسان کب تک اس سے دور رہ سکتا

سکتا ہے۔ کس کا دل نہیں چاہتا کہ ہم سب مل کر اپنے پاکستان کو عظیم بنائیں اور اس کی رفعتوں کا سامان کریں ۔ محترمہ زہرہ نگاہ پاکستان کی معروف شاعرہ ہیں ۔ فکرونظر میں غیر معمولی گہرائی اور گیرائی ہے۔ زبان پر قدرت ہے، بیان میں ندرت ہے۔ جس محفل شعروسخن میں زہرہ نگاہ ہوں اسے رفعت ومنزلت ملتی ہے۔ آج میں نے محترمہ کو پاکستان کے لیے سخت بے چین پایا۔ حالات وطن کے بارے میں ان کو تشویش ہے اور ایسے حالات میں ان کا دل چاہتا ہے کہ وہ وہاں ہوں اور تعمیری جدوجہد میں حصہ لیں ۔ آج وہ پوچھ رہی تھیں کہ کراچی میں جگہ جگہ بورڈ لگے ہیں کہ " نماز پڑھو قبل اس کے کہ تمہاری نماز پڑھی جائے " یہ کس نے لگائے ہیں ۔ میری طرح وہ بھی اس کور ذوقی سے خوش نہیں تھیں ۔

ہاں، ایک بڑی دل چسپ بات اس پر یاد آئی ۔ ان کے ہاں دو بچے ہوئے۔ ایک کا نام مولانا دوسرے کا مولوی ۔ ہم نے پوچھا ، بھائی یہ نام کیا ہوئے۔ ۱۵۔ ۱۶ سال قبل ماجد صاحب نے کہا تھا کہ ایسا وقت پاکستان میں آنے والا ہے کہ مولوی ہوں گے اور مولانا ہوں گے۔ میں پیش بندی کر رہا ہوں ۔ ماجد صاحب کی یہ پیش بندی خاصی صحیح ہے !

## ۲۵/ اگست ۱۹۸۶ء، پیر

### کیمبرج ۔ لندن

صبح ساڑھے تین بجے بیدار ہوگیا، مگر اٹھا نہیں ۔کیمبرج میں لندن سے زیادہ سردی ہے جو مجھے پسند ہے۔ سارے ساڑھے چار بجے اٹھ گیا۔ معمولات نفلی سے فراغت پاکر نمازفجر اطمینان سے ادا کی اور پھر تحریری کاموں میں لگ گیا۔ جس کمرے میں ٹھیرا ہوں بڑا ہے اور شان دار ہے۔ میں نے شب گزشتہ کہاتھا کہ میرا کمرہ بدل دیں،یہاں مجھے نیند نہیں آئے گی ۔ یہ بہت بڑا ہے۔ مگر ایسا نہ ہوسکا۔

### سفر مصر

چند سال ہوئے پاکستان کی خدمت کے لیے مصرگیاتھا۔ قاہرہ اور اسکندریہ۔ شاہ فاروق پاکستان سے ایسے ناراض ہوئے تھے کہ پاکستان اور مصر کے تعلقات میں شیرینی آکر نہ دی ۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے شاہ فاروق پاکستان کے نعرۂ اسلام سے ناخوش تھے۔ "ہاں بس پاکستان ہی ایک اسلامی ملک ہے۔" یہ ۱۹۵۲ء کی بات ہے۔ وہ دن اور ۱۹۸۰۔ کم ازکم مصر کے حکومتی روزنامہ "الاہرام" نے ۲۸ سال پاکستان کےلیے ایک لفظ شائع نہیں کیا اور پھر پاکستان کا کوئی سفیربھی حالات استوار نہ کرسکا۔ میں ایک کانفرنس نباتات دوائی میں شرکت کے لیے گیا تھا۔ مگر استواری حالات مابین مصروپاکستان سے میں کیسے غافل ہوسکتا تھا۔ پھر یہ انتظام قدرت ہے کہ میں "الاہرام" اور "ایجپشیئن گزٹ" دونوں سے دوستی کرسکا۔ "الاہرام" کے سائنس ایڈیٹر تو پہلے ہی میرےدوست تھے۔ پھر قدرت کاملہ نے میری راہوں کو اس قدر سرعت کےساتھ ہموار کیا کہ خود مجھے حیرت ہے۔ قاہرہ کے بعد میں جناب گورنر اسکندریہ سے ملا، انھوں نے احترام کی حد فرمادی اورمیری "سواری" کے آگے پیچھے موٹرسائکلوں کی قطار مرتب کردی ۔ ان سے بڑی تفصیل کے ساتھ تبادل خیال ہوا اور میں نے پاکستان اورمصر کے مابین استواری تعلقات کو بدرجۂ کمال احتیاط کو اہمیت دی ۔ پھرمیں اپنے ساتھ الاہرام کے

ایک مدیر کو پاکستان لایا، اورپھر ایجپشئن گزٹ کے ایڈیٹرکو بھی پاکستان لایا۔ یہ دونوں میرے مہمان رہے۔ میں ان کو پشاور، اسلام آباد اور لاہور تک لے گیا۔ بارے یہ مسرت و اطمینان مجھے حاصل ہے کہ الاہرام نے پاکستان کی عظمت ورفعت پر کئی مضامین شائع کیے اور ایسا ہی ایجپشئن گزٹ میں ہوا۔ الحمدللہ دونوں ملکوں کے مابین دوستانہ تعلقات قائم ہوگئے، اورسفارتی تعلقات سفیر کئے درجے تک پہنچ گئے۔ یہ خدمت پاکستان میرے مقدر میں تھی ۔

## اسکندریہ میں قیام کے لیے انتظام

یہ خدمت وطن اس لیے یاد آگئی کہ جب میں قاہرہ میں اپنے فرائض سے فارغ ہوکر اسکندریہ گیا تو مجھے قیام کے لیے اس عمارت میں جگہ دی گئی کہ جو جناب محترم جمال عبدالناصر نے عرب سربراہ کانفرنس کے موقع پر سربراہان دنیائے عرب کے قیام کے لیے بڑی اہمیت و خصوصیت کے ساتھ تعمیر کرائی تھی ۔ مجھے وہ کمرہ دیا گیا جس میں فرماں روائے سعودی عرب کا قیام تھا۔

میں جب اس " سوئیٹ " میں داخل ہوا تو حیران رہ گیا۔ محلاتی ٹھاٹھ باٹ تھے۔ میں اس شان کو بیان نہیں کرسکتا۔ اب میں بےچارا حکیم سعید ،جس کا سامان کیا؟ چند سفید شیروانیاں اورچندکرتےپاجامے، استعمال کا سامان نہایت سادہ۔ میری نگاہیں ہینڈبیگ کےاندر چلی گئیں ۔ اس میں تو ٹوٹا کنگھا ،ریزر پندرہ سال پہلے کاتھا۔ اگر یہ سامان میں نے سونے کے ملمع والے غسل خانے میں رکھ دیا تو یہاں کے کارکن کیا کہیں گے۔ توبہ میں نے اس ٹھاٹھ باٹ سے چھٹکارا حاصل کرنے کا فیصلہ کرکے ایک سنگل روم کا مطالبہ کیا۔ میرے ساتھ تشریفات ( پروٹوکول ) کے جولوگ تھے وہ حیران ۔ ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی اور میں جب کمرہ چھوڑکر باہر لاؤنج میں آبیٹھا تو انھوں نے قاہرہ سے رابطہ قائم کیا اور جب میں نے سربراہ مہمان خانہ سے اصرار کیا تو بالآخر انھوں نے مجھے ایک سنگل روم دے دیا اور میں چار دن اسی میں رہا۔ بات گورنر اسکندریہ تک چلی گئی تھی۔ جب میں ان سے ملا تو وہ اس موضوع پر بڑی دل چسپی سے باتیں کرتے رہے ۔

کیمبرج کا کمرہ بھی بہت بڑا ہے۔ میں گھبراتاہوں ۔ میں تو چٹائی بچھاکر زمین پر سونے والا ہوں، نرم وگداز بستر میری ضرورت

نہیں ہے اور نہ میرا مزاج -

## طب -- پیش رفت

کیمبرج کا یہ سفر تجارتی مقاصد کے لیے ہے- کل صبح جناب محترم نقوی صاحب سے ابتدائی تبادل خیال ہوگیاتھا- آج ان کے صاحبزادے اطہرنقوی صاحب اور قمرنقوی صاحب سے تبادل خیال کرتےاور انگلستان میں ہمدرد کی صنعتی وتجارتی پیش رفت کے لیے کیمبرج آیا ہوں - سات آٹھ سال قبل نقوی برادرز ہمدرد کے ایجنٹ رہ چکے ہیں اور وزارت صحت برطانیہ کے ناقابل فہم رویہ کی وجہ سے ان کو ہمدرد کا کاربار بند کرنا پڑاتھا- مگر میں نے اپنے مطب کے ذریعہ سے جو اثرات لندن میں چھوڑے تھے اِن کے اثرات کو وزارت صحت برطانیہ ختم نہیں کرسکی - ادھر عالمی ادارۂصحت (ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن) نے تائید اور تائیدمزید کا ماحول پیدا کیا-ہمدردفاؤنڈیشن پاکستان نے ایک خطیر مالی تعاون سے عالمی ادارۂ صحت کے مرکز ( جنیوا )میں شعبۂ طب قائم کرادیا- اس کے اثرات لازماً ہوکر رہے- ساتھ ہی چین و ہند کے اثرات اثرانداز ہوئے ہیں - ابھی سال گزشتہ ہی کی بات ہے وزیرصحت ہند محترمہ محسنہ قدوائی صاحبہ نے ورلڈ ہیلتھ اسمبلی سے جب خطاب کیا تو انھوں نے طب یونانی اور آیور ویدک کا ببانگ دہل ذکرکیا اور ہندستان کی سرپرستانہ حکمت عملی واضح کردی- میں اس اسمبلی میں موجود تھا، اور میری آنکھیں پاکستان کے وفد کو تلاش کرتی رہیں - ہمدرد کے جرائد مستقل طورپر طب کے لیےانگریزی داں دنیا میں کام کررہے ہیں - گزشتہ دنوں " ٹائمز" لندن نےتین قسطوں میں ایک مقالہ مفاد طب میں شائع کیاہے- گزشتہ دنوں برٹش مڈیکل ایسوسی ایشن نے طب کے بارے میں ایک رپورٹ شائع کی ہے جس کا مجھے انتظار ہے -

طب کے لیے حالات ایک بارپھر یہاں ہموار ہوئے ہیں، اور میں اس صورت حال کی روشنی میں لندن میں مرکز ہمدرد قائم کردینا چاہتا ہوں -

## ڈاکٹر جوزف نیدھم

ایسٹ ایشین ہسٹری اوف سائنس لائبریری بروک لینڈس ایوے نیو پر کیمبرج میں ہے - یہاں آج میں نے ڈاکٹر جوزف نیدھم کے لیے

گل دستہ اور پیغام چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ تعطیل کی وجہ سے میرا خیال تھا کہ شاید ہی کوئی ملے مگر جب گھنٹی بجائی تو خود جوزف نیدھم نے لائبریری کا دروازہ کھولا اور وہ مجھے دیکھ کر واقعی حیران ہوئے۔ میری بالکل غیر متوقع آمد تھی ۔ بارے وہ اندر اپنی اسٹڈی میں لے گئے۔ کئی کتابیں کھلی تھیں اور ریسرچ اور تحقیق جاری تھی ۔" میں ان دنوں ہسٹری اوف فورینزک میڈیسن پر کام کر رہا ہوں، سلسلے کی چھٹی جلد تیار ہے۔ یہ اس کا پیش لفظ ہے۔" اتنے میں ان کی چینی اہلیہ آگئیں ۔ چینی خاتون لائبریرین بھی ملیں ۔ لائبریرین سے میں نے چینی میں بات کی ۔ جوزف نیدھم صاحب نے فرمایا ،" ـــ حکیم صاحب چین جاتے رہتے ہیں، انھوں نے میڈیسن ان چائنا کتاب لکھی ہے ۔" مجھے واقعی حیرت ہے کہ ۹۱۔ ۹۲ سال کی عمر میں نیدھم صاحب کا حافظہ کس قدر تیز ہے اور ذہن کس درجہ صاف ہے۔ ان سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ۔ نیدھم صاحب نے اصرار کیا کہ ان کے ساتھ لنچ کروں، مگر چوں کہ مجھے دوسری جگہ جانا تھا، ادب کے ساتھ معذرت کرلی ۔ یاد آیا کہ ٹوکیو ( جاپان ) میں ہم دونوں ساتھ تھے اور ہم دونوں نے ساتھ مل کر جاپان کے سب سے بڑے اخبار "آساہی شمبو "(اشاعت یومیہ ۷۵ لاکھ ) میں انٹرویو دیا تھا۔ سات گھنٹے انٹرویو کے بعد فرصت ملی تھی ۔ اخبار نے غالباً ۵۔ ۵ ہزار ین معاوضہ دیا تھا جو میں نے قبول نہیں کیا تھا۔ اخبار کا خیال تھا کہ "ـــ کیا یہ کم ہیں؟" میں نے اطمینان دلایا کہ " کم نہیں زیادہ ہیں،مگر میں ایسے علمی کاموں کا معاوضہ قبول نہیں کرتا ہوں ۔"پروفیسر جوزف نیدھم نے اپنی ساری عمر سائنس اینڈ سویلائزیشن چین پر تحقیق میں صرف کی ہے، اور یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں اس موضوع پر وہ سب سے بڑی اتھیریٹی ہیں ۔ کتاب کی سائنس جلدیں شائع ہوچکی ہیں اور ۲۵ جلدوں میں یہ کام تمام ہوگا۔ معاملات چین پر جب بھی کوئی کام کرنا ہوگا نیدھم کی کتاب ہی کتاب حوالہ بنے گی ۔ چند برس ہوئے جوزف نیدھم کیمبرج میں ایک بڑے کالج کے سربراہ تھے۔ میں اس وقت بھی ان سے ملنے آیا تھا۔ ماسٹر لاج میں ان کے ساتھ رہا تھا۔ انگلستان میں اسے بڑا اعزاز سمجھا جاتا ہے کہ کوئی ماسٹر لاج میں وقت گزارے۔ اس لیے میں کہہ سکتا ہوں کہ اس یگانۂ روزگار عالم نے مجھے عزت دی تھی ۔

## کیمبرج سائنس پارک

اس سائنس پارک کو دیکھنے کا عرصۂ دراز سے اشتیاق تھا۔ بس

کیا بتاؤں کس قدر افسوس ہے کہ آج تعطیل ہے اور یہ بند ہے - سارے میں نے راؤنڈلیا۔ یہ پارک ٹرینٹی کالج نے تیار کرایاہے یہ بڑا رئیس کالج ہے،بکثرت پراپرٹی کیمبرج میں اس کی ملکیت میں ہے -

سائنس پارک سائنس دانوں کی مدد کے لیے قائم کیا گیاہے۔اس میں مخیر اداروں نے بھی حصہ لیاہے۔ سائنس کے مختلف موضوعات پر پوری طرح سامان سے لیس لیبوریٹریاں قائم کی گئی ہیں - ان میں وہ سائنس داں تجربات کرتے ہیں جن کو لیبوریٹریاں قائم کرنے کے لیے سرمایہ میسر نہیں ہے۔ بلاشبہ یہ ایک بڑا فیاضانہ کام ہےاور سائنس دانوں سے بہترین تعاون ہے۔

## گارڈنز سینٹر

کیمبرج میں یہ ایک بڑا مرکز ہے کہ جہاں باغات کے لیے ہمہ قسم کا سامان میسر ہے۔ آج یہاں بکثرت لوگ خریداریوں کے لیے آئے تھے۔ میں مدینۃ الحکمۃ کے لیے فواروں کے ڈزائنوں کے لیے متلاشی ہوں،یہاں اس مرکز میں مسئلہ حل ہوگیاہے۔ اسی کمپنی کا پتہ مل گیاہے کہ جو فواروں کے لیے سامان تیارکرتی ہے۔ اگر میرے پاس مدینۃ الحکمۃ کے فواروں کے ڈزائن اور نقشے ہوتے تو میں بڑی آسانی کے ساتھ ان سے ملاقات کرکے سامان خرید لیتا۔ مگر ایسا نہ ہوسکا۔ بارے اب تو یہ کراچی پہنچ کر ہی کام ہوگا۔

## ٹیلکس

کیمبرج میں اطہر نقوی صاحب کا اپنا ٹیلکس ہے۔ یہاں سے میں نے سفارت پاکستان،لندن کو دو ٹیلیکس بھجوادیے ہیں: ایک جناب محترم سفیر صاحب کے نام،جس میں ان کو مبارک باد دی ہے کہ ان کی رہنمائی میں کل پاکستان ڈے بہت ہی اچھی طرح منایاگیا۔ ان کی بہت اچھی تقریر کی تعریف کرکے آخر میں شکریہ ادا کردیاہے کہ آپ نے مجھے مدعو فرمایا اور کلمات خیر سے مجھے عزت دی - دوسرا ٹیلیکس انفرمیشن منسٹر سفارت جناب رضی الدین شیخ صاحب کو دے دیاہے اور ان کا شکریہ ادا کردیاہے -

## جناب محترم یوسف عابدی

کیمبرج سے چھے بجے شام لندن کے لیے روانہ ہوئے اور تقریباً

ڈھائی گھنٹے میں لندن جناب محترم یوسف عابدی صاحب کے ہاں پہنچ گئے۔ آج خوب بارش ہورہی ہے۔ صبح ہی بی بی سی نے بتادیاتھا کہ لندن اور کیمبرج وغیرہ میں بارہ بجے دن سے سخت بارش ہوگی اور ایسا ہی ہوا۔ راستے میں ٹریفک بھی خاصی تھی ۔" لونگ ویک اینڈ" کے بعد لوگ گھروں کو لوٹ رہے ہیں ۔ جناب محترم یوسف عابدی صاحب بی بی سی آئی میں ہیں۔ ان سے غائبانہ تعارف حاصل ہوا تھا۔ پرسوں لندن ہی میں ملاقات ہوئی اور ان کی محبت اور ان کا اصرار کہ ان کے ہاں آج شب ان کی ہم‌طعامی کا موقع مل گیا۔ بہت سے دوستوں سے یہاں ملاقات ہوئی ۔نہایت لذیذکھانا کھایا۔ نہایت ستھری محبت ۔ نہایت علمی مجلس ۔ جناب محترم ڈاکٹر زوار زیدی صاحب نے بتایا کہ " حکیم صاحب آپ کیمبرج ڈاکٹر علی اشرف صاحب کو بھول آئے ہیں" معلوم ہوا کہ ڈاکٹر علی اشرف کیمبرج میں ہیں۔ ان کا خط تو مجھے یہ ملا تھا کہ وہ ان دنوں کیمبرج سے باہر شاید امریکا میں ہوں گے۔ میرے پاس تو وقت تھا، میں ان سے ضرور ملتا۔ ان سے تو اہم تبادل خیال کرتاتھا۔ بڑا افسوس ہوا۔

## ۲۶ / اگست ۱۹۸۶ء، منگل

### لندن

صبح معمولات سے بہ اطمینان فراغت پاکر ڈیسک پر بیٹھ گیا۔ سات بجے تک غور وفکر اور تحریر میں مصروف رہا۔ کیمبرج سے محترمی جناب ڈاکٹر علی اشرف صاحب کا ٹیلے فون آیا کہ وہ کل بڑی بے چینی سے منتظر رہے۔ میں نے کہا کہ مجھے یہ خیال رہا کہ آپ امریکا میں ہیں۔ بارے طے پایا ہے کہ اب وہ خود زحمت فرمائیں گے اور ہفتے کی صبح لندن آکر مجھ سے ملاقات کریں گے۔ میں نے پروگرام طے کرلیا ہے۔ مگر شرمندہ ہوں کہ ان کو اب زحمت ہوگی۔

### معاشرۂ برطانیہ۔ نونہال الاؤنس

میں نے پہلے بھی لکھاہے اوراب بھی لکھتاہوں کہ میں یہاں کی وہ اچھائیاں نوٹ کررہاہوں کہ جن سے میں متاثر ہورہا ہوں۔ اب ذرا نونہال الاؤنس پر غور فرمائیے۔ برطانیہ میں جو بچہ پیدا ہوتاہے اس کا فوراً پانچ پونڈ فی ہفتہ الاؤنس مقرر ہوجاتاہے۔ بچے کی ماں قریبی ڈاک خانے میں جائے، برتھ سرٹی فیکیٹ پیش کرے، وہاں فوراً ایک کارڈ تیار ہوجاتاہے جو بچے کی ماں کو دے دیا جاتا ہے۔ یہ کارڈ ڈاک خانے میں دکھاکر ماں الاؤنس وصول کرتی رہتی ہے تا آں کہ بچے کی عمر گیارہ سال ہوجائے۔ مہریں لگتے لگتے جب کارڈ بھر جاتا ہے تو فوراً نیا کارڈ بنادیا جاتاہے۔ یہ الاؤنس بلا تخصیص ملتا ہے، یعنی کوئی امیر ہو، رئیس ہو، غریب ہو یہ الاؤنس بہرحال ملتاہے۔ اس میں کبھی کہیں کوئی رکاوٹ و اشکال پیدا نہیں ہوتا۔ پھر ۱۶ سال کی عمر کے بعد نوجوان کی تعلیم حکومت کی ذمہ داری ہوجاتی ہے۔ اگر وہ تعلیم حاصل نہ کرنا چاہے تو اسے ملازمت کرنی چاہیے۔ اگر اسے ملازمت نہ ملے تو حکومت روزگار حاصل ہونے تک اسے بے کاری الاؤنس فی ہفتہ دس پاؤنڈ دیتی رہتی ہے تا آں کہ وہ برسرروزگار ہوجائے، خواہ ایسا کبھی بھی ہو۔ اگر بے روزگاری ۸ - ۱۰ سال یا زیادہ بھی ہے، تو الاؤنس بہرحال ملتا رہے گا۔ زیادہ گہرائی میں جانے پر معلوم ہوا کہ یہاں، برطانیہ میں سوشل سیکوریٹی انشورنس اسکیم ہے۔ اس انشورنس کے

پریمیم سے جو رقم حاصل ہوتی ہے اس سے یہ نونہال الاؤنس دیا جاتا ہے۔ سوشل سیکوریٹی انشورنس ہر اس شخص پر لازم ہے کہ جو ملازم ہے یا برسر روزگار ہے، تاجر ہے، صنعت کار ہے وغیرہ بے کار لوگوں پر یہ انشورنس عائد نہیں ہوتی۔ نونہال الاؤنس کا حقیقی منشا و استعمال یہ ہے کہ بچے کی نگہداشت اور پرداخت میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو اور ماں ہر حال میں اور ہر صورت میں یہ الاؤنس اپنے بچے ہی پر خرچ کرتی رہے۔

یہ حالات دیکھ کر میرے ذہن میں سوال ابھرا کہ ہم پاکستان میں سوشل سیکوریٹی اسکیم کے ساتھ کیا سلوک کررہے ہیں۔ میں تفصیل میں جانا نہیں چاہتا مگر میں اس قدر ضرور جانتا ہوں کہ یہ کثیر رقم مریضوں کے علاج پر احتیاط وکمال کے ساتھ ہرگز خرچ نہیں ہورہی ہے ورنہ کروڑوں میں اسے جمع نہیں ہونا چاہیے تھا۔

## برنا ڈوز ہوم

لندن میں یہ ادارہ بنیادی طورپر یتیموں کی دیکھ بھال کے لیے قائم ہوا تھا، شاید پچاس ساٹھ سال پہلے۔ اب تبدیلی حالات کی صورت یہ ہے کہ تدریج کے ساتھ برناڈوز ہوم اپاہج بچوں کی دیکھ بھال کا ادارہ بنتا جارہا ہے۔ برطانیہ کے معاشی اورفلاحی نظام میں اب دارالیتامی کی گنجائش کم ہے۔ غلطی یہ ہوئی ہے کہ ہم برناڈوزہوم کے مرکزی مقام تک نہ جاسکے اور اس کے ایک دیہلی ہوم سے رابطہ قائم ہوگیا۔ اگر برٹش کاؤنسل صحیح جگہ کی رہنمائی کردیتی تو اچھا ہوتا۔ خیر ہم نے ایک ہوم آج دیکھ لیا۔ اس میں معذور بچوں کی دیکھ بھال اور تربیت اور علاج کو بڑی تفصیل سے سمجھ لیا ہے۔ بڑی جگہ ہے۔ کوئی ۳۶ " مائیں " یہاں معذورین کی خدمت میں مصروف ہیں۔ مائیں میں نے اس لیے لکھا ہے کہ میں ابتدا میں یہی سمجھتا رہا کہ بچوں کی مائیں معذوروں کو اس ہوم میں تربیت وعلاج کے لیے لاتی ہیں اور ماہرین کی نگرانی میں اپنے بچوں کی معذوریاں دور کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ وہ جس طرح بچوں سے محبت کررہی تھیں اسے دیکھ کر ان کو ماں ہی سمجھا جاسکتا تھا، مگر معلوم ہوا کہ یہ برنا ڈوز ہوم کی کارکنان ہیں۔ بڑی حیرت ہوئی کس طرح وہ ان بچوں پر نثار ہورہی تھیں۔ اس برناڈوز ہوم میں ہرقسم کے معذور بچوں کے لیے بکثرت سازوسامان تھا۔ خصوصی کرسیاں، خاص آلات، وضع قطع کے کھلونے وغیرہ۔ مگر جو چیز سب سے زیادہ اہم ہے وہ ان کارکنوں کی بچوں سے والہانہ محبت ہے۔

## سفارت پاکستان میں

برنا ڈوز ہوم سے میں سیدھا سفارت خانۂ پاکستان پہنچا۔ یہاں وی آئی پی کتاب پر میں نے دستخط کیے۔ یہ جناب سفیر کبیر پاکستان اور سفارت پاکستان کے لیے مظاہرۂ احترام تھا۔ یہاں ہفتہ وار میٹنگ میں تمام افسر مصروف تھے۔ سب کے نام سلام چھوڑ آیا۔

## جناب محترم ڈاکٹر زوار زیدی

میاں اطہر نقوی نے مجھے اور جناب نقوی صاحب کو محترمی جناب ڈاکٹر زوار زیدی صاحب کے گھر پہنچادیا۔ توبہ، لندن میں فاصلے ایسے ہیں کہ راستے ختم ہونے کا نام نہیں لیتے۔ محترمی ڈاکٹر صاحب ہمارے منتظر تھے۔ ان کے ہاں آکر بڑی اپنائیت محسوس ہوئی ۔ ایسا لگا کہ اپنے گھر آگیا۔ چند ماہ پہلے بھائی جان محترم جناب حکیم عبد الحمید اسی گھر میں چند دن رہ کر گئے ہیں ۔ اپنائیت کا یہ ایک اور عنوان ہے۔ محترمہ بیگم صاحبہ نے کھانے پینے کا خوب اہتمام کررکھا تھا۔ سر فیروز خاں مرحوم کے کوئی عزیز ہیں، ڈاکٹر زیدی صاحب کے شاگرد رہ چکے ہیں ۔ وہ بھی یہاں مقیم ہیں ۔ بڑی اچھی صحبت رہی ۔ میں نے حسب معمول شیرگاؤ نوش جاں کیا۔ بڑے نفیس و اعلا بسکٹ کھانے کو ملے۔

## کیوگارڈنز ۔ نباتات

جناب محترم ڈاکٹر زوار زیدی صاحب کی معیت میں لندن کے بڑے مشہور اور تاریخی کیوگارڈنز میں ڈھائی بجے پہنچ گیا۔ معلوم ہوا کہ برٹش کاؤنسل کا یہاں کوئی ہدایت نامہ نہیں ہے ۔ تمام انتظام ڈاکٹر زیدی صاحب نے کیا ہے۔ اس انتظام کی وجہ سے گارڈن کے دروازے پر جناب محترم مارٹن ۔ جے ۔ ایس سینڈس ملے اور ان کی رہنمائی میں موثر کار اندر جاسکی ۔ ہم جلد ہی جناب محترم جی ۔ یو ۔ لوکاس کے دفتر میں پہنچ گئے۔ بڑی خوش اخلاقی سے پیش آئے ان کو میں نے اپنے آنے کا مقصد بتایا۔

* مدینۃ الحکمۃ ۔۔ شہر علم و حکمت میں ہم ہمدرد یونیورسٹی کے شعبۂ نباتات کی مناسبت سے ایک " میوزیم اوف ہربس " قائم کرنا چاہتے ہیں ۔
* اس میوزیم میں نباتات پاکستان کو محفوظ کرنا چاہتے ہیں ۔

اس لیے ہم نباتات کو محفوظ کرنے اور ان کو ماؤنٹ کرنے کے طریق و اصول کے لیے رہنمائی چاہتے ہیں ۔

* ماؤنٹ کرنے کے لیے تمام میٹیریئل خریدنا چاہتے ہیں ۔
* مہارت منتقل کرنے کے لیے ماہر کو پاکستان بلاکر اپنے کارکنوں کو تربیت دلانا چاہتے ہیں ۔
* زندہ پودوں کی کاشت ونگہداشت کے لیے ماہرانہ مشورہ چاہتے ہیں اور مدینۃ الحکمۃ میں باغ ہمدرد میں تعلیم نباتات کے لیے زندہ پودے اگانا چاہتے ہیں اور ایک ماہر کی خدمات حاصل کرنا چاہتے ہیں ۔

اگر ان کو ہماری یہ ضرورت برٹش کاؤنسل کے ذریعہ سے پہلے سے پہنچ جاتی تو یہ حادثہ پیش نہ آتا کہ نباتات کو محفوظ کرنے والے ماہر چھٹی پر ہیں اور یہ کام آج نہیں ہوسکتا۔

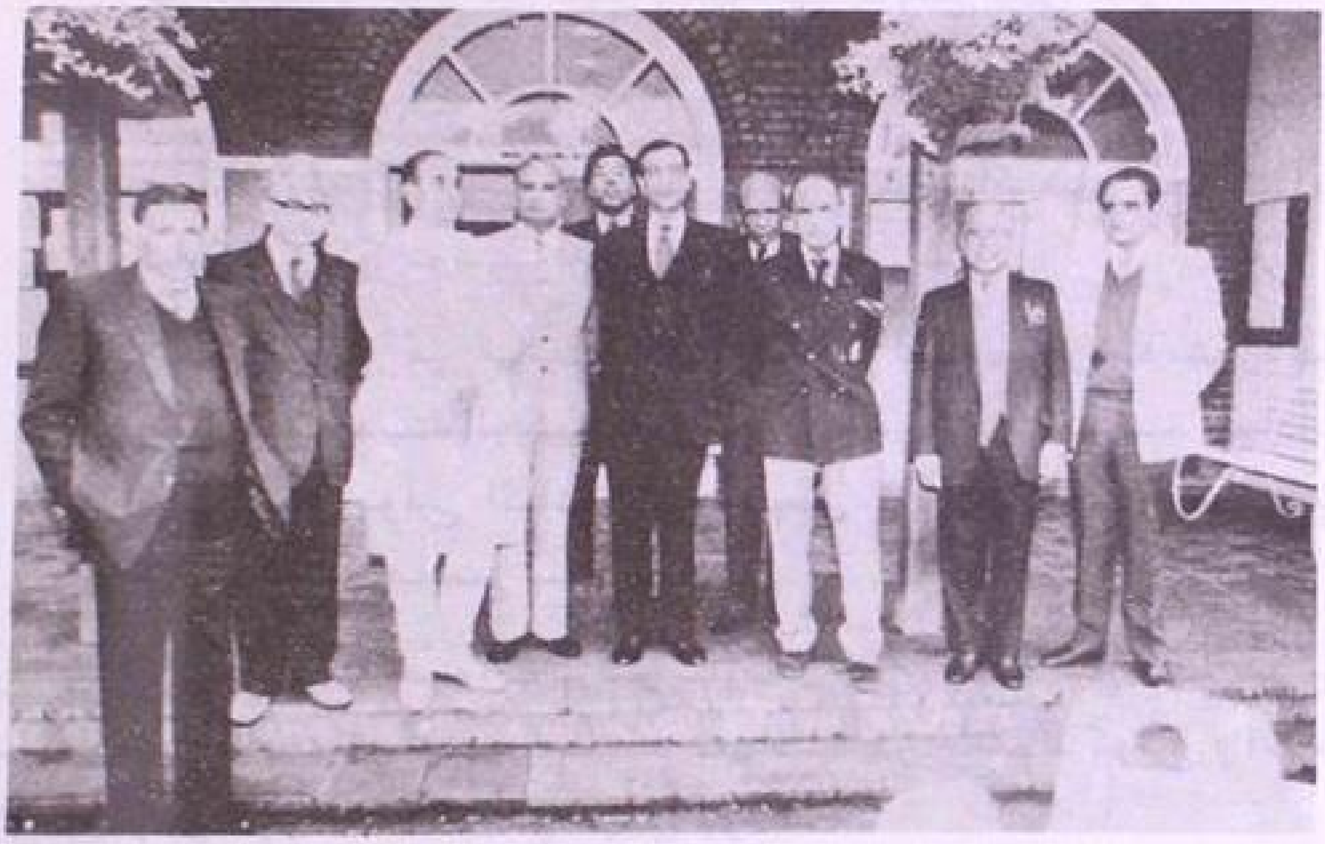
بارے زندہ پودوں کے نشوونما کے لیے ماہر جناب محترم ہانس فلائگنر ہمارے ساتھ تھے۔ انھوں نے کیوگارڈنز کے دوائی نباتات کے تمام مراکز پوری تفصیل کے ساتھ مجھے دکھادیے ۔

## فکر کا انداز

جب سے مدینۃ الحکمۃ میں توسیع زمین کا فیصلہ ہوا ہے اور برابر کی ۳۲۷ ایکڑ زمین کی خریداری کا فیصلہ ہوا ہے میں اس انداز سے غور کررہا ہوں کہ باغ ہمدرد میں ہمدرد یونیورسٹی کی منصوبہ بندی کے بجائے اس باغ کو باغ کی حیثیت سے محفوظ کیا جائے اور ہمدرد یونی ورسٹی کو نئی زمین پر منتقل کردیا جائے۔ مدینۃ الحکمۃ میں ہمدرد باغ اس وقت بھی کراچی کا سب سے بڑا باغ ہے۔ اگر کیوگارڈنز کے انداز پر اسے مرتب کرلیا جائے تو یہ ہمدرد باغ نہ صرف مدینۃ الحکمۃ کی آبادی کے لیے راحت جان ہوگا بلکہ کراچی کی پبلک کے لیے بھی یہ ایک تفریح گاہ بنے گا اور نباتات کے لیے ایک بڑی تجربہ گاہ۔

## لندن کے ای ۔ ایس ۔ یو کلب میں احترامیہ

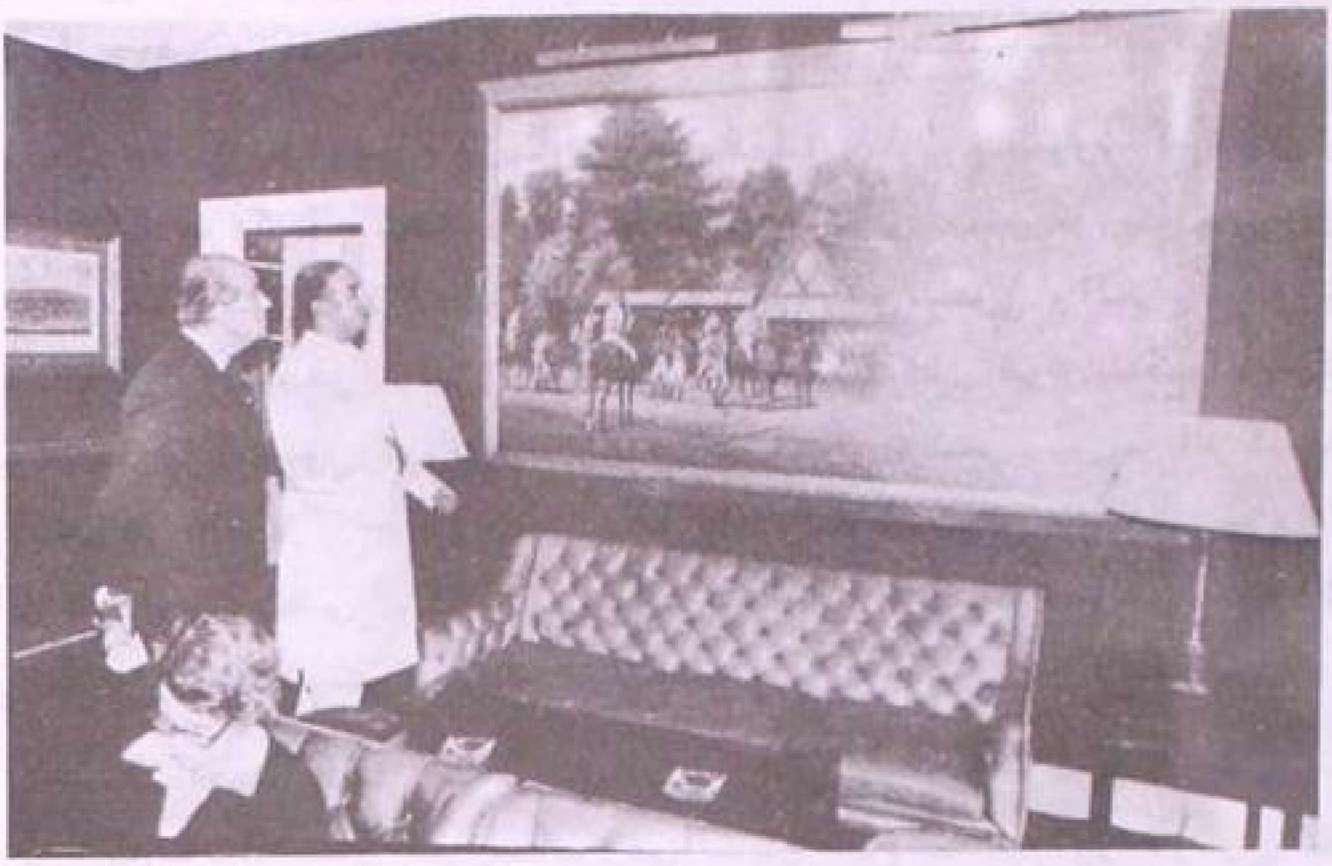
ان دنوں جناب محترم احمد ۔ ای ۔ ایچ جعفر صاحب لندن میں ہیں وہ سال کے تین چار ماہ لندن میں گزارتے ہیں اور اگر ان کی موجودگی میں میرا لندن آنا ہوتا ہے تو پھر وہ کسی کلب میں ایک احترامیہ



ای - ایس - یو کلب لندن میں احترامیہ احمد جعفر
جناب ڈاکٹر ریاض - جناب احمد ای - ایچ - جعفر -
جناب معظم علی - جناب ریاض الدین شیخ - حکیم محمد سعید
جناب رضوی -



محترمہ بیگم نقوی، محترمہ بیگم احمد جعفر، محترمہ بیگم
وہاب جعفر، حکیم محمد سعید، مس سائرہ احمد،
جناب احمد جعفر لندن میں -



ایک پولو پینٹنگ زیر ملاحظہ
جناب احمد جعفر اور حکیم محمد سعید



ای ۔ ایس ۔ یو کلب لندن میں مریضوں کا معائنہ

مرتب کرتے ہیں - ان کو جیسے ہی معلوم ہوا کہ میں لندن میں ہوں تلاش کرکے انھوں نے مجھے پالیا اور پھر طے پایا کہ ۲۶/ اگست کو ای - ایس - یو کلب میں ٹینس پویلین میں استقبالیہ ہوگا۔

بے لطفی یہ رہی کہ بارش کا سلسلہ جاری ہے ورنہ آج یہاں ٹینس کھیلنے کا پروگرام تھا۔ اس کلب میں چالیس ٹینس کورٹس ہیں اور ایک سے ایک نفیس کورٹ - گھاس کے کورٹ بھی ہیں، بجری والے بھی اور ہارڈ (سیمنٹ) کورٹ بھی - بڑا دل چسپ علاقہ ہے۔ دل خوش ہوگیا۔ بارش نہ ہوتو یہاں چالیسوں کورٹ کھلاڑیوں سے بھرے رہتے ہیں - اس کلب کی سیر بھی کی، ایک " فائن ہول " کا گاف گارڈن بھی دیکھا۔ بڑے بڑے گھاس کے میدان ہیں - گلاب کے بکثرت تختے ہیں اور یہاں مور ٹہل رہے ہیں -- بہ حیثیت مجموعی نہایت اعلا کلب ہے۔ بڑا سکون حاصل ہوا۔

جناب احمد جعفر صاحب نے بڑے اچھے پیارے لوگوں کو دعوت دی تھی -۔ سفارت پاکستان کے جناب رضی الدین شیخ صاحب اور دوسرے حضرات تھے - جناب معظم علی صاحب بھی شریک ہوئے - بہت سے میرے دوست انھوں نے بلائے تھے۔ پچاس ساٹھ خواتین وحضرات نے اس مجلس سے خوب لطف اٹھایا۔ مجھے آج دلی مسرت حاصل ہوئی ہے - جناب محترم احمد ای ایچ جعفر صاحب کا جس قدر شکریہ ادا کروں کم ہے --

## تعلیم جامعات اسلامی ۱۵ ویں صدی ہجری میں

ان نوجوان سے پہلے بھی ملاقات ہوئی تھی - مارچ ۱۹۸۶ء کے "انکوائری" میں ان کا ایک تنقیدی مضمون شائع ہوا ہے: " کیا اسلامی یونی ورسٹیوں کا نظام ونصاب تعلیم حسب حال ہے؟" میں نے یہ مضمون پڑھا تھا اور پھر ضیاالدین سردار صاحب کو خط بھی لکھا تھا جس کا جواب انھوں نے دیر سے دیا تھا۔ بارے آج میں نے ان کو ہارلنگم کلب بلالیا تھا۔ ان سے تبادل خیال کیا اور جامعات کی تعلیم پر ان سے مشورہ کیا۔

تاثرات، محسوسات اور واقعات یہ ہیں کہ جامعات اسلامیہ کا انتظام اور نصاب تعلیم نظریۂ حیات اسلامی سے ہم آہنگ نہیں ہے اور تعلیم کے اس اساسی میدان میں ہماری مسلسل غلطیاں وجۂ زوال امہ ہیں -۔ چند ماہ ہوئے محترمی جناب بروہی سے تبادل خیال کیا تھا - اب میں اس رائے پر پختہ ہوں کہ اس موضوع پر دس بارہ منتخب حضرات کو دعوت دوں کہ وہ اس مسئلے پر غور فرمائیں اور پھر پاکستان میں

جمع ہوکر ایک نظام ونصاب تعلیم کی طرف رہنمائی کا سامان کریں۔ میں جائزۂ حالات کے طورپر گزشتہ ماہ اور اس ماہ چار مذاکرات اسی موضوع پر پشاور، اسلام آباد، لاہور اور کراچی میں منعقد کراچکا ہوں، اور اب میرا ذہن اس بات میں پختہ ہوچکاہے، میں ۱۹۸۷ء میں اس پر توجہ کروں گا۔

## مرضا

لندن میں میری آمد کی خبر سے انگلستان میں میرے مریضوں میں خاصی بے چینی ہے۔ ان کو میرا پتہ معلوم نہیں ہے اور وہ مجھ سے طبی مشورہ کے لیے بے چین ہیں۔ بعض مریضوں کو یہ معلوم ہوگیا کہ میں ہارلنگم کلب میں مدعو ہوں۔ ایک مریض مانچسٹر سے آج شام پہنچ گئے۔ لندن سے سات مریض یہاں پہنچ گئے۔ میں نے بڑے سکون کے ساتھ ان کی بھی خدمت یہاں کردی۔ غرض رات کے ساڑھے آٹھ یہیں بج گئے۔

## ۲۷ اگست ۱۹۸۶ء بدھ

### لندن-اوکسفرڈ

بہ حیثیت مجموعی میرا یہ پندرہ روزہ سفر مطالعاتی سفر ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں جس قدر بھی عالمی سفر کیے ہیں ان کا بنیادی مقصد مطالعہ ہی رہا ہے۔ اب مدینۃ الحکمۃ میری منزل ہے۔ میرے مطالعات کا محور یہی شہر علم وحکمت ہے۔ میں ہرچیز کو اسی نگاہ سے دیکھ رہا ہوں۔ غور بھی اسی کے لیے کررہاہوں۔ فکر بھی اسی کی لاحق ہے۔ آج صبح چار بجے اٹھ گیا تھا۔ سات بجے تک جانماز پر بیٹھا رہا۔ سوچتا رہا۔ سکون کی فضا ہے۔ زیادہ سے زیادہ غور کررہاہوں اور نوٹ کررہاہوں۔ آٹھ بجے تک میں تیار ہوگیا۔ مریضوں کو وقت دے دیا تھا۔ دس بجے تک ان کی خدمت میں مصروف رہا۔ دل چاہتا ہے کہ لندن میں ایک مطب ہمدرد پھر قائم ہوجائے اور میں ایک بار پھر یہاں آکر خدمات سر انجام دوں اور برطانیہ میں طب کو تسلیم کرواؤں۔ میں تو کل نہیں ہوں گا بلکہ میں جو کام کرجاؤں گا وہ تاریخ ساز بن جائے گا۔ میری مصروفیتیں ایسے منصوبوں میں مانع ہیں مگر میں یہ کام کر گزرنا چاہتاہوں۔ میدان میں ماضی میں ہموار کرچکا ہوں اور اب یہ کام کرگزرنا ذرا بھی مشکل نہیں ہے۔

### ہالینڈ اینڈ بیرٹ

یہ ایک صحت کے لیے غذاؤں (ہیلتھ فوڈ) کا ادارہ ہے جس کی انگلستان کے ہر شہر میں شاخیں ہیں۔ ان کے ہاں آج میں نے کافی وقت صرف کیا۔ یہاں چیزیں نہایت شاندار پیکنگوں میں موجود ہیں۔ دالیں، چاول، آٹا، مسالے وغیرہ۔ ہاں اسی میں نباتاتی دوائیں بھی بکثرت ہیں۔ بہت اچھے پیکنگوں میں۔ ظاہر ہے کہ یہ میری دل چسپی کی چیز تھی۔ میں نے یہاں سے متعدد نمونے خرید لیے ہیں۔ ان پر غور کرنا ہے۔ میاں اطہر نقوی ساتھ تھے۔ میں نے ان کو ہدایت کی ہے کہ وہ ہالینڈ اینڈ بیرٹ کے صدر دفتر جاکر ضروری معلومات حاصل کریں اور تفصیلات جمع کرکے مجھے کراچی لکھیں۔ میرے اس سفر کا ایک عنوان نباتاتی

دواؤں کے بارے میں حکومت برطانیہ کا موجودہ رویہ معلوم کرتا ہے اور اس میدان میں جو پیش رفت ہو رہی ہے اس کا غائر مطالعہ کرتا ہے۔ نباتات کے لیے ایک تعلیم گاہ کے پرنسپل ڈاکٹر نائٹینگل میرے اچھے دوست ہیں ۔ ان کے نباتات کی دنیا میں بڑے اثرات ہیں ۔ بوٹانیکل سوسائٹی ایک وقیع ادارہ ہے۔ پھر سوسائٹی فار آلٹرنیٹ میڈیسن ، ایسوسی ایشن اوف کمپلیمنٹری میڈیسن کا مطالعہ کر رہا ہوں ۔ پروفیسر نائٹینگل ہمدرد ہاؤس میں بھی مہمان رہ چکے ہیں ۔ وہ اوسٹریلیا، سویڈن وغیرہ میں میرے ساتھ رہے ہیں ۔ اب اطہر نقوی ان سے تفصیلی معاملات کریں گے ۔

## نواسیوں کے لیے

چند منٹ مل گئے۔ میں ایک دکان میں داخل ہوگیا۔ اپنی نواسیوں کے لیے خاص قسم کی پنسلیں وغیرہ خرید لی ہیں ۔ ذرا سا وقت مل جائے تو کسی بڑے اسٹور میں جاکر ان کے لیے مزید تعلیمی سامان خریدوں گا۔

## لندن یونیورسٹی میں

ساڑھے بارہ بجے لندن یونی ورسٹی کے شعبۂ مطالعات ایشیائی و افریقی میں چلا گیا۔ یہاں ایک گھنٹہ تبادل خیال کیا۔ اس عظیم شعبے کے متعلقات پر بھی میری نگاہ ہے، اس مطالعے سے ہمدرد یونی ورسٹی کے لیے ذہن تیار کر رہا ہوں ۔

## اخبار جنگ لندن کے دفتر میں

میرا معمول ہے کہ میں جب بھی لندن آتا ہوں " جنگ " کے دفتر ضرور آتا ہوں ، ڈھائی بجے دن یہاں آگیا۔ محترمی جناب ڈاکٹر زوار زیدی اور محترمی جناب نقوی صاحب بھی میرے ساتھ تھے۔ یہاں ہر کارکن دوست ہے ۔ میں سب کو جانتا ہوں ۔ مدیر منتظم جنگ لندن جناب محترم اشرف قاضی صاحب نے پرتپاک خیر مقدم کیا اور پھر سارا ادارتی عملہ میرے ساتھ جمع ہوگیا۔ ان سے دل کھول کر باتیں ہوئیں ۔ ان سب حضرات پر سیاست پاکستان کا خاصا غلبہ ہے۔ میں کان نمک میں آکر نمک بن گیا۔ سیاست سے کنارہ کش رہتا ہوں مگر آج میں نے بھی خوب سیاست

نکھاری۔ ویسے اب سیاست نکھارنا ایک فیشن بھی ہوگیا ہے۔ بہت دیر بعد مجھے خیال آیا کہ میں کیا سیاست کاری کررہا ہوں ۔ میں نے خود کو قابو میں کرلیا اور پھر محترمی ڈاکٹر زیدی صاحب نے رخ مدینۃالحکمۃ کی طرف موڑدیا اور میں نے اطمینان کا سانس لیا۔

مدیر اعلا جنگ محترمی میر خلیل الرحمان صاحب سے ۱۹۴۰ء سے برادرانہ تعلقات ہیں ۔ انھوں نے جنگ جاری کیا ، میں نے ہمدرد سنبھالا ۔ ہم دونوں کی عمر اس اعتبار سے برابر ہے۔ اسی طرح محمد علی رنگون والا صاحب اور میں نے پاکستان میں ایک ساتھ عملی دنیا میں قدم رکھا۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ میر صاحب اور رنگون والا صاحب دونوں ہمدرد کے جگری دوست ہیں ۔

## احترامیہ لندن یونیورسٹی

"جنگ " میں حاضری دے کر لندن یونیورسٹی آیا ۔ یہاں باہر انگریزی کا ایک بورڈ لگا ہوا تھا۔ " استقبالیہ بہ احترام حکیم محمد سعید، ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان پانچ بج کر پینتالیس منٹ "۔ یہ میری بڑی عزت افزائی ہے۔ کوئی ایک سو صاحبان فکرونظر اس میں شریک ہوئے ۔ کس کس کا نام لوں ۔ ہر انسان قابل ذکر۔ ایک حیرت انگیز ملاقات



احترامیہ لندن یونیورسٹی

ڈاکٹر زوار زیدی ( دائیں ) خطاب فرمارہے ہیں ۔



احترامیہ لندن یونیورسٹی



احترامیہ لندن یونیورسٹی

جناب افتخار عارف ،پروفیسر برگل، (لندن یونیورسٹی )
پروفیسر کوثر ،حکیم محمد سعید ،جناب ماجد علی، جناب نقوی
محترمہ بیگم ڈاکٹر زیدی، ڈاکٹر زیدی



حکیم محمد سعید ۔ جناب معظم علی ۔ جناب افتخار عارف

پروفیسر برگل سے ہوئی ۔ ارے بھائی تم یہاں؟ میں ان سے بغل گیر ہوگیا۔ پروفیسر برگل تاریخ سائنس کے عالم ہیں ۔ برن یونی ورسٹی سوئزرلینڈ میں استاد ہیں ۔ پاکستان میں ہمدرد کے مہمان رہ چکے ہیں ۔ اوسٹریلیا میں طبی کانفرنس میں بھی ہم سب نے ان کو مدعو کیا تھا۔ مجھے بھی ان کی وجہ سے برن یونی ورسٹی نے " طب " کے ایک لیکچر کے لیے دعوت دی تھی ۔ میرا یہ لیکچر بڑا تاریخ ساز رہا ۔ برگل ان دنوں دوماہ کے لیے بروز ویلکم میں تاریخ سائنس پر کام کرنے کے لیے بلائے گئے ہیں ۔

پروفیسر کوثر سے ان کو میری آمد کا علم ہوا۔ وہ کوثر صاحب کے ساتھ استقبالیہ میں آگئے۔ پروفیسر کوثر میرے دوست ہیں لندن یونی ورسٹی میں ہیں ۔ الحمدللہ اسلام قبول کرلیا ہے ۔ ہمدرد کے زیر اہتمام قرآن کنگرس میں سال گزشتہ شریک ہوئے تھے ۔

## حکیم محمد سلیم خان

لیسٹر میں جناب حکیم محمد سلیم خان صاحب نے بڑی جدوجہد کے بعد

ایک "مرکزطب نباتات" (ہربل کلینک) قائم کرلیاہےاوربڑی کوشش کرکے ایک "طبی فاؤنڈیشن" بھی رجسٹر کرالیا ہے۔ ان سے رابطہ بہ مشکل قائم ہوسکا۔ میں نے ان کو احترامیۂ لندن یونی ورسٹی میں شریک ہونے کو دعوت دی اور وہ ازراہ کرم تشریف لے آئے۔ ان سے تبادل خیال کا اصول یہ طے ہوا کہ وہ لندن سے اوکسفرڈ بذریعہ موٹرکار میرے ساتھ چلیں اور راستے میں ایک گھنٹہ باتیں کرلیں۔ میرے پاس باتیں کرنے کا یہی وقت ہے۔ احترامیۂ لندن یونی ورسٹی کے بعد سات بجے میں حکیم محمد سلیم صاحب کے ساتھ ان کی موٹرکار میں اوکسفرڈ روانہ ہوگیا۔ ایک گھنٹے کا راستہ ہے۔ حکیم صاحب سے تفصیل کے ساتھ تبادل خیال ہوگیاہے۔ میں نے ان سے تعاون کا وعدہ کیاہے۔

## ہوٹل رونڈیل اوکسفرڈ

"اوکسفرڈسنٹرفار اسلامک اسٹڈیز" نے میرے قیام کا انتظام اس قدیم مگرخوبصورت ہوٹل میں کیاہے۔ حکیم سلیم صاحب اورمیں یہاں آتے ہی کمرۂ خاص میں پہنچ گئے، جہاں اسلامک سنٹر کی میٹنگ میں آنے والے ٹرسٹی میرا انتظار کرکے کھانا شروع کرچکے تھے۔ میں بھی شریک ہوگیا اور حکیم سلیم خان بھی۔ رات ساڑھے نو بجے حکیم صاحب واپس لندن/ لیسٹر روانہ ہوگئے۔

# ۲۸/ اگست ۱۹۸۶ء، جمعرات

## اوکسفرڈ

نمازفجر صبح پانچ بجے ادا کی، چار بج کر پچاس منٹ پروقت شروع ہوجاتاہے ۔ اس کے بعد مطالعہ کی میز پر آگیا۔

## آکسفورڈ سینٹر فار اسلامک اسٹڈیز

۱۰/ اکتوبر ۱۹۸۵ء کو یہ مرکز مطالعات اسلام اوکسفرڈ، انگلستان، حضرت محترم مولانا ابوالحسن علی ندوی، جناب محترم مولانا رابع ندوی، ہزہائی نس شیخ سلطان بن محمد القاسمی فرماں روائے شارجہ، جناب طارق احسان شفیق، جناب محترم پروفیسر خلیق احمد نظامی، جناب محترم ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف ( سکریٹری جنرل رابطۂ عالم اسلامی) کی رہنمائی میں اعلاتر مقاصد اسلامیہ کی تکمیل کے لیے عالم وجود میں آیا۔ پھر اس مرکز کے مقاصد کو زیادہ وسعتوں کے ساتھ پائے تکمیل کو پہنچانے کے لیے ایک بورڈ اوف ٹرسٹیز (مجلس امنا) کی تشکیل ہوئی ۔

حضرت محترم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ، صدر

جناب محترم ڈاکٹر کامل الباقر (کنگ عبدالعزیز یونی ورسٹی) رکن

جناب محترم رچرڈ ایم بلیک ویل سینٹ کراس کالج، (اوکسفرڈ) "

جناب محترم کے بی گریفین (صدر میگ ڈالن اوکسفرڈ) "

جناب محترم شیخ عبدالعزیز العلی المتوہ ( کویت ) "

جناب محترم پروفیسر محمد رابع ندوی (ندوۃ العلماء لکھنو) "

جناب محترم ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف (رابطہ عالم اسلامی) "

جناب محترم ڈاکٹر محمد ناصر (سابق وزیر اعظم انڈونیشیا) "

جناب محترم پروفیسر خلیق نظامی "
(سابق وائس چانسلر علی گڑھ یونی ورسٹی) "

جناب محترم ہزہائی نس شیخ سلطان بن محمد القاسمی "
( فرماں روائے شارجہ )

جناب محترم ڈاکٹر یوسف القرضاوی ( قطر ) رکن

حکیم محمد سعید ( ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان) "

جناب محترم طارق احسان شفیق ( انگلستان ) "

جناب محترم ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی "
(ریکٹر امام محمد بن سعود یونی ورسٹی )

جناب محترم ڈاکٹر فرحان احمد نظامی سکریٹری/ڈائریکٹر
(فیلو سینٹ کراس کالج )

جناب محترم ڈاکٹر ڈیوڈ جی براؤننگ سکریٹری
( فیلو سینٹ کراس کالج )

میں بہ حیثیت رکن مجلس امینان مرکز مطالعات اسلامیہ اوکسفرڈ، مجلس امینان کے اجلاس میں شرکت کے لیے آیا ہوں - الحمدللہ بجز ڈاکٹر قرضاوی سب ہی صاحبان فضل وکمال اس میٹنگ میں شریک ہیں - سال گزشتہ سے اب تک جواں سال ڈاکٹر فرحان نظامی نے جو کام کیا



مجلس آمنا

آکسفورڈ مرکز مطالعات اسلامی -

ہے اور ملب عیسائیت میں مرکز اسلام قائم کرنے کے لیے جو مخلصانہ اور جرأت مندانہ جدوجہد کی ہے وہ بے حد قابل تعریف ہے۔ اس مورخ کے کام کو جس قدر سراہا جائے کم ہے۔

## اوکسفرڈ سنٹر برائے مطالعات اسلامی

### علمی مقاصد

اوکسفرڈ سنٹر برائے مطالعات اسلامیہ کا بنیادی مقصد اسلامی روایات پر مبنی یا ان سے متعلق عمرانی علوم اور دیگر علوم میں ریسرچ اور اعلا مطالعات کے ذریعہ سے اسلامی روایات کی گہری سوجھ بوجھ کی حوصلہ افزائی کرنا ہے۔ اس طرح اس مرکز کا تعلق نہ صرف اسلامی ثقافت وتہذیب کی میراث سے ہے بلکہ معاشرہ و اقتصادیات،ثقافت وتعلیم اور سائنس اور ٹکنالوجی جیسے مختلف عصری اسلامی مسائل سے بھی ہے۔

ان مقاصد کی نوعیت ہی پر اس مرکز کی علمی ترجیحات کا انحصار ہے:

### ۱ ۔ علمی تحقیق

اس مرکز میں خود اپنے وسائل سے یا دیگر مناسب علمی اداروں کے اشتراک سے خصوصی ریسرچ پروگرام چلائے جائیں گے۔ ابتدا میں ان پروگراموں کے موضوعات خصوصاً عمرانی علوم پر مشتمل ہوں گے (خصوصاً فقہ ،فلسفہ ،تاریخ،جغرافیہ ، اقتصادیات ،سماجیات اوربشریات)۔ بعد ازاں جوں جوں مناسب مواقع آئیں گے اور مالی وسائل مہیا ہوں گے،فطری سائنسوں اور طب اور ٹکنالوجی کے مناسب منصوبوں پربھی غورہوگا۔

### ۲ ۔ علمی اشتراک

اس مرکزاور اوکسفرڈ یونی ورسٹی کے درمیان جو رسمی اورغیر رسمی تعلقات موجود ہیں ان سے نہ صرف مرکز میں اوکسفرڈ کا عالمانہ معیار قائم رکھنے میں مدد ملے گی بلکہ اس مرکز کی مدد سے یونی ورسٹی کی وسعت اور ثروت میں بھی اضافے کا موقع ملے گا۔ اس تعاون کے رشتے کے علاوہ چونکہ مرکز کو دنیائے اسلام کے کئی حصوں کی تائید و حمایت حاصل ہوگی،لہذا یہ مرکز بین الاقوامی علمی اشتراک میں ایک محرک کا کام دے گا۔ بلاشبہ علم اور تحقیق کے ایک بین الاقوامی مسلمہ مرکز کی حیثیت سے اس کی کامیابی کا انحصار دنیائے اسلام کے اعلا

مطالعات کے اداروں سے گہرے روابط پر ہوگا ۔

## ۳ ۔ علمی تبادل

علمی اشتراک کا ایک اہم پہلو گریجویٹ طلبہ کے لیے اسکالرشپ اوراعلا تعلیم اور مطالعات کے لیے وزیٹنگ فیلوشپ کی سہولت ہوگی ۔

اعلا علمی مطالعات کی سطح پر ،مرکز اپنی علمی ترقی کےلیے ممتاز اسکالروں کو اقامتی سہولتوں کے ساتھ مالی امداد والی وزیٹنگ فیلو شپ مہیا کرکے بین الاقوامی شرکت کا دائرہ وسیع کرے گا۔اس فیلوشپ کے حامل افراد اپنے میدان مطالعہ میں تحقیقی اور علمی اضافہ کریں گے،وہ اوکسفرڈ کی علمی زندگی میں شرکت کریں گے اور مطالعہ اسلام میں اور مغرب کے دیگر متعلقہ علوم میں ایک نئی جہت کا اضافہ کریں گے۔ ضرورت پڑنے پر طویل المعیاد فیلوشپ اور ریسرچ کے لیےاسامیاں نکالی جائیں گی ۔

گریجویٹ سطح پر بالخصوص دنیا کے ہر علاقے کے طلبہ کو اسکالرشپ دی جائے گی جو اس مرکز کی سہولیات سے استفادہ کرنا چاہیں گے یا جنہیں اوکسفرڈ یونی ورسٹی اپنے عام رسمی طریق کار کے مطابق مرکز سے متعلقہ مقاصد کے تحت ریسرچ کے لیے قبول کرلے گی ۔ توقع ہے کہ اس طرح مرکز اور یونی ورسٹی کے درمیان رابطے کی وجہ سے تدریس اور تحقیق کے مواقع پیدا ہوں گے جو شاید بہ صورت دیگر اوکسفرڈ میں مہیا نہ ہوسکتے ۔

اس قسم کے وزیٹنگ فیلوشپ، اور گریجویٹ اسکالرشپ کے ذریعہ سے اس مرکز اور اسلامی ملکوں کی یونیورسٹیوں میں علمی تعاون کے کئی امکانات پیدا ہوں گے ۔ بلاشبہ اس قسم کے علمی تبادلات کی براہ راست حوصلہ افزائی سے اس مرکز کے بین الاقوامی علمی برادری پر انتہائی اہم اثرات مرتب ہوں گے اور اس طرح یہ مرکز اسلامی دنیا کی ضرورتوں کے مطابق کئی علوم میں اعلا مطالعات کا ایک اہم مرکزی نقطہ نظر بن کر ابھرے گا۔

## ۴ ۔ تدریس ،لیکچراور سیمنار

یہ مرکز آزادانہ طورپر یا یونیورسٹی کی متعلقہ فیکلٹیز کے اشتراک سے کئی علوم میں تدریس کے مواقع پیدا کرے گا کہ جن کا تعلق مرکز کے وسیع علمی مقاصد سے ہوگا۔ علاوہ ازیں یہ مرکز متعلقہ

موضوعات پر پبلک لیکچروں، سیمناروں اور نمائشوں کا یا تو خود انتظام کرے گا یا ان میں تعاون کرے گا اور خصوصی ماہرین کی کانفرنسیں خاص خاص موضوعات پر منعقد کرے گا جن میں بین الاقوامی سطح پر شرکت ہوگی۔

## ۵ ۔ مطبوعات

اس مرکز کا ایک بڑا مقصد یہ ہے کہ مطبوعات کا ایک عمدہ پروگرام ترتیب دیا جائے۔ یہ مرکز ایک جرنل، متعدد یک موضوعہ مقالات (مونوگرافس) تاریخ اسلام کا ایک سلسلہ، کانفرنسوں کی رودادیں اور دیگر علمی کتب شائع کرے گا۔ چونکہ علمی مرکز کا امتیازی نشان یہ ہوتا ہے کہ اس کی موضوعات اعلا معیار کی ہوں، چنانچہ یہ مرکز اس سلسلے میں خوش قسمت ہے کہ وہ بین الاقوامی سطح پر ادارتی اور علمی مشاورتی تعاون حاصل کرسکتا ہے اور بین الاقوامی ناشروں کی مقامی امداد حاصل کرسکتا ہے۔

## ۶ ۔ لائبریری اور مائکروفلمی مجموعہ

ایک طویل المعیاد منصوبے کے طور پر مرکز خود اپنا اعلا درجے کا ایک مائکروفلمی مجموعہ قائم کرے گا اور مطبوعہ کتب اور مخطوطات پر مشتمل ایک لائبریری بنائے گا جو اوکسفرڈ کی دستیاب سہولتوں کی تکمیل کرے گی البتہ یہ احتیاط برتی جائے گی کہ اس میں چیزیں دہرائی نہ جائیں۔

## فوری علمی تجاویز

ابتدائی علمی سرگرمیوں میں کہ جو مرکز کے پہلے سال میں منعقد ہوں گی یہ شامل ہیں: قرآن مجید، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فقہ اسلامی پر لیکچروں اور سیمناروں کے ایک سلسلے کا انعقاد، مسلمان معاشروں سے متعلق معاشیات پر ریسرچ کی منصوبہ بندی، اسلام کی فکری تاریخ کی ایک اٹلس کی تیاری کا ابتدائی کام اور اوکسفرڈ میں موجود مخطوطات کی ایک نئی کیٹلاگ کی تیاری اور طباعت۔

## مسائل و وسائل پر غور

ہم نے آج حضرت محترم جناب مولانا علی میاں کی سربراہی میں مسائل و وسائل پر تفصیل کے ساتھ غور کیا اور اہم تجاویز کو سامنے

رکھ کر مناسب و مثبت اقدامات کا فیصلہ کیا۔

## جامعاتی تعلیم پندرہویں صدی ہجرہ میں

آج میں نے احتیاط کے ساتھ حضرت مولانا محترم سے اطمینان کے ساتھ جامعات اسلامی کے لیے نظام تعلیم پر تبادلہ خیال کیا۔ خود حضرت نے اس موضوع پر فکری کام کیا ہے اور عالم اسلام کے لیے اصول تعلیم وضع فرمایا ہے۔ وہ مجھے تمام تفصیلات جلد بھجوا دیں گے۔ انھوں نے میرے اس منصوبے سے پوری طرح اتفاق رائے کیا ہے کہ عالم اسلام سے زیادہ سے زیادہ دس بارہ نہایت باوقار ماہرین سے رابطہ قائم کیا جائے۔ ان سے مفصل مقالے لکھنے کی درخواست کی جائے اور پھر ان سب کو مدینۃ الحکمۃ میں دس دن کے لیے مقیم کردیا جائے، تاکہ وہ باہم تبادل خیال کے بعد ایک اصول تعلیم کا تعین کریں کہ ۱۵ ویں صدی ہجری میں ہمیں مسلمان بچوں اور جوانوں کو تعلیم کس انداز سے دینی چاہیے اور تربیت کا مرتبہ و اصول کیا ہونا چاہیے۔ مقالات اور اصول تعلیم کو کتابی شکل میں شائع کرکے اسے تمام دنیائے اسلام میں تقسیم



حضرت محترم مولانا ابوالحسن علی ندوی
حکیم محمد سعید کے درمیان تبادل خیال

کردیا جائے۔ حضرت محترم نے چند نام بھی عطا فرمائے ہیں ۔۔

انشاء اللہ تعالیٰ میں ۱۹۸۷ ( ستمبر ) میں اس پر عمل کروں گا۔ ایک سال میں ماہرین مقالات تیار کرلیں گے اور ستمبر میں پاکستان میں جمع ہوجائیں گے ۔

## ٹیوبنگن سے رابطہ

ڈاکٹر فرحان نظامی صاحب نے ٹھہرانے کا انتظام اپنے گھر پر کیا تھا۔ میں نے ان کے گھر سے ٹیوبنگن ( مغربی جرمنی ) ٹیلی فون کیا، اور اپنے دوست ڈاکٹر ہان ہولز صاحب سے بات کی اور مسئلہ یہ بتایا کہ فرینکفرٹ ( جرمنی ) سے بذریعۂ لفت ہنسا شام پانچ بجے میری سیٹ کنفرم نہیں ہوسکی ہے اور اب مجھے پان ایم سے ساڑھے بارہ بجے دن کراچی روانہ ہونا ہے۔ ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے ؟ کیا ٹیوبنگن کا پروگرام منسوخ کردوں؟ ڈاکٹر ہان ہولز صاحب نے کہا کہ وہ اب آدھ گھنٹے کے بعد مجھے جواب دیں گے کہ کیا کرنا چاہیے ؟ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ سترہ منٹ بعد ہان ہولز صاحب کا ٹیلی فون اوکسفرڈ آگیا۔

* میں نے فرینکفرٹ بات کرلی ہے۔ میرا آدمی اورڈاکٹر ڈیوڈکنگ آپ کو تین بجکر پچاس منٹ پر فرینکفرٹ سے ریل میں سوار کرادیں گے جو چارگھنٹے میں ٹیوبنگن پہنچادے گی ۔ ٹکٹ خریدلیاگیا ہے ۔
* میں نے اسٹیٹ گارٹ سے فرینکفرٹ تک کا ٹکٹ لفت ہنسا سے لے لیا ہے۔
* ۲/ستمبر کی رات یونی ورسٹی کی جانب سے آپ کے احترام میں عشائیہ ہوگا جس میں تبادل خیال ہوگا۔
* ۳/ستمبر کی صبح پھر یونی ورسٹی میں تبادل خیال رہے گا۔
* میں آپ کو ۱۰ بجے اسٹیٹ گارٹ پہنچادوں گا اور آپ کا سامان براہ راست کراچی تک بک کرادیا جائے گا۔ فرینکفرٹ پر بس آپ کو لفت ہنسا سے نکل کر پان ایم میں سوار ہونا ہے ۔

## وقت کی قیمت

میں غور کرتا رہ گیا کہ یہ تمام مراحل صرف بیس منٹ میں طے

ہوگئے۔ مغرب میں انسان اپنے وقت کی اور دوسروں کے وقت کی کس قدر قدر کرتا ہے۔ میں پاکستان میں تقریریں کرتا ہوں، تحریریں چھاپتا ہوں کہ وقت انسان کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اس کا ضائع کرنا یا اس کا غلط استعمال کرنا خیانت ہے۔ وقت کی قدر کرو، اس کا احترام کرو۔ اپنے اہل وطن سے میں یہ بات سچ کہتا ہوں اور پوری دل سوزی کے ساتھ کہتا ہوں ۔ ذرا میرے اسی ایک واقعہ پر غور کرلیجیے۔ جو حالات درپیش تھے ان میں مجھے شوپنگن کا پروگرام منسوخ کرنا پڑرہا تھا اور میں ایک رات فرینکفرٹ میں بے مقصد گزارتا۔ ڈاکٹر ہان ہولز صاحب نے میرے اس وقت کو کارآمد بنادیا۔ اس میں ڈاکٹر ہان ہولز کی توجہ ہے، مگر اس میں ٹیلے فون کا نظام، کمپیوٹر کا صحیح استعمال، کارکنان کی استعداد سب نے کام کیا ہے۔ ان میں سے ہر مرحلے میں قدردانی وقت کا بھرپور مظاہرہ ہے۔۔

## ظہرانہ

دن کو عزیزم ڈاکٹر فرحان نظامی نے ظہرانے کا انتظام اپنے گھر پر کیا تھا۔ نہایت پرتکلف انتظامات تھے، بہت انواع و اقسام تھیں۔ فواکہات تھے۔ غرض کیا نہیں تھا۔ میرے دوست ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف (صدر رابطہ عالم اسلامی ۔ مکۃ المکرمہ) ذرا دیر سے پہنچے مگر بہت چست آئے۔ مجھے ان سے تبادل خیال کا موقع مل گیا۔ ابھی کل تک یہ ہمارے ساتھ ہیں ۔ میں نے حسب معمول ناشتہ کیا۔ یعنی سلاد، جو واقعی بڑی لذیذ تھی، ڈبل روٹی کے ساتھ کھائی، اور ٹھنڈا دودھ نوش جان کیا۔ گرم گرم بھاپ نکلتے گوشت کی انواع واقسام نے مجھے متوجہ نہیں کیا۔ ظہرانے کے بعد باجماعت نماز ظہر ادا کی اور پھر فوراً نماز عصر باجماعت۔۔ شب گزشتہ بھی مغرب باجماعت ادا کرکے فوراً عشا کی نماز ہم سب نے ادا کرلی تھی ۔

## معائنۂ زمین

اوکسفرڈ اب اہل علم سے اور درس گاہوں سے اس قدر آباد ہوگیا ہے کہ وسط شہر میں کسی زمین کا ملنا قطعاً ناممکن ہوگیا ہے۔ نہ اس بعد تین متصل کالجوں کے درمیان ان کی ملکیت ایک قطعۂ زمین ہے جو شاید شدید جدوجہد کے نتیجے میں مل جائے۔ ہم سب اسے دیکھنے گئے اچھی جگہ ہے اور اگر مل جائے تو مرکز اسلامی کے لیے اچھی رہے گی۔ اس کے بعد میگ ڈالن کالج کے صدر صاحب کی معیت میں (۱۴۵۸ء میں قائم ہوا)

کالج دیکھنے گئے جو ۱۴۵۸ء میں قائم ہوا۔ بڑی خوبصورت عمارت ہے۔ اس میں چھے سو طالب علم ہیں۔ ان دنوں اس قدیم عمارت کی مرمت ہورہی ہے۔ یہاں مزاج یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو قدیم عمارت کا تحفظ کیا جائے۔ جہاں یہ ناممکن ہوجاتا ہے اس کی جگہ جو عمارت بنتی ہے وہ پرانے نمونے ہی کی ہوتی ہے۔ یہاں یہ رواج نہیں ہے کہ قدیم عمارت توڑ پھوڑ کر اس کی جگہ نئے ڈزائن ضرورت بلا ضرورت کھڑے کردیے جائیں۔

## عشائیہ

مجلس امینان مرکز مطالعات اسلامیہ اوکسفرڈ کے احترام میں مرکز کے ڈائریکٹر جناب فرحان نظامی نے سات بجے شام ایک عشائیہ مرتب کیا ہے۔ یہاں مغرب ساڑھے آٹھ بجے ہوتی ہے۔ ہم ساڑھے آٹھ بجے فارغ ہوکر نماز مغرب باجماعت ادا کررہے تھے۔ اس عشائیہ میں اوکسفرڈ کے تعلیمی حلقے کے صاحبان علم وحکمت نے شرکت کی۔ ڈاکٹر فرحان نظامی نے میرا سب ہی سے تعارف کرایا۔ عربی زبان کے انگریز پروفیسر، فارسی زبان کے انگریز پروفیسر، کالجوں کے صدور سے تبادل خیال ہوا۔ نہایت باوقار مجلس رہی۔ سب حضرات وقت پر آگئے اور ساڑھے آٹھ بجے فارغ ہوگئے۔ جس کا دل چاہا رخصت ہوگیا اور جس کا دل چاہا کافی کے لیے ٹھہرگیا تاکہ سلسلۂ تبادل خیال جاری رہے۔ میں سب کے ساتھ ساڑھے نو بجے تک رہا۔

## لندن میں کیوگارڈنز

لندن سے محترمی ڈاکٹر زیدی صاحب نے شام ساڑھے چھے بجے ٹیلے فون کرکے بتایا کہ کل ۲۹/ اگست کو تین بجے شام کیوگارڈنز میں تبادل خیال کا انتظام ہوگیا ہے۔ اب مجھے کل مجلس امنا کی بارہ بجے میٹنگ ختم ہونے کے بعد فوراً لندن کے لیے روانہ ہونا ہے اور ایک بجے کی ٹرین پکڑنی ہے، جو مجھے ایک بجکر ۴۹ منٹ پر لندن پہنچائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

## ۲۹/ اگست ۱۹۸۶ء، جمعۃ المبارک

### اوکسفرڈ/لندن

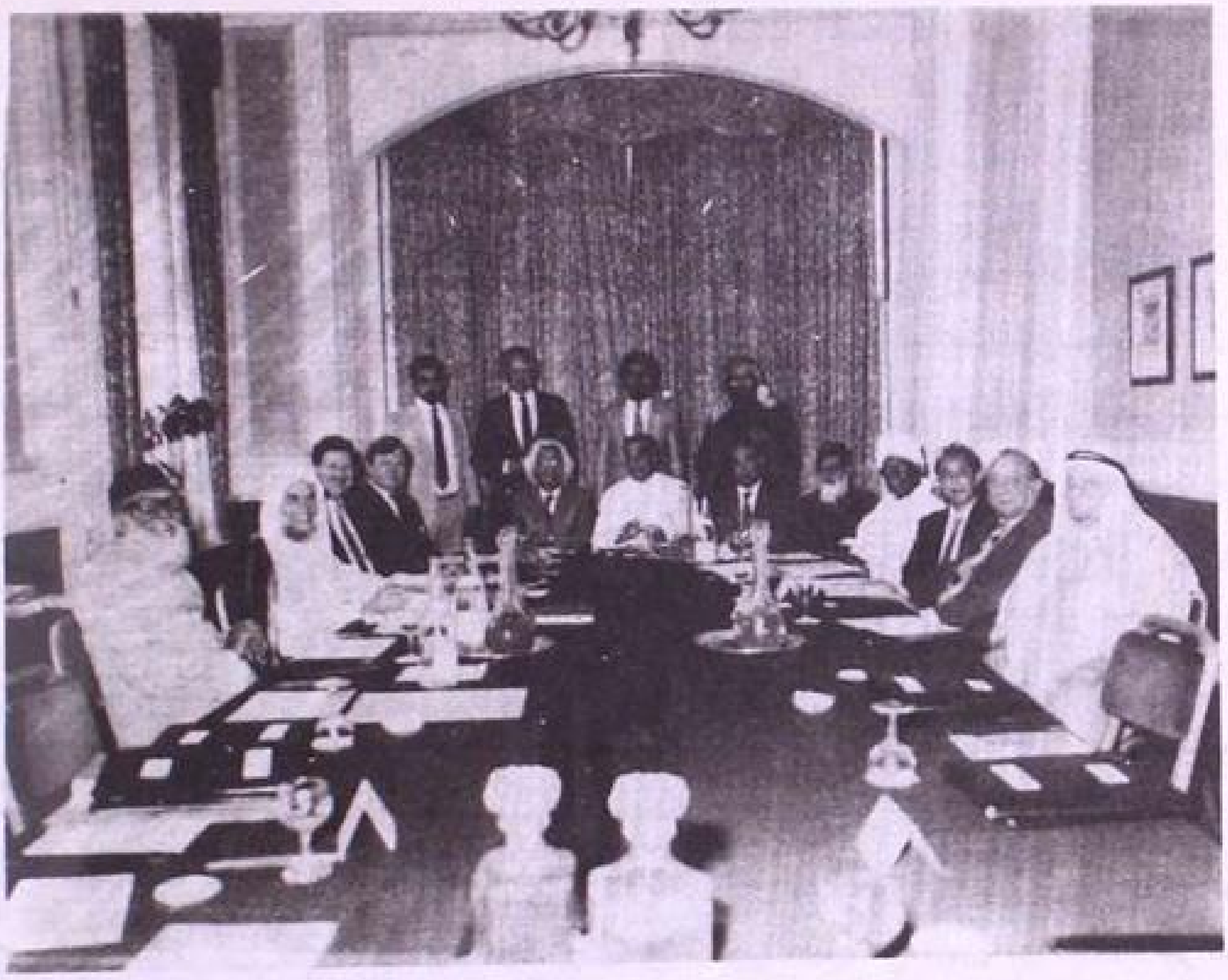
شب گزشتہ کچی نیند میں میرے دوست سلیمی صاحب نے مجھے لندن سے ٹیلیفون کرکے بارہ بجے کے قریب جگادیا۔ ان سے دل چسپ باتیں ہوئیں اور طے پایا کہ آج شام (۱۲ بجے کے بعد آج شروع ہوچکی ہے) ۶ بجے جناب ڈاکٹر زیدی صاحب کے ہاں مجھے ٹیلیفون کرلیں تو پھر پروگرام طے کریں گے۔ سلیمی صاحب خوب انسان ہیں۔ بڑی محبت کرتے ہیں۔ بلغاریہ میں پاکستان کے سفیر رہ چکے ہیں۔ چند سال ہوئے میں بلغاریہ کی میٹنگ میں گیا تھا۔ صوفیہ (دارالحکومت) سے چالیس پچاس میل فاصلے پر پلاوٗ ڈف میں میٹنگ تھی۔ ان کو معلوم ہوا تو ایک دوپہر نہایت نفیس کھانا لے کر دونوں میاں بیوی میرے پاس پہنچ گئے۔ " آپ کو پاکستانی کھانا کھلانے آئے ہیں " میں اس محبت کو کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔

### لطیفہ

ابھی یہ مضمون شائع نہیں ہوا تھا کہ لاہور میں جناب سلیمی ایڈوکیٹ صاحب سے ۶/ دسمبر ۱۹۸۶ء کو ملاقات ہوئی۔ ان سے معلوم ہوا کہ لندن میں انھوں نے مجھے ٹیلیفون کیا تھا۔ خوب میں دوسرے سلیمی دوست کو سمجھ کر ان سے باتیں کرتا رہا۔ بڑا لطیفہ ہوا۔ سلیمی ایڈوکیٹ صاحب بھی میرے پیارے دوست ہیں۔ کاش لندن میں ان سے ملاقات ہوجاتی۔

### مجلس امینان کی میٹنگ

کل تبادل خیال میں ہوا کا رخ بدلا ہوا تھا۔ محسوس ایسا ہورہا تھا کہ مثبت روش سے جو فضا ہموار ہوئی ہے اس میں تموج لانا ضروری سمجھا جارہا ہے۔ حالات کی اس نزاکت کو میں نے بڑی شدت کے ساتھ محسوس کیا۔ اس لیے آج صبح تین گھنٹے مطالعہ و تحریر میں صرف کیے۔ تبادل خیال میں قراروںبات کے ساتھ حصہ لینے کے لیے تیاری ناگزیر تھی اور تمام رموز و نکات کو ذہن میں مستحضر رکھنا ضروری تھا۔ میں نے پروفیسر خلیق نظامی صاحب سے تبادل خیال کرلیا تھا، اس کی روشنی میں صدر مجلس حضرت محترم مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب سے بھی



مجلس امنا اوکسفرڈ کی میٹنگ

مشورہ کیا اور عرب وعجم سے ماورا ہوکر مفاد اسلام ومسلمین کے لیے استواری حالات کو بدرجۂ کمال اہمیت دی گئی - اس میٹنگ میں میرا اندازفکر یہ رہاہے کہ ہمیں ڈاکٹر فرحان نظامی پر کامل اعتماد کرنا چاہیے۔ ایک تن تنہا انسان کہ جو مرکز مطالعات اسلامی اوکسفرڈ کو اپنی کوششوں سے اس مرتبے پر لے آیا ہے اسے آزادی فکروعمل دینی چاہیے اور جہاں ضرورت ہو رہنمائی دینی چاہیے، ان کے کاموں میں رخنہ پیدا نہیں کرنا چاہیے۔ الحمدللہ اس اصول پر اتفاق رائے ہوگیا اور آئندہ کے لیے ایک متوازن پروگرام بن گیاہے۔ اب اگلے سال ۱۹۸۷ میں ۲۷ اور ۲۸ اگست کو مجلس امنا کی میٹنگ ہوگی، انشاءاللہ تعالیٰ میں نے شرکت کا وعدہ کرلیاہے - تاریخیں میں نے ہی دی ہیں -۔ ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف صاحب ۲۸- ۲۹ کے حق میں تھے۔ مگر انھوں نے ازراہ کرم میری بات مان لی - جزاک اللہ۔

## طب اسلامی

ڈاکٹر فرحان نظامی، پروفیسر خلیق نظامی (سابق پرو وائس چانسلر مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ ) کے صاحبزادے ہیں - میٹنگ کے بعد وقت

مل گیا اور میں اور پروفیسر خلیق نظامی ایک کونے میں تبادلِ خیال کے لیے بیٹھ گئے۔ موضوع مرکزِ مطالعۂ اسلامیات اوکسفرڈ ہی رہا۔ میری رائے ہے کہ اس مرکز کو "ہوائے تعصب" سے بچانا ضروری ہے، اور پوری کوشش کرکے علمی پروگرام کو نہ صرف یہ کہ بلند پایہ اور اوکسفرڈ کے شایانِ شان رکھنا چاہیے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ علمی کام کے میدان پوری احتیاط کے ساتھ چنے جائیں اور ماہرانہ رائے کے لیے علمائے اسلام سے استمزاج کو اہمیت دی جائے۔ آج کی میٹنگ میں، میں نے مشورہ دیا ہے کہ "طب اسلامی" کو اوکسفرڈ مرکزِ مطالعات اسلام کے احاطۂ عمل میں شریک کرلینا مناسب ہوگا۔ میں نے پروفیسر خلیق نظامی صاحب سے کہا ہے کہ وہ اس نکتے کو اہمیت دیں۔

## خدمت کے لیے نفی ذات

پروفیسر خلیق نظامی صاحب کو میں نے بتایا کہ میں لندن یونی ورسٹی کے احترامیہ میں خدمت کے موضوع پر تقریر کر کے آیا ہوں۔ خلاصۂ کلام یہ تھا کہ اگر خدمت کے میدانوں میں قدم رکھنا ہے اور پورے ثبات کے ساتھ پیش قدمی کرنی ہے تو لازماً اپنی ذات کی نفی کرنی ہوگی۔ اپنی ذات / نفس کو خارج کیے بغیر خدمت کا صحیح تصور قائم نہیں ہوسکتا اور ثبات کے ساتھ خدمت کا حق ادا ہو ہی نہیں سکتا۔

میرا اندازِ فکر یہ ہے کہ انسان کو ذاتی نگہداشت و آسائش کا حق حاصل ہے بہ ایں ہمہ اس کی اولین ذمہ داری یہ ہے کہ وہ معاشرے پر ہمیشہ نگاہ رکھے اور اپنے ابنائے جنس کے ساتھ حسنِ معاملہ کو بدرجۂ کمال اہمیت دے۔ حسنِ معاملہ کی تعریف میری لغت میں یہ ہے کہ اگر کوئی انسان تکلیف میں ہے تو اس کی تکلیف رفع کردینے کو مقام اولیت دیا جائے۔ انسان کو انسان سمجھا جائے اور اس کی خدمت کو فرض کا درجہ دیا جائے۔ میں جب اپنے فکر و عمل کا جائزہ لیتا ہوں تو خود میں اس راہ میں برسوں بھٹکا ہوں۔ خدمت کی معراج میری رائے میں یہ ہے کہ خادم اپنی ذات کی نفی کرے۔ اس کے بغیر خدمت کا مرتبہ و مقام متعین ہو ہی نہیں سکتا۔ مجھے اس مرتبہ و مقام پر پہنچنے کے لیے واقعی برسوں کاوش کرنی پڑی ہے اور اب بھی میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے حقیقت تک رسائی حاصل کرلی گو فکراً اور عملاً میں نے اپنی ذات کو خارج کردیا ہے۔

پروفیسر خلیق نظامی صاحب نے اس پر ایک واقعہ بیان فرمایا:

ترکمان دروازہ دہلی میں ایک بڑی علمی شخصیت مولانا عبد السلام تھے۔ عجیب و غریب انسان تھے۔ نہ داڑھی اور نہ مونچھ ۔ مگر علوم پر وہ قدرت کہ شاید و باید ۔ ہمارے محترم مولانا محمد ایوب دہلوی بس ان کی ٹکر کے تھے۔ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کا خیال ہے کہ مولانا ایوب صاحب کا سا صاحب کلام کوئی عالم ان کی نگاہ سے نہیں گزرا ہے۔ حضرت مولانا ایوب صاحب نے کم و بیش سو سال ہمدرد منزل میں لیکچرز دیے ہیں۔ ان کی یہ تمام تقریریں محفوظ ہیں۔ یہاں واقعہ جو بیان کرنا ہے وہ یہ ہے کہ ایک دن سید مودودی صاحب مولانا عبد السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بڑے ادب سے فرمایا،

" مولانا، میرے لیے آپ دعا فرمائیے کہ میں نے جو تحریک اسلامی شروع کی ہے اللہ تعالیٰ مجھے اس میں کامیاب فرمائیں ۔"

مولانا عبد السلام نے فرمایا:

" میاں اس کا بس ایک ہی نکتہ ہے: اپنے نفس کو مار لو، کامیاب ہو جاؤ گے ۔"

## حضرت محترم مولانا ابو الحسن ندوی

حضرت محترم سے میں نے اجازت چاہی کہ میں ابھی ایک بجے لندن واپس جا رہا ہوں ۔ حضرت محترم سے جامعات اسلامی میں تعلیم کے موضوع پر کل جو تبادل خیال کرنے کا شرف حاصل ہوا تھا اس پر چند باتیں اور کیں ۔ حضرت نے چند نام عطا فرمائے کہ ان سے استمزاج مناسب ہوگا، اور ان کو مذاکرات میں شرکت کی دعوت دینی مناسب ہوگی ۔ میں نے حضرت محترم کا شکریہ ادا کیا۔ محترم نے مشورہ دیا ہے کہ میں اس موضوع پر صدر محترم پاکستان جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب سے بھی تبادل خیال کر لوں ۔ میں نے شکریہ ادا کیا اور مشورے کا وعدہ کیا ہے۔

## عزیزم ڈاکٹر فرحان نظامی

ظہرانے پر ڈاکٹر فرحان نظامی نے مشورے کیے۔ میں نے ان کو اپنی رائے دے دی ہے، آج کی میٹنگ میں محترمی ڈاکٹر عبد اللہ نصیف صاحب نے اور مجھے " فنڈ ریزنگ " کمیٹی میں رکھا گیا ہے۔ میں نے ان کی رپورٹ کے حوالے سے ان کو مناسب مشورے دے دیے ہیں ۔

## ڈاکٹر ڈیوڈ جی۔ براؤننگ

یہ نہایت متحرک اور مستعد شخصیت مرکز کے سکریٹری ہیں۔ شستہ و شائستہ، ہنس مکھ اور خوش مزاج۔ بارہ بجکر چالیس منٹ پر انھوں نے یاد دلایا کہ اب ریلوے اسٹیشن چلنا چاہیے۔ لندن ریل ایک بجے روانہ ہوگی۔ میں نے اپنے تمام رفقائے کرام (اراکین مجلس امینان مرکز) سے رخصت لی اور ڈاکٹر براؤننگ کے ساتھ روانہ ہوگیا۔ محترم پروفیسر خلیق نظامی صاحب بھی نیچے تک چھوڑنے آئے۔ ان کا کرم۔ براؤننگ صاحب نے ٹکٹ سب خرید لیا اور مجھے ریل میں بٹھا دیا، اور ریل اوکسفرڈ سے لندن کے لیے مقررہ وقت پر روانہ ہوگئی۔ میں نے اپنی گھڑی ٹھیک کرلی۔

## پروفیسر ڈیوڈ پیئٹر

میں ایک سیٹ پر اطمینان سے جم گیا۔ دوسری طرف سے ایک بہ ظاہر اول جلول انسان لدا پھندا میرے ڈبے میں داخل ہوا۔ میں نے اس شے کو غور سے دیکھا۔ جلد ہی اندازہ ہوگیا کہ شئے لطیف ہے اور ضرور کوئی پروفیسر ہیں۔ اچٹتی نظروں سے میں نے ان کے سامان کا جائزہ لیا جسے وہ خالی نشستوں پر بڑے احترام و اہتمام سے جمارہے تھے۔ دو میلے کچیلے تھیلوں میں تو شاید ان کے کپڑے لپٹے ہوئے رکھے تھے۔ میری یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ انھوں نے دونوں تھیلے خالی کرکے کپڑے کیوں الٹ پلٹ کیے۔ ان کے سامان میں چار پلاسٹک تھیلے تھے، ان پر بک سیلرز کا پتہ چھپا ہوا تھا۔ یہ سب کتابیں تھیں کہ جو اوکسفرڈ سے انھوں نے خریدی تھیں۔ ان کتابوں کو بھی وہ الٹ پلٹ کرتے رہے۔ برٹش ہسٹری، ایڈورڈ اینڈ والس، خط و کتابت، جغرافیہ، درجنوں کتابوں کے چند ٹائٹل میں نے کن انکھیوں دیکھ لیے اور انتخاب کی داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔

مجھ سے قطعی لاپروا وہ اپنے سامان کی الٹ پلٹ میں منہمک تھے کہ کھانے پینے کا سامان بیچنے والا آیا۔ پروفیسر ڈیوڈ نے ایک نگاہ غلط انداز اس پر ڈالی اور بہ ظاہر اس کی جسارت دخل درمعقولات پر اسے داد دی۔ مگر پھر اپنی کمر سیدھی کرکے اس سے بات کی۔ ایک پیکٹ سینڈوچ خریدا، ایک ڈبہ کسی مشروب کا، ایک ننھی شیشی شاید لیکر کی۔ تین خالی سیٹوں پر وہ اپنا سامان پھیلاکر چوتھی پر بیٹھ گئے اور پھر انھوں نے مجھے دیکھا۔ ایک مسکراہٹ چہرے پر کھِل گئی۔ میں نے براہ راست سوال کرلیا۔

پروفیسر صاحب آپ کس یونی ورسٹی میں پڑھاتے ہیں ؟

" میں ہارورڈ یونی ورسٹی، کیمبرج، امریکا میں استاد ہوں، مگر اب میں نے لندن یونی ورسٹی میں درخواست دی ہے۔ میر یہاں آنا چاہتا ہوں ۔" میں نے ان کو اپنا کارڈ دیا اور پھر ہارورڈ یونی ورسٹی کے کئی پروفیسروں کے نام ان کو بتائے جو میرے دوست ہیں ۔" ہاں میں بھی ان کو جانتا ہوں ۔ کیا آپ کبھی ہارورڈ گئے ہیں؟ پروفیسر کے اس سوال کا جواب میں نے دیا ، "ہاں کئی سال مسلسل جاتا رہا ہوں ۔"

لندن قریب آگیا۔ دوسینڈوچ پروفیسر ڈیوڈ نے بڑے ہی آرام سے لندن تک کھائے، مشروب کی چسکیاں جاری رہیں اور کم ازکم پانچ کنگ سائز سگریٹ ختم ہوچکے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ حضرت اپنا پھیلایا ہوا سارا سامان کب مرتب کریں گےاورکیسے اٹھا کر لیے جائیں گے۔ میں نے اپنی خدمات پیش کیں ۔ ایک ننھا سا شکریہ ادا کرکے وہ سامان سنگوانے میں مصروف ہوگئے اور میں انھیں اس عالم انہماک میں چھوڑکر باہر چلا آیا۔ پھٹے پرانے کپڑوں والا یہ سچا پروفیسر اوکسفرڈ سے شاید ہزار، پاؤنڈ کی کتابیں خرید لایا تھا۔ میں اس کے شوق علم اور ذوق تعلیم وتعلم کی داد دیے بغیر نہ رہ سکا ! یہی وہ عظیم انسان ہیں کہ جو اپنی ذات اور آرائش سے قطعاً بے پروا ہوکر علم وعمل کے وسیع میدانوں میں داد تحقیق دیتے ہیں اور استاد کی حیثیت سے اپنے شاگردوں کو دنیا میں تگ وتاز کے لیے تیار ومستعد بناتے ہیں۔ استاد کی یہ عظمت علم اور شاگرد کی رفعت تحصیل علم مراتب بلند کی ضمانت ہے۔ علم کی شمع ایسے ہی ہاتھ کو زیب دیتی ہے ۔

## ہمارا ماضی

خلیفہ ہارون الرشید کا دور ہے۔ علم وحکمت کی قدرکا زمانہ ہے۔ گھرگھر درس گاہ ہے۔ مگر ایک خاتون ایسی بھی ہے کہ اگر وہ اپنے بیٹے کو بھٹیارے کی دکان پر ملازم نہ رکھائے تو اس کی گزر نہیں ہوسکتی۔ ننھے یوسف کو وہ بھٹیارے کے سپرد کردیتی ہے۔ ماہانہ معاوضہ طے ہوجاتا ہے ۔

ایک ماہ بعد طلب معاوضہ کے لیے جب وہ خاتون خستہ حال آتی ہے تو بھٹیارا اسے خبر دیتا ہے کہ لڑکا تو دوسرے دن ہی کام سے غائب ہوگیا۔ پھر معاوضہ کیسا !

خاتون نے اپنا سر پیٹ لیا۔ تونے میرے بیٹے کا کیا کیا اور

اب میں مہینہ بھر کھاؤں گی کیا۔ کم بخت بتا تو سہی کہ وہ گیا کدھر ہے؟ بھٹیارے نے مسجد کا اشارہ کیا کہ ادھر ہی گیا تھا۔

لڑکا واقعی مسجد کے اندر گیا تھا۔ وہاں درس ہو رہا تھا۔ پہلے دن وہ کھڑا تماشا دیکھتا رہا۔ دوسرے دن ذرا ٹک گیا۔ تیسرے دن درمیانی صف میں پہنچ گیا اور پھر اگلی صف میں جا بیٹھا۔ استاد نے یہ سب کیفیت بڑے اطمینان سے دیکھی اور جوہر شناس نے گوہر کو پہچان لیا اور شفقت کا ہاتھ سر پر رکھا۔

خاتون ڈھونڈتی ڈھانڈتی، صفوں کو چیرتی جب آگے بڑھی تو دیکھا یوسف استاد محترم سے درس لے رہا ہے۔ وہ پورے زور سے چلائی:

ارے مولوی! تیرا خانہ خراب۔ یہ تو اسے کیا پڑھا رہا ہے۔ میں نے اسے بھٹیارے کے حوالے کیا تھا کہ میری گزر اوقات اسی سے ہے۔ تونے میرے فاقوں کا پورا انتظام کر دیا ہے اب میں کیا کروں گی؟

استاد محترم نے خاتون کا پورا احترام کیا، اور فرمایا،

"تمہارا بیٹا زیور تعلیم سے آراستہ ہو رہا ہے۔ تم اطمینان رکھو۔ انشاءاللہ تعالیٰ یہ بڑا عالم بنے گا اور خلیفۂ وقت کے ساتھ حلوائے بادام کھائے گا"

خاتون کو اطمینان نہ ہوا۔ وہ اپنے بیٹے کو مدرسے سے اٹھانے پر مصر رہی، اس اثناء میں استادگرامی اٹھے۔ حجرے میں گئے اور ہاتھ میں ایک تھیلی لے آئے۔ خاتون کو اشرفیوں کی تھیلی دی کہ اس سے گزر اوقات کرو۔ جب ضرورت ہو مزید آکر لے جانا۔ بچے کو تعلیم حاصل کرنے دو۔

ہمارے ماضی میں ایسے استاد تھے اور ایسے شاگرد تھے!

استاد حضرت محترم امام ابوحنیفہ تھے۔۔

شاگرد امام یوسف!

## جناب ڈاکٹر زیدی صاحب

لندن کے پیڈنگٹن ریلوے اسٹیشن پر گاڑی وقت مقررہ پر بارہ بجکر اٹھ منٹ پر پہنچ گئی تھی۔ ڈاکٹر زیدی صاحب ازراہ کرم موجود تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ موٹر کار میں وہ میرے لیے دودھ اور میرے پسندیدہ بسکٹ لائے ہیں۔ گھر کیوگارڈنز کے راستے میں ہے۔ اگر وقت مل گیا تو گھر بیٹھ کر ناشتہ کر لیجیے گا ورنہ موٹر ہی میں کام ہو جائے گا۔ لندن خاصا پیچیدہ شہر ہے۔ اگر ڈاکٹر زیدی صاحب اپنے

گھر کا راستہ بھول گئے تو اس پر ذرا بھی تعجب نہیں ہونا چاہیے۔ پھر بھی گھر پہنچ کر اس قدر وقت مل گیا کہ میں دس منٹ میں اطمینان سے ایک گلاس دودھ اور چند بسکٹ نوش جان کرلوں ۔ سخت بھوک تھی ۔ ابھی ریل میں پروفیسر ڈیوڈ پیئٹر کا اطمینان دیکھ کر آیا تھا کہ اوکسفرڈ سے لندن تک دو سینڈوچ اور ایک گلاس مشروب ختم نہ ہوا ۔ اطمینان کا یہ خوب مظاہرہ تھا۔ دل واقعی میرا بھی یہی چاہتا ہے کہ میں اسی قدر اطمینان سے کھاؤں، پیوں مگر مجھے یہ فرصت اور یہ یک سوئی کہاں نصیب! یا یہ کہ میرا یہ مزاج کہاں؟ سیماب کو قرار کہاں! بہ ایں ہمہ میں کھانا نہایت اطمینان کی حالت میں کھانا چاہتاہوں ۔ کھانے کی میز پر ہنگامہ مجھے پسند نہیں ہے اور یہ تو واقعہ ہے کہ جس دن میرا " موڈ اوف " ہوتا ہے میں کھانا چھوڑدیتا ہوں۔ کیونکہ " اوف موڈ " میں اگر میں کھانا کھالوں تووہ معدے میں خالص تیزاب بن جاتا ہے جو مجھے بے حد تکلیف دیتاہے ۔

## لندن کا کیوگارڈن

گزشتہ جمعے کو بھی میں نے یہاں اپنی سہ پہر صرف کی تھی اور " زندہ دوائی پودوں " کا باغ تفصیل کے ساتھ دیکھاتھا۔ آج پھر ٹھیک تین بجے یہاں پہنچ گیا۔ آج مجھے یہاں نباتات کے جمع کرنے، ان کو صاف کرنے، ان کو جراثیم سے پاک کرنے، ان کو ماؤنٹ کرنے، ان کے البم تیار کرنے، ان کی لائبریری بنانے کے تمام نظام کا مطالعہ کرنا تھا۔ یہاں ہربیریم کو اور ڈی نیٹر جناب محترم مارٹن جے۔ اس سینڈز صاحب منتظر تھے سب سے پہلے " وزیٹرس بک " پر دستخط کیےاور پھر مارٹن صاحب کی قیادت میں میں نے اور ڈاکٹر زیدی صاحب نےتمام شعبے از اول تا آخر دیکھے۔ " یہ سفر" کوئی ڈھائی گھنٹے میں طے ہوا۔ اس رائل بو ٹانک گارڈنز کے ہربیرم ( کیو ،رچمنڈ ،سری ) کو تفصیل کےساتھ دیکھ کرمیں اس قدر حیران ومسرور ہوا ہوں کہ جس کا تصور ممکن نہیں ہوسکتا۔ اس وقت یہاں کم ازکم چھے ملیون (ساٹھ لاکھ) نباتات کے نمونے محفوظ ہیں ۔

## کیو کے نباتاتی باغ

کیو کے شاہی نباتاتی باغات دنیا کے سب سے بڑے،قدیم اوربہترین باغ سمجھے جاتے ہیں اس وقت دنیا میں ایسے کئی منتخب باغ نباتات موجود ہیں ۔ بیشتر باغات مغربی ممالک میں ہیں ۔روس، اوسٹریلیا، امریکا اور کنیڈا کو اس باب میں شہرت حاصل ہے۔ عام طورپر کیوگارڈنز

کو دیگر تفریحی باغوں کی طرح سیرسپاٹوں کا مقام سمجھا جاتا ہے حالآں کہ انھیں ایک اہم سائنٹفک، مطالعاتی،تحقیقی اور تربیتی مرکز کی حیثیت حاصل ہے۔ یہاں سیروتفریح کے لیے ہزسال ہزاروں افراد کھنچے چلے آتے ہیں ۔

کیو گارڈنز تین سو ایکڑ پر پھیلے ہوئے ہیں ۔ یہ پہلے شاہی ملکیت تھے۔ پرنسس اوف ویلز نے اپنے شوہر پرنس فریڈرک کے انتقال کے آٹھ سال بعد ۱۷۵۱ میں اپنی اس زمین پر ۹ ایکڑ کا ایک نباتاتی باغ لگایا۔ یہ ٹکڑا موجودہ اورینجری کے جنوب میں تھا۔ اپنی ماں کے انتقال پر کنگ جارج سوم نے ۱۷۷۲ء میں کیوگارڈنز کا نظم ونسق خود سنبھال لیا اور انھیں رچمنڈ کی ملحقہ جاگیر سے ملادیا۔

سرجوزف بینکس اس کے پہلے غیرسرکاری ناظم بنے اور یہ انھی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ اسے بین الاقوامی شہرت حاصل ہونے لگی۔ سر بینکس نے مختلف قسم کے پودے اور درخت جمع کرنے کے لیے نوجوانوں کو دنیا کے مختلف علاقوں اور خطوں میں بھیجا۔

۱۸۴۱ء میں یہ باغات حکومت کے حوالے کیے گئے۔ ان کے ساتھ مزید زمین بھی دی گئی جس سے اس کا رقبہ بڑھ کر دوسوایکڑ ہوگیا۔ سرولیم ہوکر اس کے پہلے باقاعدہ ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے سرجوزف اس عہدے پر فائز ہوئے۔ اس عرصے میں باپ بیٹوں نے یہاں اقتصادی یا مفید نباتیات کا شعبہ اور عجائب گھر، باغ نباتات، کتب خانہ اور جوڈریل لیبورٹری قائم کی ۔

ملکہ وکٹوریہ نے اپنی ڈائمنڈ جوبلی کے موقع پر اس باغ کو ملکہ چارلوٹے کا کاٹیج اور اس کے میدان عطاکیے۔ اسی طرح ۱۹۰۳ء میں کنگ جارج ششم کی جانب سے اس باغ کو کیمبرج کاٹیج اور اس کا باغ دیا گیا۔

یہ باغ لندن کے مغربی نواح میں دریائے ٹیمز کے جنوبی کنارے پر واقع ہے۔ یہ دراصل دریا کا سیلابی علاقہ ہے۔ اس کی مٹی میں جو تیس فٹ گہری ہے، ریت اور کنکر شامل ہیں ۔

۱۹۶۵ء میں رائل بوٹانک گارڈنز نے سسکس میں ویکہرسٹ پیلس کی ۳۶۲ ایکڑ پر مشتمل جائداد بھی خریدلی ۔ اس زمین میں اوسٹریلیا اور جنوبی امریکا کے کئی پودے اور درخت لگے ہیں جولندن میں شاذو نادر ہی نظر آتے ہیں ۔

کیو گارڈنز کے اخراجات وزارت زراعت، ماہی گیری اور خوراک

برداشت کرتی ہے۔ یہ باغات دنیا بھر کے پودوں کی شناخت اور مقصد و آرائشی پودوں کی تقسیم کا کام سر انجام دیتے ہیں یہاں دنیا کے مختلف حصوں سے آنے والے درخت ترتیب سے رکھے جاتے ہیں اور باغبانوں کی تربیت کی جاتی ہے۔ یہاں کے تربیت یافتہ باغبانوں کی خدمات سے دنیا کے مختلف ملک گزشتہ دوسو سال سے استفادہ کررہے ہیں۔

کیو کے باغات دلچسپیوں اور قدرتی حسن و جمال کا مجموعہ ہیں۔ اس کی محض ایک جھلک دیکھنے کے لیے پورا دن بھی ناکافی ہے۔ میں کیو گارڈنز میں بارہا آتا رہا ہوں مگر کبھی اس کا موقع نہ ملا تھا کہ میں اسے تفصیل سے دیکھتا۔ ڈاکٹر مارش ہمیں کیوگارڈنز کے شاندار ٹیمپریٹ ہاؤس لے گئے۔ اس کی تعمیر کے وقت ( اصل عمارت ۱۸۶۰ء–۶۲ اور دو اضافی عمارتیں === 1895–9 ء میں تعمیر ہوئیں ) اس کا شمار دنیا کے سب سے بڑے گرین ہاؤس یا پودگھر کے طور پر ہوتا تھا۔ مئی ۱۹۸۲ء میں ملکہ ایلزبتھ کے ہاتھوں اس کے دوبارہ افتتاح سے پہلے یہاں مرمت وبحالی کا زبردست کام انجام دیا گیا۔

اس سبزگھر یا پودگھر میں درختوں کو جس ترتیب سے لگایا گیا ہے وہ بہت اہم اور دلچسپ ہے۔ یہاں جغرافیائی خطوں کو پیش نظر رکھ کر پودے لگائے گئے ہیں۔ مثلاً جوں کہ اس کے جنوبی حصے میں سورج کی روشنی سب سے زیادہ ہوتی ہے اس لیے اس میں جنوبی افریقہ اور بحیرہ روم میں پائے جانے والے پودے لگائے گئے ہیں۔ ساؤتھ اوکٹا گون ( ہشت پہلو حصہ ) بہت سرد ہے جہاں جہ یہاں جنوبی افریقہ کے کیپ ہیتھز کے پودے لگے ہیں۔ اصل بلاک یا حصے میں جدید و قدیم دنیا کے ملے جلے پودے ہیں۔ ان میں خاص طور پر جزیرہ سینٹ ہیلینا پر پائے جانے والے پودے (TROCHETIAS) لگائے گئے ہیں۔ شمالی ونگ میں نیوزی لینڈ کے اور شمالی حصے میں ایشیا کے پودے لگے ہیں۔ ٹیمپریٹ ہاؤس ( معتدل آب وہوا کا خطہ ) کے اوسٹریلیا والے حصے میں اوسٹریلیا میں پائے جانے والے ۲۰ ہزار پودے بہت چھوٹی سی جگہ میں لگے ہوئے ہیں۔ یہاں اس ملک کے بارانی علاقے کے مختلف پودوں کا ایک عجیب و غریب مجموعہ موجود ہے۔ ان میں پودوں کی مشہور جنس بینکسیاس کی بے شمار اقسام شامل ہیں۔ اس جنس کا نام اس کے ڈائریکٹر جوزف بینک کے نام پر رکھا گیا ہے۔ انھوں نے ۱۷۷۰ء میں جیمس کوک کے پہلے سفر کے دوران انھیں خشک حالت میں جمع کیا تھا۔

ٹمپریٹ ہاؤس کا مطالعہ کرکے ہم باہر نکلے، بارش زوروں پر تھی۔ مگر ہم جلد ہی پام ہاؤس میں داخل ہوئے۔ پام ہاؤس ۱۸۴۴ء–۴۸ میں تعمیر ہوا۔ سول انجینئر رچرڈ ٹرنر نے اسے ڈیسی مس برٹن کے

نقشے کے مطابق بنایا تھا۔ اس پودگھر کی بھی مرمت وغیرہ کرنی پڑتی ہے، کیونکہ یہاں مصنوعی طریقے سے پیدا کی جانے والی نمی اور حرارت سے تعمیری سازوسامان کو سخت نقصان پہنچتا رہتا ہے۔ یہاں پام ( کھجور کی جنس ) کی بے شمار اقسام موجود ہیں۔ بدقسمتی سے جوں ہی کوئی پام دھوپ حاصل کرنے کے لیے پودگھر کی چھت تک پہنچ جاتا ہے اسے کاٹ کو نکال دیا جاتا ہے،کیوں کہ اتنی بلندی پر پہنچنے کے بعد اس کی کانٹ چھانٹ ناممکن ہوجاتی ہے ۔

پام ہاؤس کی سیدھ میں آگے بڑھیے تو ملکہ کے دس حیوان (کوئنز بیسٹ) آپ کا استقبال کرتے ہیں۔ یہ دراصل پتھر کے بنے ان جانوروں کا نمونہ ہیں جو مجسمہ ساز جیمز ووڈ فورڈ نے ۱۹۵۳ء میں ملکہ کی تخت نشینی کے وقت ویسٹ منسٹر ایبے کے باہر تیار کرکے نصب کیے تھے۔

پام ہاؤس کے ساتھ لگی جھیل کے کنارے بید ( وِلو ) کے درخت لگے ہیں۔ پانی کی سطح پر تیرتے اور چہلیں کرتے آبی پرندے منظر کو اور بھی دلفریب بنادیتے ہیں ۔ ان پرندوں میں اوسٹریلیا کے کالے ہنس راج سب میں نمایاں اور ممتاز نظر آتے ہیں ۔ اس جھیل میں مچھلیاں بھی پلی ہوئی ہیں جن میں پام مچھلی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس جھیل میں نصب ہرکیولیس کا مجسمہ جو فوارے کا کام کرتا ہے، ۱۸۲۶ء میں کنگ جارج چہارم کے لیے بوسیو نامی ایک مجسمہ ساز نے تیار کیا تھا۔ ۱۹۶۲ء تک یہ ونڈسر کاسل میں لگا رہا۔ بعد میں موجودہ ملکہ نے اسے کیوگارڈنز کو بطور تحفہ دیدیا۔

اس باغ کی عمارتوں میں پگوڈا بھی بہت مشہور ہے۔ ہزاروں سیاح اسے دیکھنے آتے ہیں۔ اسے شہزادی آگستا کے لیے سرولیم جیمز نے ۲۔ ۱۷۶۱ء میں تیار کیا تھا۔ چیمبرز لندن کے سمرسٹ ہاؤس کا معمار ہونے کے علاوہ مشرقی فن باغبانی کا ماہر بھی تھا۔ یہ ہشت پہلو عمارت ۴۹۶۶ میٹر ( ۱۶۳ فیٹ ) اونچی ہے۔ اس کے باوجود یہ محض چھے ماہ میں مکمل ہوئی ۔

بہرنوع کیو کے باغات ہر اس شخص کے لیے مسرت ودلچسپی کا سامان اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں جو علم باغبانی اور کارنامہ ہائے قدرت سے لگاؤ رکھتا ہے۔ ان کے علاوہ بھی یہ باغات دراصل علم و معلومات کے ایک وسیع خزانے کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ یہاں تحقیق اور کھوج لگانے والوں کے لیے بہت کچھ موجود ہے ۔

ان باغات میں قائم کتب خانہ اور باغ نباتات ایک ہی عمارت میں واقع ہیں ۔ کتب خانے کا شمار دنیا کے انتہائی قیمتی اور اہم

نباتاتی کتب خانوں میں ہوتا ہے۔ جہاں علم کے جویا کو اپنی پیاس بجھانے کے لیے ایک، دو نہیں ایک لاکھ ۲۰ ہزار کتابیں ملیں گی ۔ یہاں تاریخی دستاویزات کی بڑی تعداد بھی محفوظ ہے ۔

کیو کے باغات میں توسیع و اضافے کا کام ہروقت جاری رہتا ہے۔ اسے بہتر سے بہتر بنانے کی کوششیں جاری رہتی ہیں ۔ اس وقت یہاں ایک وسیع نباتاتی محفوظ خانہ زیرتعمیر ہے۔ ۱۹۸۷ء میں مکمل ہوجائے گا اور ملکہ برطانیہ اس کا افتتاح کریں گی ۔ اس میں سمندری دلدلی جنگل، مینگرو، ریگستان، کوہستان اور گرم خطے یکجا ملیں گے۔ ان کے علاوہ یہاں ایک زیرزمین ماہی خانہ بھی ہوگا۔

کیو کے باغات نے ایک اور نہایت اہم خدمت یہ انجام دی ہے کہ ان کی وجہ سے نادر درختوں اور پودوں کا تحفظ ممکن ہوگیا ہے۔ دنیا کے بیشتر حصوں میں کئی قسم کے پودے ناپید ہونے والے تھے، لیکن ان پودوں کو یہاں اگاکر ان کے بیج حاصل کیے گئے اور انھیں بیج بینک میں جمع کردیا گیا۔ اس طرح ان پودوں کی مکمل تباہی اور ناپید ہونے کا خطرہ ٹل گیا۔ یہی وجہ ہے کہ کیو کے باغات محض سیروتفریح کا سامان ہی فراہم نہیں کرتے بلکہ وہ اس سے بھی زیادہ اہم کام اور خدمت انجام دے رہے ہیں ۔ اس کے علاوہ اس کی حدود میں آپ کو دنیا کے ہر خطے کے درخت، پودے، جھاڑیاں، گھاس، پھول اور پھل اکٹھے ملیں گے ۔

میں یہ تمام مطالعہ و محنت اس لیے کررہا ہوں کہ میں مدینۃ الحکمۃ میں ایک ہر بیریم بنانا چاہتا ہوں اور یہاں کم ازکم ابتدا میں پاکستان کے دوائی نباتات اور پھر اس سے فارغ ہوکر دوسری نباتات جمع کرنا چاہتا ہوں ۔ اگر ہمدرد یونی ورسٹی میں نباتات کی تعلیم دینی ہے تو کلیۂ نباتات کے ساتھ ہربیریم ایک اشد و ناگزیر ضرورت ہے ۔

میں نے جناب مارٹن صاحب سے تبادل خیال بھی کیا۔ وہ اس کے لیے تیار ہیں کہ اگر ہمدرد پاکستان کے نباتات دوائی اور غیردوائی محفوظ کرکے رائل بوٹانک گارڈنز کے ہربیریم کو دے تو پھر تبادلے میں ہمدرد کو اس برطانوی ہربیریم سے محفوظ نباتات دیے جاسکیں گے۔ یہاں نباتات کی تصاویر بھی ہیں ۔ اس کے لیے بہت وسیع انتظامات یہاں ہیں ۔ بڑے بڑے کیمرے موجود ہیں یہ تصاویر بھی ہمدرد کے لیے تیار کی جاسکیں گی ۔ پھر خود اس باغ نباتات کی لاتعداد مطبوعات ہیں ۔ وہ ہمدرد کے ہاتھ فروخت کی جاسکیں گی ۔

ان نباتاتی باغات کی سیر کرکے میں اور ڈاکٹر زیدی صاحب گھر آگئے۔ میں حیران تھا کہ آزاد قومیں اپنی تعمیر میں کس انداز سے مصروف ہیں ۔ دنیا کے ساٹھ لاکھ پودوں کا جمع کرنا ، ان کا تحفظ ۔ سوالاکھ کتابیں محض نباتات پر! میں نے دوران سفر نباتات کے طلبہ کو زندہ پودوں کا مطالعہ کرتے دیکھا ۔ دل خوش ہوگیا۔ تعلیم ہو تو اس انداز سے ہو ۔

## محترمہ ثریا شہاب

پاکستان کی مشہور نیوز کاسٹر محترمہ ثریا شہاب ان دنوں بی بی سی میں تین سال کے لیے ہیں ۔ وہ خبریں بھی براڈ کاسٹ کرتی ہیں ۔ اس کے علاوہ دوسرے پروگرام بھی ان کے ذمے ہیں ۔ گزشتہ دنوں ایک طبی مشورہ کے لیے مجھے ان کا خط ملا تھا ، پھر پرسوں لندن یونی ورسٹی کی جانب سے احترامیہ میں ان سے پہلی بار ملاقات ہوئی ۔ آج وہ ساڑھے چھے بجے ڈاکٹر زیدی صاحب کے علم‌کدہ پر آگئیں ۔ اپنا " سازوسامان" ساتھ لائی تھیں ۔ انھوں نے متعدد سوالات کیے اور میرے جوابات رکارڈ کیے۔ ایک گھنٹے کا پروگرام تھا۔ میں نے احتیاط سے رکارڈ کرادیا۔ محترمہ سے میں نے کہا ہے کہ وہ سوالات مجھے بھجوادیں ۔ میں کراچی سے رکارڈ کراکے ٹیپ ان کو بھجواسکوں گا ( جیسا کہ میں ڈنمارک کو بھجواتاہوں )

## عشائیہ حفیظ صاحب

حفیظ صاحب میرے پرانے دوست ہیں ۔ عرصۂ دراز تک یونائٹڈ بینک میں رہے اور اب محترمی آغا حسن عابدی کے ساتھ برس ہا برس سے بی ۔ سی ۔ سی ۔ آئی میں ہیں ۔ آج انھوں نے میری محبت میں پرتکلف عشائیے کا انتظام کیاہے۔ اس میں سفیرکبیرپاکستان جناب محترم علی ارشد صاحب اور ان کی محترمہ بیگم صاحبہ نے بھی شرکت فرمائی۔ یہاں جناب ولایت عابدی صاحب سے بھی عرصے کے بعد ملاقات ہوئی ۔ وہ کبھی بی ۔ سی ۔ سی ۔ آئی ، بیروت میں ہوتے تھے جہاں میں اپنی تشنگی علم دور کرنے کے لیے جایا کرتاتھا۔ بیروت ہی میں میں نے "البیرونی" پر تحقیقی کام کا آغاز کیاتھا اور یہاں مجھے اچھے عالموں کا تعاون حاصل ہواتھا ، اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے سابق صدر ڈاکٹر چارلس مالک بھی یہاں میرے ساتھ تھے۔ ولایت عابدی صاحب کے ہاں اچھی محفلیں رہا کرتی تھیں ۔ ان ہی دنوں لبنان میں ڈاکٹر سمیع اللہ قریشی صاحب محترم سفیرپاکستان تھے، وہ بھی علمی محفلوں میں شریک رہا کرتے تھے۔ امریکن یونی ورسٹی اوف بیروت کے محترمی جناب ڈاکٹر

جعفری کا گھر مرکز رہتا تھا۔ وہ آغاخان چیئر (برائے مطالعۂ اسلام) میں صدر کی حیثیت سے تھے ۔

ایک دل چسپ واقعہ آج یاد آگیا۔ میں ڈاکٹر جعفری صاحب کے ساتھ امریکن یونی ورسٹی اوف بیروت سے قریب بازار کتاب فروشی میں گیا اور میں نے ایک ہی شب میں یہاں سے ۲۷۔ ۲۸ ہزار روپے کی تمام موجود لغات خریدلیں ۔ ڈاکٹر صاحب حیران تھے مگر میں ذرا بھی پریشان نہ تھا۔ میں نے کہا" ڈاکٹر صاحب ذرا بل ادا کردیجیے ۔" اور ڈاکٹر صاحب نے فوراً رقم ادا کردی ۔ تمام لغات میں اپنے ساتھ کراچی لے آیا اور ڈاکٹر صاحب کا قرض بھی ادا کردیا۔ مگر جو لغات میں پیش بندی کرکے خرید لایا تھا وہ یہاں بیروت میں اب میسر نہیں ہیں ۔

محترمی حفیظ صاحب نے اچھے دوستوں کو جمع کرلیا تھا۔ جلال الدین صاحب بھی تھے۔ وہ ان دنوں لندن میں جناب محترم معظم علی صاحب کے ساتھ ہیں اور اسلامک آرٹس پر ایک رسالہ مرتب کرتے ہیں ۔

نہایت پرتکلف کھانا تھا۔ میں تو حیران رہ گیا۔ کیا کھاؤں کیا چھوڑوں ۔ غضب یہ کہ ہر ڈش لذیذ!

ایسے لذیذ موقعوں پر اگر دووقت کا کھانا کھالیا جائے تو کیا مضائقہ ہے!

یاد آیا شاید مولانا ملیح آبادی کی بات ہے۔ مولانا مدعو تھے۔ رات کا کھانا کھاکر فارغ ہوگئے۔ میزبان کا اصرار کہ مولانا ذرا سا اور بھی ، مگر مولانا مزید کے لیے تیار نہ ہوئے۔ آخر میزبان نے کہا کہ حضرت چلیے کل صبح کا کھالیجیے ۔ مولانا نے یہ سنا اور فرمایا: ہاں یہ ہوسکتا ہے اور اطمینان سے مزید کھانا نوش جان کرلیا!

میں نے محترمہ رفیعہ حفیظ کو خوب داد دی ۔ " مجھے کیا معلوم تھا کہ آپ اس قدر اچھی باورچن ہیں ا سالہاسال میں نے اپنا ہی نقصان کیا۔ اب لندن آیا اور آپ کے ہاں کھانا نہ کھایا تو برا ہوگا!"
آج حفیظ صاحب کے بچوں کو دیکھا ، ماشاء اللہ اس بچی کے ہاں دو ہفتے ہوئے بچی پیدا ہوئی جو میری گود میں رہتی تھی ۔ رات گیارہ بجے تک مجلس جمی رہی ۔ اٹھنے کو دل نہیں چاہتا تھا مگر سب میری طرح مجنوں تو نہیں ہیں ۔

## ہمدرد فاؤنڈیشن ( یو کے )

سال ہائے ماسبق میں تقریباً چار سال میں نے لندن میں مطب کیا ہے اور ہزارہا مریضوں کی خدمت کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس کام میں

نے گزشتہ دنوں کے روزنامچے میں ذکر بھی کیاہے اور یہ بتایا کہ میں نے جس جانفشانی سے لندن میں طب اور عوام کی خدمت کی ہے، اور جس کا احساس یقیناً یہاں لندن میں وزارت صحت برطانیہ کو ہوا ہے، اور اسی کی وجہ سے ایشیائیوں کے لیے علاج معالجے کے لیے ایشیائی طب کا مسئلہ درپیش ہوا ہے، اس کی داد مجھے نہیں ملی ہے – ذہنی و فکری طورپر وزارت صحت کو طب پسند نہیں ہے مگر وہ اس کے ساتھ ہی انسانی حقوق کی بڑی سختی کے ساتھ طرفدار بھی ہے۔ یہی وہ اصول ہے کہ جن کی وجہ سے اب وزارت کو طب کے لیے غور کرنا ہوگا ۔ برطانیہ میں دوائی نباتات سے علاج کا زور ہے اور تعلیم کے لیے کالج بھی یہاں ہیں ۔ "کمپلیمنٹری مڈیسن" اور آلٹرنیٹ میڈیسن کی یہاں مضبوط انجمنیں قائم ہوچکی ہیں – میں نے سات سال قبل وزارت صحت برطانیہ کو مشورہ دیا تھا کہ ان کو ایشیائی طب کے لیے قانون وضع کرنا چاہیے اور طب کی اجازت دینی چاہیے۔ شاید اب حالات ایسے ہیں کہ میری رائے پر اسے عمل کرنا ہوگا۔ اس وقت بھی برطانیہ میں انفرادی طورپر طبی دواؤں کے منگوانے پر کوئی پابندی باقی نہیں ہے، ہرقسم کی دوائیں ڈاک پارسل سے یہاں آسکتی ہیں –

برطانیہ میں ہمدرد مطب اور دواخانہ قائم کرنے کا میرا منشا ومقصد یہاں فلاحی کام کرنا تھا اوریہاں "ہمدرد فاؤنڈیشن" کو وجود دینا تھا تاکہ یہاں تعلیم و صحت کے میدانوں میں فلاحی کام کیے جاسکیں – میں اب بھی اس انداز سے غور کررہاہوں اور احیائے طب کے کاموں کے لیے فاؤنڈیشن سے کام لینا چاہتاہوں – میں نے اپنے یہاں قیام کے دوران اس میدان میں پیش قدمی کی ہے اور مختلف انداز سے مختلف سطحوں پر کام کیاہے۔ جناب سید یوسف نقوی صاحب سے بات کی ہے جن کو اس میدان میں تجربات ہیں ۔ کیمبرج جاکر ان کے بچوں کے کاروبار کا جائزہ لیاہے۔ سفارت خانۂ پاکستان میں وہاں ذمہ داروں سے فرداً فرداً بات کی ہے۔ ان حضرات محترم نے تائید کی ہےاور مدد کا وعدہ بھی کیا ہے۔ حضرات نقویز سے اصول یہ طے ہوا ہے کہ جب ہمدرد کا کاروبار یہاں شروع ہوگا وہ اپنے منافع میں سےایک فیصد کارہائے خیر کے لیے دیں گے اور ایک فیصد ہمدرد دے گا اور اس رقم سے ہمدردفاؤنڈیشن ( یو۔ کے) کو قائم کرادیا جائےگا اورفلاحی کاموں کا آغاز کردیا جائے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ –

## ۳۰ / اگست ۱۹۸۶ء ہفتہ

### لندن ـ ڈوسلڈورف ( جرمنی )

شب گزشتہ لیٹتے لیٹتے ایک بج گیا تھا۔ صبح آنکھ کھلی تو پانچ بجے تھے ـ جلد از جلد تیار ہوکر نماز فجر ادا کی اور پھر تلاوت و تسبیح میں مصروف رہا۔ آج سفر درپیش ہے،یعنی سفر در سفر۔ میں نے سب سے پہلے اپنا سامان ٹھیک کیا۔ یہاں لندن میں سامان میں اضافہ ہوگیا ہے۔ دوائیں نمونۃً خریدی ہیں ـ ادھر میری بیٹی سعدیہ نے محترمہ بیگم نقوی کو اپنی ضروریات لکھ دی تھیں ـ یہ سامان بھی ہے۔ پھر تحائف بھی ملے۔ محترمی نقوی صاحب کے بچوں نے سعدیہ کے بچوں کے لیے بسکٹ تک دیدیے۔ باجی آپا نے سعدیہ کے لیے موزے لاکر دیے ـ غرض سامان کا سنگوانا اور بند کرنا واقعی مشکل ہوگیا ہے۔ خیر جوں توں کرکے میں نے سوٹ کیس بند کرلیا ہے ـ

چند مریضوں کو وقت دینا پڑا ، گو مجھے تامل تھا ـ خیال تھا کہ میں صبح نقوی صاحب کے ہاں نہیں ہوں گا۔ ڈاکٹر زیدی صاحب کے ہاں ہوں گا اس لیے میں نے گیارہ بجے شب ڈاکٹر علی اشرف صاحب کو کیمرج ٹیلےفون کرادیا تھا کہ یہ کام ممکن نہیں ہے، وہ صبح کیمرج سے لندن اگر تشریف نہ لائیں تو مناسب ہے۔ ان کو زحمت ہوگی،بارے مریضوں نے اچھا وقت لے لیا۔ پھر محترمہ باجی آپا ملاقات کے لیے آگئیں پھر جناب مبارک صاحب آگئے۔ وہ چند ہی دن ہوئے تازہ شادی کرکے کراچی سے لندن اپنے مستقر پر واپس آئے ہیں ـ غرض دن کا ایک بج گیا۔

اس اثنا میں محترمی جناب محمد علی رنگون والا صاحب نے یاد فرمایا ، ان کو جناب احمد ای ایچ جعفر صاحب کا دعوت نامہ ایک دن بعد ملا اور ان کو پتہ چلا کہ میں لندن میں ہوں ـ میں نے ان کو اپنے سفر کی کاپی بھجوائی تو تھی، نہ جانے ان کو کیوں نہیں ملی ـ ان کی شکایت بجا تھی ـ درحقیقت میں خود ان سے بسلسلۂ ہمدرد فاؤنڈیشن برطانیہ تبادل خیال کرنا چاہتا تھا۔ خیر اب پندرہ ستمبر کو جب وہ کراچی آئیں گے تو ان سے بات کرلوں گا۔ رنگون والا صاحب ہمدرد کے دیرینہ دوست ہیں اور ہمدرد کے آغاز سے اب تک وہ بہترین مشورے دیتے رہے ہیں اور اب بھی ہم ان سے اہم معاملات میں مشورہ کرتے ہیں اور ان کی صائب رائے سے استفادہ کرتے ہیں ـ

سفارت پاکستان سے علی گوہر صاحب نے ٹیلیفون کیا۔انھوں نے یاد دلایا کہ وہ پندرہ سال قبل بیروت میں مجھ سے ملے تھے۔ وہ وہاں سفارت خانے میں تھے ان کی تکلیف کے لیے کراچی سے ان کو دوائیں بھجواؤں گا۔

## لندن کے ہوائی میدان پر

برطانیہ کا دعوا ہے کہ ہیتھرو ایرپورٹ دنیا کا سب سے اچھا ائر پورٹ ہے۔ یہ بات صحیح ہے۔ یہاں اعلا انتظامات ہیں اور منٹوں میں فراغت حاصل ہوجاتی ہے۔ محترمی جناب نقوی صاحب، ان کی بڑی منتظم اہلیہ اور قمرنقوی ہوائی میدان چھوڑنے آئے تھے ۔ ان سے رخصت ہوا اور لفٹ ہنسا ( جرمن ایرلائنز ) کے جہاز میں سوار ہوگیا۔ لندن سے ڈوسلڈروف تک کا فاصلہ ایک گھنٹے کا ہے۔ اس ایک گھنٹے میں عملۂ ہوائی جہاز نے بہترین خاطر تواضع کردی ۔ میں نے اطمینان سے جو کھانے کی چیزیں تھیں ان سے پیٹ بھرلیا کیونکہ مجھے پتہ نہیں ہے کہ ہوٹل جہاں ڈوسلڈورف میں قیام کرنا ہے،کیسا ہے ۔

## ڈاکٹر محمد رضاءاللہ انصاری

جہاز میں یہ خیال آیا کہ ضرور ڈوسلڈورف کے ہوائی میدان پر ڈاکٹر انصاری صاحب سے ملاقات ہوگی اور واقعی ایسا ہوگیا۔ میں اپنے بھاری سامان کے لیے ٹرالی کی تلاش میں گیا تو ٹرالی تو ملی نہیں ڈاکٹر انصاری مل گئے۔ وہ ہمبرگ سے ڈوسلڈورف پہنچے تھےاور اپنا سامان حاصل کررہے تھے۔ خوب ملاقات ہوئی ۔ انھوں نے میری مدد کی اور باہر تک مجھے ٹیکسی میں سوار کرادیا۔ ان کی بیٹی ان کو لینے آئی تھیں۔ وہ اپنی بیٹی کے ساتھ اپنی جرمن اہلیہ کے پاس چلے گئے۔ ڈاکٹر انصاری مورخ ہیں ۔ علی گڑھ یونی ورسٹی سے وابستہ ہیں ۔ مگر اب وہاں سے ہمدردنگر ، انسٹی ٹیوٹ اوف ہسٹری اوف میڈیسن میں عارضی طور پر آگئے ہیں ۔ اچھے اسکالر ہیں ۔ ان سے بارہا عالمی کنگرسوں میں ملاقات ہوتی رہی ہے اور اب تو وہ واقعی ہمارے ہوگئے ہیں ۔

## ڈوسلڈورف میں قیام

مجھے یہاں چار راتیں اور تین دن گزارنے ہیں ۔ مگرہوٹل بہ ظاہر زیادہ اچھا نہیں ہے ۔ایسا محسوس ہوا کہ جیسے غیر آباد سا ہو۔ کمرہ

نہایت تنگ ہے، مگر تاریک نہیں ہے۔ مجھے یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی کیونکہ کمرے کا سادہ سامان میرے منشا کے مطابق ہے۔ میں نے کمرے کی میز کرسی کو اپنی ضرورت کے مطابق ٹھیک کرلیاہےاور رات گیارہ بجے تک ضروری تحریری کام کرتارہا۔ پھر اطمینان سےلیٹ گیا۔ موسم خاصا سرد ہے۔ بارش بھی ہوتی رہتی ہے۔ اب کل صبح ڈوسلڈورف یونی ورسٹی جاکر دیکھوں گا کہ صورت حال کیا ہے۔ مجھے صدرکنگرس نے اطلاع تو یہی دی ہے کہ ہوٹل یونی ورسٹی سے بہت قریب ہے۔

# ۳۱/اگست ۱۹۸۶ء، اتوار

## ڈوسلڈورف

صبح میں کتنا ہی چاہوں کہ دیر سے اٹھوں مگر ذہن میں چار بجے کا الارم لگا ہوا ہے، اور یہ الارم ملک کے وقت کے اعتبار سے خود ہی سیٹ ہوجاتا ہے۔ لندن اور ڈوسلڈورف کے وقت میں ایک گھنٹے کا فرق ہے۔ کل جب جہاز سے اترا تو میری گھڑی میں لندن کے ساڑھے چار بجے تھے اور ڈوسلڈورف میں ساڑھے پانچ بجے تھے۔ میں نے اپنی گھڑی درست کرلی۔ صبح تین بجے آنکھ کھلنی چاہیے تھی، مگر آنکھ چار بجے کھلی۔ کسمساگیا اور پانچ بجے اٹھا۔ نماز فجر ادا کی۔ تلاوت قرآن حکیم سے فارغ ہوکر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اب تک پورا سفر پوری مقصدیت اور کامیابی کے ساتھ ہورہا ہے۔ میں صبح ساڑھے نو بجے تک مصروف مطالعہ و تحریر رہا۔ پھر میں نے فیصلہ کیا ڈوسلڈورف یونی ورسٹی چلنا چاہیے۔ کہا گیا تھا کہ یونی ورسٹی ہوٹل میٹروپول سے قریب ہے۔ میں نے نقشہ دیکھا اور پیدل چل کھڑا ہوا۔ بوندا باندی کا سلسلہ جاری ہے۔ مگر میں ان چیزوں سے نہیں گھبراتا ہوں۔ چھتری ہے مگر مجھے چھتری سے کوئی زیادہ دل چسپی نہیں ہے۔ میں پندرہ منٹ میں یونی ورسٹی کے دروازے میں داخل ہوگیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہوٹل سے یہ فاصلہ ایک میل کا ہے۔ میں اب خود کو غیرمعمولی چست محسوس کررہا ہوں، مجھ پر ڈوسلڈورف کا وہی اثر ہوا ہے کہ جو پیرس کی آب و ہوا کا ہوتا ہے۔ جیسے ہی میں پیرس میں قدم رکھتا ہوں ایسا لگتا ہے کہ جسم میں کوئی کمزوری باقی نہیں رہی ہے۔ کسی نہ کسی درجے میں اپنے پشاور کا بھی اچھا اثر ہوتا ہے۔ ڈوسلڈورف یونی ورسٹی میں انٹرنیشنل کنگرس آن ہسٹری اوف میڈیسن کا دفتر بند ہے۔ دو بجے کھلے گا۔ میں نے کوئی ایک گھنٹہ یونی ورسٹی کا گھوم پھرکر جائزہ لیا۔ بہت ہی بڑی یونی ورسٹی ہے۔ تمام فیکلٹیاں ایک ہی احاطے میں ہیں۔ میں نے میڈیکل فیکلٹی کا جائزہ لیا۔ بہت بڑے بڑے مراکز ہیں۔ حیران کن ترقی کا مظاہرہ ہے۔

## زبان کا مسئلہ

میں جرمنی میں کافی عرصہ رہا ہوں اور بارہا یہاں آتا رہا ہوں۔

جرمنی کے متعدد شہروں میں گیاہوں اور رہاہوں،گہرا مطالعہ کیاہے ۔۔ پھر اپنے مطالعہ کی روشنی میں"جرمنی نامہ" ایک کتاب بھی لکھی ہے جو مکتبۂ جدید لاہور نے چھاپی ہے۔ مکتبۂ جدید کے مالک جناب چوہدری رشید صاحب ہیں جو مشہور مصور اور صاحب سیاست جناب محترم حنیف رامے صاحب کے بھائی ہیں ۔ اس زمانے میں کہ میں جرمنی سے قریب تھا، جرمن زبان کی فہم خاصی ہوگئی تھی ۔ ذرا بول بھی لیتاتھا ۔ مگر اب ایسا نہیں ہے۔ بڑی دقت ہوتی ہے۔ میں ایک سستے ہوٹل میں ہوں۔ اس میں ریستوراں نہیں ہے۔ بس قیام کی سہولتیں ہیں ۔ الحمدللہ میرے پاس کافی ڈالر ہیں اور میں ہلٹون وغیرہ ہوٹلوں میں ٹھیرسکتا ہوں مگر میں اس رپے کو امانت سمجھتاہوں ۔ اگر یونی ورسٹی کے یوتھ ہاسٹل میں جگہ مل جاتی تو میں زیادہ مطمئن ہوتا۔ مگرکنگرس نے میری بات سمجھی نہیں اور ہوٹل میٹروپول میں انتظام کرادیاہے جس کا کرایہ ۶۵ مارک یعنی تقریباً ۲۵ ڈالر ہے۔ میں مہمان کی حیثیت سے آوکسفرڈ میں جس ہوٹل میں قیام کرکے آیاہوں اس کا کرایہ ایک سو ڈالر یومیہ ہے اور لندن میں تو ایک سو پاؤنڈ فی کمرہ فی یوم کرایہ ہے ۔ شب گزشتہ تو میں نے چند بسکٹ کھاکر سہارا کرلیاتھا اور آج صبح بھی جناب ڈاکٹر زیدی صاحب کے عطاکردہ بسکٹ ہی کام آئے۔ صبح نماز فجر کے بعد سخت بھوک لگی تھی، دن کو ایک بجے پھربھوک لگی ۔ باہر نکلا تو بارش تھی ۔ بارے ایک ریستوراں میں گھس گیا وہاں " ملش " (دودھ) نہیں ملا ،بڑی مشکل سے سلاد وغیرہ لے کر پیٹ بھرلیا۔ پانچ مارک میں کام ہوگیا۔ ایک بار میں برلن میں تھا۔ وہاں خرچ بچانے کی مہم میں بڑے ہوٹل سے باہر چھوٹے ریستورانوں میں کھانا کھاتا رہا اور جب آخری دن ہوٹل میں کھانا کھایا تو معلوم ہواکہ اپنے ہوٹل کا کھانا سستاتھا! ایک سیاح کی حیثیت سے یہ سنگین غلطی شمار ہوتی ہے ۔

## انٹرنیشنل سوسائٹی فاردی ہسٹری اوف میڈیسن

اس عالمی سوسائٹی کا صدر دفتر پیرس میں ہے۔ میں کئی سال سے اس کا رکن ہوں ۔ مگر اس کی میٹنگوں اور سالانہ کانفرنسوں میں شرکت کا موقع نہیں ملتاتھا۔ ۱۹۸۴ء میں قاہرہ ( مصر ) میں کانفرنس ہوئی تھی ۔ میں نے دعوت منظور بھی کرلی تھی،مگر جانا نہ ہوسکا تھا ۔ اس بار شرکت کا پہلا موقع ہے ۔

آج پانچ بجے شام شاؤن ہال ڈوسلڈورف میں اس سوسائٹی کی مجلس

عاملہ کا جلسہ تھا۔ میں نے بھی اس میں شرکت کی۔ ہر ملک سے ایک نمائندہ مجلس عاملہ کے جلسے میں شریک ہوتا ہے۔ پاکستان میں، میں تنہا اس سوسائٹی کا رکن ہوں اور مجلس عاملہ میں شرکت اسی حیثیت سے میں نے کی ہے۔

نہایت اعلا انتظامات تھے، مجلس عاملہ میں آدھے سے زیادہ میرے دوست ہیں۔ ان سے عرصۂ دراز کے بعد ملاقات کا موقع ملا ہے۔ مصر کے ڈاکٹر پال غلیو نجی سوسائٹی کے نائب صدر ہیں۔ ان سے بھی بہت دنوں کے بعد ملاقات ہوئی۔ شاکی تھے کہ آپ قاہرہ نہیں آئے۔ چین کے نمائندے کی حیثیت سے ڈاکٹر ما صاحب آئے ہیں۔ وہ مجھے دیکھ کر بغل گیر ہوگئے۔ ان کا حافظہ غضب کا ہے ۱۹۶۳ء میں، میں نے وزارت صحت چین پیکنگ میں ایک لیکچر دیا تھا۔ ڈاکٹر ما نے بتایا کہ وہ اس وقت اوڈینس (سامعین) میں تھے۔

سوسائٹی کے صدر ڈاکٹر اوف میڈیسن پروفیسر ہنس شادیوالٹ (PROF. HANS SCHADEWALDT M.D.) ہیں۔ انھوں نے بہت پرتپاک میرا خیر مقدم کیا۔ بڑے خوش اخلاق انسان ہیں۔ اصرار کرکے میرے ساتھ ایک فوٹو کھنچوایا۔



انٹرنیشنل کنگرس آن ہسٹری آف میڈیسن ڈوسلڈورف (جرمنی)
حکیم محمد سعید ۔ ڈاکٹر شادیوالٹ صدر سوسائٹی طب



ٹاؤن ہال ڈوسلڈورف میں میٹنگ



ڈاکٹر گوئرا ، مادام گوئرا ، حکیم محمد سعید ،

پروفیسر فرانسیسی ۔

ہماری مجلس عاملہ کی میٹنگ دو گھنٹے جاری رہی - اس کے بعد لارڈ میئر اوف ڈوسلڈورف کی جانب سے عشائیے کا نہایت شاندار انتظام تھا- جس ہال میں ہماری میٹنگ ہوئی اس سے ملحق تہہ خانے میں ڈائننگ ہال ہے جس کی تعمیر کا انداز ایسا ہے کہ جیسے پرانے زمانے کے غار ہوں - میں نے درخواست کی کہ مجھے سبزیوں والا کھانا دیدیں -- ایسا ہوگیا ،باقی کھانا بڑا ہی پر تکلف مگر میں بہت سی چیزیں ان میں سے نہیں کھاسکتا تھا- عشائیہ میں اور بھی بہت سے مورخین طب نے شرکت کی - ان میں اسپین کے پروفیسر گوئیرا بھی ملے،لپٹ گئے - انھوں نے پانچ سال ہوئے شادی کی ہے- ان کی اہلیہ بھی ساتھ تھیں- انھوں نے اپنے تین سالہ بچے کی تصویر بڑے شوق سے دکھائی - ڈاکٹر گوئیرا پاکستان میں ہمدرد کے مہمان رہ چکے ہیں - رومانیہ کے دوست بھی ملے- فرانس کے بہت سارے احباب سے عرصے کے بعد ملاقات ہوئی غرض سارے ماحول میں بڑی اپنائیت تھی -

رات ساڑھے نو بجے تک میں ان دوستوں میں رہا- اب کل صبح ۹ بجے انٹر نیشنل کنگرس آن ہسٹری اوف میڈیسن کا ڈوسلڈورف یونی ورسٹی میں افتتاح ہوگا-

## لارڈ میئر کی تقریر

ان کی پرجوش تقریر کے چند نکات یہ ہیں جو جرمن زبان میں انھوں نے کی -

* بہ مناسبت تیسویں انٹرنیشنل کنگرس تاریخ طب انٹرنیشنل سوسائٹی فار دی ہسٹری اوف میڈیسن کی ایگزیکٹیو اور ایڈوائزری کاؤنسل کے اراکین کو میں خوش آمدید کہتا ہوں -
* میں دل کی گہرائیوں سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ڈوسلڈورف میں اپنی میٹنگ کی ہے -
* یہاں آپ ایک مقابلۃً جوان شہر کے مہمان ہیں جس کی تاریخ سات سو سال ہے حالآنکہ اس سے زیادہ تاریخی شہر یہاں ہمارے پڑوس میں ہیں - مثلاً کولون اور نیوس جن کی تاریخ دو ہزار سال پر محیط ہے -
* اس ہال میں آویزاں بڑی پینٹنگ ۱۲۸۸ کی ایک جنگ کی یاد دلاتی ہے کہ جو شہزادوں اور آرچ بشپ کے مابین لڑی گئی - ماہی گیروں اور کسانوں نے شہزادوں کا ساتھ دیا اور آرچ بشپ کہ جو دنیاوی طاقت کے خواہاں تھے شکست نصیب ہوئے، اور اس کے بعد ہی ڈوسلڈورف کو شہر کا مرتبہ حاصل ہوا-



لارڈ میئر اوف ڈوسلڈورف کا خطاب

* ڈسلڈورف اکثر حالات میں سکون کا شہر رہاہے۔ گو شہنشاہیت کے کروفر کا مظاہرہ بھی ہوا مگر آبادی میں ۱۹ ویں صدی عیسوی تک کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ پھریہاں آئرن اینڈ اسٹیل کی صنعت نے قدم رکھا۔ بڑی کمپنیوں کے صدر دفاتر بھی یہاں قائم ہونے شروع ہوئے۔ گزشتہ چالیس برس ایسے گزرے کہ ڈسلڈورف ایک بین الاقوامی شہر بن گیا ہے -

* بہ ایں ہمہ ڈسلڈورف کی ثقافت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور تھیٹر اور میوزک کی روایات میں قیام و ثبات قائم رہا - یہاں فائن آرٹس میں ڈسلڈورف اسکول اوف پینٹنگ نے اہم کردار ادا کیاہے - یہاں آرٹس کے میوزیم ہیں - اکیڈمی اوف آرٹس ہے۔ یہاں کے آرٹسٹوں نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی ہے - ڈسلڈورف فیشن، اسپورٹس اور سماجی وثقافتی شہر ہے -

* طب کے میدان میں ڈسلڈورف نے قابل لحاظ شخصیات کوجنم دیا ہے۔ مثلاً جوین وہیئر کہ اس نے اٹھارویں صدی میں طب کو اتائیت سے نکال کر ایک فن کا مرتبہ دیاہے۔ ایک اورطبیب جوین کنارڈ برونر کا نام اٹھارویں صدی میں بانقراس پر سائنسی تجربات کے ذیل میں لیا جاسکتاہے۔ پروٹسٹنٹ تھیوڈورفلائنڈر کو ٹریننگ اسکول کے بانی کی حیثیت سے شہرت حاصل ہے -

* ۱۹۲۳ء کی اکیڈمی اوف میڈیسن نے اب نسبۃً نئی ڈسلڈورف یونی ورسٹی کی ایک فیکلٹی کی صورت اختیار کرلی ہے اور اب طب کے میدان میں ڈسلڈورف کو بلند مرتبہ حاصل ہے۔ یہاں طب کے میدان میں تاریخ ساز کام ہوئے ہیں۔

* ڈسلڈورف یونی ورسٹی کے انسٹی ٹیوٹ اوف دی ہسٹری اوف میڈیسن کو بلاشبہ بلند مرتبہ حاصل ہے اور اس کا مظہر یہ حقیقت ہے کہ آپ کی انٹرنیشنل کنگرس اس انسٹی ٹیوٹ کے زیر اہتمام آج انعقاد پذیر ہورہی ہے۔ اس کے ڈائریکٹر، ڈاکٹر شادیوالٹ جو آپ کی انٹرنیشنل سوسائٹی کے صدر بھی ہیں تاریخ طب کے میدان میں قابل عزت شہرت کے حامل ہیں۔

* آپ ڈوسلڈورف میں اپنائیت محسوس کیجیے، مجھے یقین ہے کہ یہاں آپ سب کو اپنا دوست پائیں گے اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ جب آپ یہاں سے واپس ہوں گے تو آپ کے ساتھ نہ صرف طب کی تاریخی عظمت ہوگی بلکہ ہمارے شہر کی اچھائی کی یاد بھی آپ کے ساتھ ہوگی۔

اس تقریر کا جواب صدر کنگرس ڈاکٹر شادیوالٹ صاحب نے اپنی طرف سے اور مندوبین کی طرف سے دیا اور یقین دلایا کہ وہ تمام مندوبین کے لیے اس کنگرس کو نفع بخش اور تاریخ ساز بنانے کی سعی کریں گے۔

## ڈوسلڈورف (مغربی جرمنی)

صبح عبادت سے فراغت پاکر میں نے انٹرنیشنل کنگرس آن ہسٹری اوف میڈیسن کے تمام کاغذات دیکھے، اُن کا اچھی طرح مطالعہ کرلیا اور آج تمام دن کنگرس میں شرکت کا پروگرام بنالیا۔ اکثر مقالات جرمن زبان میں ہیں، فرانسیسی میں ہیں ۔ انگریزی میں مقالات بس نہ ہونے کے برابر ہیں ۔ آج مطالعۂ کاغذات کے دوران یہ اندازہ بھی ہوا کہ اس کنگرس میں زیادہ تعداد ہنگری کے مورخین طب کی ہے اور مشرقی یورپ سے کافی لوگ آئے ہیں ۔ یہ علاقہ روس کے زیراثر ہے یا شاید یہ کہنا زیادہ قرین صحت ہو کہ زیرنگیں ہے۔یہاں حیرت انگیز طورپر روسی نمائندہ مجھے تو کوئی نظر نہیں آیا ۔

## جامعہ ڈوسلڈورف

میں آٹھ بجکر بیس منٹ پر نیچے آگیا۔ ہوٹل کے عقبی دروازے پر آٹھ بجکر پچیس منٹ پر کنگرس بس آگئی ۔ اس ہوٹل میں ہم صرف چار



افتتاحی اجلاس انٹرنیشنل کنگرس آن ہسٹری اوف میڈیسن ۔ ڈوسلڈورف، جرمنی
زیراہتمام انٹرنیشنل سوسائٹی اوف دی ہسٹری اوف میڈیسن ۔ پیرس

مندوبین مقیم ہیں - ہم چاروں بس میں سوار ہوگئے اور ڈوسلڈورف یونی ورسٹی پہنچ گئے - میں نے کل یونی ورسٹی کو گھوم پھرکر کافی دیکھ لیاتھا۔ آج ذرا زیادہ دیکھنے کا موقع مل گیا۔ کنگرس کے تمام سائنٹی فک سیشنز ڈپارٹمنٹ نمبر ۲۲۰۱ میں ہوں گے اور افتتاح برابر کے ہال میں ہے جہاں شاید پانچ سو کے قریب لوگوں کی گنجائش ہے - ۹ بجے سب مندوبین ( نیز مدعوئین ) اس ہال میں آکر جمع ہوگئے - اسٹیج پر عہدہ داران ( صدور ،نائب صدور ،سکریٹری جنرل ،خزانچی )تشریف فرماتھے۔ ان کے پیچھے ۲۵- ممالک کے قومی مندوبین ( جو مجلس عاملہ اور مجلس مشاورت میں شمار ہوتے ہیں ) بٹھائے گئے تھے۔ میں تو عام صفوں میں بیٹھ گیاتھا۔ مگر پھر میرے دوست ڈاکٹرحداد صاحب (لبنان ) نے پاکستان کا فلیگ مجھے دکھایا کہ آپ کی جگہ تو اسٹیج پر ہے - میں وہاں جاکر بیٹھ گیا۔

## سادگی انتظام

سوا نوبجے مغربی جرمنی کی وزیرصحت محترمہ پروفیسر ڈاکٹر مس ریتا سسمتھ (PROF RITA SUSMUTH) تشریف لائیں۔ ان کا استقبال لارڈمیئر اور صدرکنگرس نے کیا۔ فوٹو گرافی خوب ہوئی اور پھروہ اور لارڈمیئر اگلی صف میں تشریف فرما ہوگئے۔ ان کے لیے اسٹیج پر جگہ نہیں بنائی گئی تھی - یہ بڑی اہم بات ہے۔ اس طریق کار پر غور کرنا چاہیے۔ میں نے سب سے پہلے ایران میں بارہا دیکھا کہ اسٹیج پر کوئی نہیں ہوتا بس روسٹرم رکھا ہوتا ہے۔ باقی تمام لوگ ،شاہ، ملکہ ،وزیراعظم وغیرہ اگلی صف میں جاکر بیٹھ جاتے ہیں اور پھر پروگرام کے مطابق خود اسٹیج پر جاکر تقریر کرتے ہیں اور واپس اپنی جگہ آجاتے ہیں - اس کے بعد دوسرا آدمی پروگرام کے مطابق بغیر بلائے اسٹیج پر تقریر کے لیے آجاتاہے۔ یہاں بھی آج ایسا ہی ہوا کہ وزیرصحت، لارڈمیئر ،صدرمڈیکل اسمبلی سب بغیر بلائے آئے اورتقریر کرکے نیچے جاکر بیٹھ گئے۔

## اوسٹریلیا میں

چند سال قبل میں اوسٹریلیا گیاتھا۔ جہاں ڈاکٹر ای۔ ایل باشم (آنجہانی ) اورمیں نے عالمی طبی کانفرنس کا اوسٹریلین نیشنل یونی‌ورسٹی کینبرا میں انتظام کیاتھا۔ وزیرصحت وقت پر نہیں آئے۔ پروفیسر باشم صاحب نے کاروائی کا آغاز کردیا اور تاخیر سے آنے والےوزیر صاحب آکر خاموش ایک صف میں بیٹھ گئے اور جب تک ڈاکٹرباشم تقریر

کرتے رہے وہ بالکل خاموش بیٹھے رہے اور پھر ڈاکٹر ہاشم کے سامنے پر اسٹیج پر آئے۔

## البیرونی کنگرس میں

البیرونی کی عالمی کنگرس کے سلسلے میں لاہور انجینئرنگ یونی ورسٹی میں استقبالیہ تھا۔ وہاں وزیر تعلیم جناب محترم عبد الحفیظ کاردار بھی تشریف فرماتھے اور وائس چانسلر بھی موجود تھے۔ مندوبین کی طرف سے میرے عزیز دوست ایڈنبرا یونی ورسٹی کے پروفیسر منٹگمری واٹ صاحب نے تقریر کی۔ انھوں نے کہا مسٹر وائس چانسلر، مسٹر منسٹر۔ یعنی انھوں نے وزیر کے مقابلے میں وائس چانسلر کو قرار واقعی اہمیت دی۔ میں خود یہی انداز فکر رکھتا ہوں۔ بڑی غور طلب بات ہے۔

## ہمدرد یونیورسٹی کے سنگ بنیاد کے وقت

عالی جناب صدر گرامی قدر اسلامی جمہوریۂ پاکستان ازراہ کرم جب ہمدرد یونی ورسٹی کا سنگ بنیاد رکھنے کے لیے مدینۃ الحکمۃ تشریف لائے تو میں نے نشستوں کے انتظام میں درمیانی صف میں سب سے آگے شیوخ الجامعہ کو رکھا تھا اور نقشہ چھاپ کر دعوت ناموں کے ساتھ بھجوا دیا تھا۔ دائیں جانب سفرا تھے اور بائیں جانب وزرا۔ عمائدین شہر وائس چانسلروں کے پیچھے رکھے گئے تھے۔ میں عالی مرتبت صدر گرامی قدر کے استقبال کے لیے مدینۃ الحکمت کے "ہیلی پیڈ" پر گیا اور جب ان کو لے کر پنڈال میں آیا تو نشستوں کی ترتیب بدلی جاچکی تھی۔ وائس چانسلرز بائیں صف میں دھکیل دیے گئے تھے۔ میں نے محترمی پروفیسر اسماعیل سیٹھی صاحب (وائس چانسلر گومل یونی ورسٹی) سے پوچھا "یہ کیا ہوا ہے؟" انھوں نے فرمایا، "یہ جو حضرات ہماری جگہ براجمان ہیں یہ ان ہی کا کرم ہے!" میں جب پنڈال میں آیا تھا تو انتظامیہ کراچی کا یہ تاثر مجھے ملا تھا کہ میں نے "پروٹوکول" کا خیال نہیں رکھا ہے۔ میں نے جواباً ہدایت دے دی تھی کہ میری ترتیب میں انتظامیہ کو کوئی تبدیلی نہیں کرنی چاہیے۔ مگر یہ تبدیلی ہوکر رہی۔

## افتتاح

تاریخ طب پر عالمی کنگرس کا افتتاح بڑی سادگی کے ساتھ ہوگیا۔ افتتاح کے بعد کوئی استقبالیہ نہیں ہوا، نہ چائے نہ پانی، گویا کافی بریک ہوا، ایک پیالی کافی سب نے پی اور اپنی اپنی پسند کے مقررین کو سننے کے لیے لوگ ہالوں میں چلے گئے۔ وزیر صحت جس سادگی

سے آئی تھیں اسی سادگی سے چلی گئیں ۔ ان کے لیے نہ باڈی گارڈ تھے اور نہ انتظام کے لیے پولیس اور نہ حفاظت وزیرصحت کے لیے فوج ۔۔ نہ ہٹو بچو ہوئی اور نہ وزیر کی موٹر کے آگے پیچھے سیٹیاں بجیں ۔ میں بھی ایک بجے تک اپنی پسند کے مقررین کی تقریریں سنتا رہا ۔ ہندستان، ہمدردنگر سے ڈاکٹررضا اللہ انصاری صاحب میرے ساتھ ہیں ۔۔ میں نے پروگرام کے بارے میں ان پر بھروسا کرلیا اورغلطی ہوگئی ۔ دو بجے سے جرمنی کی مشہور دواؤں کی کمپنی ہنکل کی فیکٹری دیکھنے کا پروگرام تھا ۔ وہ رہ گیا ۔ بڑی تکلیف ہوئی ۔ دن کا کھانا یونی ورسٹی ریستوراں میں کھالیا ۔ بس سبزیاں اور دودھ میرے کام کی چیزیں تھیں ۔ رات کے لیے دو بن اور ایک ڈبہ دودھ خرید کر ساڑھے چھے بجے ہوٹل واپس آگیا اور آج جو تقریریں ہوئی ہیں ان کا اطمینان سے مطالعہ کیا ۔ یہ تقریریں طب کے میدان میں جرمن افکار پر مشتمل ہیں ۔

## صاحبان علم وحکمت

آج کا تمام دن صاحبان علم وحکمت کے ساتھ گزرا ۔۔ مورخین طب کی اس کنگرس میں اکتالیس ممالک کے صاحبان علم و حکمت جمع ہیں ۔



انٹرنیشنل کنگرس آن ہسٹری آف میڈیسن ۔ ڈوسلڈورف ،جرمنی مندوبین کے ساتھ ایک گروپ ۔ دائیں سے دوسری محترمہ سکریٹری جنرل سوسائٹی

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اکتالیس ممالک کے تقریباً دو سو مندوبین میں اکثریت میرے جاننے والوں کی ہے، دوستوں کی ہے۔ آج ایک دوست بڑے تپاک سے ملے۔ انھوں نے یاد دلایا کہ کیوبیک (کنیڈا) کی میٹنگ میں آپ سے خوب ملاقات رہی تھی ۔ میرے ذہن نے فوراً نقشہ پیش کردیا۔ میں نے کہا کہ " ہاں، آپ نے انٹرنیشنل سوسائٹی کیوبیک میں نیشنل ڈیلے گیٹ ( پاکستان ) کی حیثیت سے مجھے پیش کیا تھا۔" میں نے ایک بار پھر ان کا شکریہ ادا کیا ۔ ہنگری اور رومانیہ کے اکثر مندوبین سے پہلے پلاوُڈف ( بلغاریہ ) میں ملاقاتیں رہی ہیں اور ان کے ساتھ ہفتہ بھر رہاہوں ۔ برطانیہ کے نیشنل ڈیلے گیٹ سے آج تبادل خیال ہوا۔ ان سے میں پہلے ہی خوب واقف ہوں ۔ ان سے یہ معلوم کرکے حیرت ہوئی کہ برطانیہ سے اس انٹرنیشنل سوسائٹی فار دی ہسٹری اوف میڈیسن میں صرف اکیس مورخین طب رکنیت رکھتے ہیں۔ میں نے کہا، " بڑی حیرت ہے۔ برٹش سوسائٹی فاردی ہسٹری اوف سائنس کے تو کوئی چھے ہزار اراکین ہیں ۔ خود میں بھی اس کا رکن ہوں ۔" برطانوی مندوب مسکراکرخاموش ہوگئے۔ جب میں نے سوسائٹی کی نائب صدر سے آج بات کی اور برطانوی رکنیت کے بارے میں اظہار حیرت کیا تو وہ بڑے خاص انداز سے مسکراکر گویا ہوئیں، "۔ ڈاکٹر سعید، آپ سے زیادہ برطانیہ کا مزاج کون سمجھ سکتاہے۔ اگریہی سوسائٹی برطانوی نژاد ہوتی تو رکنیت ہزارہا ہوتی ۔"

## جناب محترم حکیم عبدالحمید صاحب کی رکنیت

شعبۂ تاریخ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے پروفیسر انصاری صاحب ان دنوں ڈپوٹیشن پر ہمدردنگر، دہلی میں انسٹی ٹیوٹ اوف ہسٹری اوف میڈیسن میں کام کررہے ہیں ۔ میں جب گزشتہ دنوں دہلی گیا تھا تو ڈاکٹر انصاری صاحب نے ذکر کیاتھا کہ وہ ڈسلڈورف کنگرس میں شرکت کریں گے۔ وہ اب یہاں ہیں ۔ ان کی رائے ہوئی کہ اس انٹرنیشنل سوسائٹی کی رکنیت (اور نیشنل ڈیلے گیٹ ) کے لیے جناب محترم حکیم عبدالحمید صاحب کا نام دینا چاہیے۔ میں نے اتفاق رائے کیا۔ ہم دونوں نے حکیم صاحب کا بایوڈیٹا مرتب کرلیا۔ میں نے سوسائٹی کے صدر سے ڈاکٹر انصاری صاحب کی ملاقات کرادی ۔ ڈاکٹر انصاری جرمن زبان خوب بولتے ہیں ۔ سوسائٹی کے صدرصاحب نے اتفاق رائے کرلیا

اور نام پیش کرنے کا مشورہ دیا۔ دو اراکین سوسائٹی مل کر نام پیش کرسکتے ہیں ۔ میں نے فوراً ہی ڈاکٹر پال غلیونجی ( مصر) سے بات کی ۔ وہ نائب صدر سوسائٹی ہیں ۔ وہ بڑی خوشی کے ساتھ حکیم صاحب کا نام پیش کرنے کو تیار ہوگئے۔ غلیونجی میرے پرانے دوست ہیں ۔ قاہرہ میں ان کے ساتھ رہاہوں ۔ اچھے عالم ہیں ۔ حکیم صاحب کا نام کل پیش کردیں گے ۔

## ۲/ستمبر ۱۹۸۶ء، منگل

### ڈوسلڈورف

شب گزشتہ محترمی جناب محمدعلی رنگون والا صاحب نے لندن سے گیارہ بجے شب کے قریب ٹیلی فون کیا۔ ان سے خاصی دیر باتیں ہوئیں۔ ان سے پروگرام طے ہوا ہے کہ وہ ۱۵/ستمبر ۱۹۸۶ء تک کراچی پہنچیں گے اور مدینۃ الحکمۃ میں ایک دن گزاریں گے۔ رنگون والا صاحب ہمدرد وقف کے اساسی ( فاؤنڈنگ ) رکن ہیں -- ان کے مشورے ہمیشہ ہی ہمدرد کے لیے گراں قدر ہوتے ہیں ۔

### کنگرس کے سائنسی اجلاس

میں نے بڑی حیرت سے آج یہ دیکھا ہے کہ نہایت اعلا انتظامات کے ساتھ منعقدہ یہ کنگرس دوسرے دن ہی پھیکی پڑ رہی ہے -- میں ساڑھے آٹھ بجے پہنچ گیا تھا۔ دوہال ایسے تھے کہ وہاں ساڑھے نو بجے تک سیشن شروع نہیں ہوسکا تھا۔ ایک ہال میں پونے دس بجے کے قریب کارروائی شروع ہوئی ۔ میں نے ساڑھے دس بجے تک شرکت کی ۔

### صدر/ وزیراعظم ( صوبہ رہائن )

آج انٹرنیشنل سوسائٹی کی مجلس عمل، نیشنل ڈیلی گیٹس اورچند اہم مندوبین کو گورنمنٹ ہاؤس میں جناب صدر/وزیراعظم (منسٹرپریذیڈنٹ) نے استقبالیہ پر مدعو کیا تھا۔ ایک بڑے ہال میں ہم سب جمع ہوگئے۔ جلدہی جناب صدر تشریف لے آئے۔ سوسائٹی کے صدر ڈاکٹرشاردیوالٹ نے مجھے ان سے ملایا اور مجھے ان سے تبادل خیال کا موقع مل گیا۔ ہمدرد فاؤنڈیشن کے بارے میں وہ معلوم کررہے تھے ۔ میں نے اختصار کے ساتھ انھیں بتادیا ہے۔ صدر/وزیر نہایت سادگی کے ساتھ تشریف لے آئے۔ گو گورنمنٹ ہاؤس کے باہر فوجی پہرہ تھا، مگر کوئی پوچھ نہ ہوئی، دعوت نامہ ساتھ رکھنے کی ہدایت تھی، آخر یہ بھی صدر اور



گورنمنٹ ہاؤس ڈوسلڈورف ، حکیم محمد سعید ، وزیر اعظم
وردے لیج فریبوں سے ملاقات



گورنمنٹ ہاؤس ڈوسلڈورف ایک گروپ فوٹو ، ڈاکٹر غلیونجی (مصر) ،
ڈاکٹر ما (چین) ، وزیر اعظم وردے فریبوی ۔ حکیم محمد سعید .....
پروفیسر شا دیوالٹ

وزیر اعلا ہیں، ان کی سواری سیٹیوں کی پکار میں کیوں نہیں آئی!

## نمائش ہسپتال

آج کے دور میں ایک ہسپتال کیسا ہونا چاہیے! یہاں ایک نمائش کا بھی اہتمام تھا۔ جرمنی میں اب رجحان نہایت واضح طور پر یہ ہے کہ مریض کے دوائی علاج سے زیادہ اس کے مزاج کا خیال رکھنا علاج کا اہم حصہ ہے ۔ علاج بہ ذریعہ موسیقی، علاج بہ ذریعہ روحانیات، علاج بہ ذریعہ انسانیت پر توجہ کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے۔ جس ہسپتال کی یہاں نمائش تھی اس میں بڑی اعلا درجے کی نفیس پینٹنگز لگائی گئی تھیں۔ تصور یہ ہے کہ اس قسم کا ماحول مریض کی شفایابی کے لیے ضروری ہے ۔ جرمنی میں میڈیکل پروفیشن کا انداز فکر بدل رہا ہے، دواؤں کی بھرمار سے انھیں اب احتیاط کا دامن پکڑنے پر متوجہ ہونا پڑا ہے۔ ان کی رائے میں انسان کو اور علاج کو دائرہ فطرت میں رہنا چاہیے۔

## مندوبین کا اندازِ فکر اور ہمارا رویہ

میں نے گزشتہ تین دنوں میں اکثر مندوبین سے ملاقاتیں اور باتیں کی ہیں ۔۔ میرے لیے یہ بے حد وجہ اطمینان ہے کہ اکثر و بیشتر مندوبین عرب / اسلام طب کو اہمیت دیتے ہیں ۔۔ یہ صورت حال اس وقت ہے کہ جب خود دنیائے عرب و اسلام اپنی طب سے بڑی حد تک غافل ہے اور بعض حالات میں خاصی شدت سے مخالف بھی ہیں ۔ ذرا عرب ریاستوں میں پاکستان سے کوئی دوا یا کوئی نباتات تو لے جائیے، یہ حضرات ان کو ضائع کردیتے ہیں ۔ اس سے ہٹ کر اگر غور کرلیا جائے تو عالم اسلام میں ذرا بتائیے کتنے مسلم ماہرین تحقیقات طبیہ میں مصروف ہیں؟ اور کتنے علمائے عرب و اسلام اپنی طب کی تاریخ پر متوجہ ہیں؟ میں یہ حکم لگاؤں گا کہ انتہائی افسوس ناک حد تک اہل اسلام کے نزدیک طب درخور اعتنا نہیں ہے۔ اس کے برعکس ذرا دیکھیے کہ طبی تحقیقات اور تاریخ طب عربی/اسلامی پر تمام تحقیقی کام غیر عرب اور غیر مسلم اسکالرز کررہے ہیں ۔ کیا یہ حیرت کی بات نہیں ہے؟ حیرت سے زیادہ کیا یہ صورت حال شرم ناک نہیں ہے؟ دور کیوں جائیے، ذرا پاکستان کو دیکھیے۔ کیا پاکستان سائنس فاؤنڈیشن کے حیطۂ عمل میں طب ہے؟ تحقیقات طب ہے؟ تاریخ طب و سائنس ہے؟ ذرا آگے بڑھیے اور پاکستان میڈیکل ریسرچ کاؤنسل کے ایوان بالا میں جاکر دیکھیے کہ وہاں تحقیق طبی کے نام پر کیا ہورہا ہے۔ ہاں میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ان کے حیطۂ عمل میں طب نہیں ہے ۔ طب سے گویا اس کاؤنسل کو نفرت ہے۔ پھر یہاں ہو کیا رہا ہے؟ مجھ سے پوچھیے! جہاں تک مجھے معلوم ہے مغرب اور امریکا میں جو تحقیقات ہوچکی ہیں ان کو دہرایا جارہا ہے۔ پی ایل فور ایٹی

سے مالی اعانت لے کر امریکا کی خدمت کی جارہی ہے اور ذرا آگے بڑھ کر دیکھیے ،یہ پاکستان کاؤنسل اوف سائنٹفک اینڈ انڈسٹریل ریسرچ کے سینکڑوں سائنس داں آخر کیا کررہے ہیں؟ یہ حضرات آج تک "گل قند" کو محفوظ کرنے کا طریقہ معلوم نہ کرسکے۔ پاکستان کی نباتات کیڑے لگ جانے کی وجہ سے بکثرت ضائع ہوجاتی ہیں۔ یہ عظیم کاؤنسل نباتات کو محفوظ کرنے کا کوئی موثر حل آج تک دریافت نہیں کرسکی ہے ۔ انڈسٹریل ریسرچ کے عنوان پر مجھے اب تک اس کا جائزہ لینا ہے کہ پاکستان کی صنعت کاری میں اس کاؤنسل کا کریڈٹ کیا ہے؟ ان بڑوں کے علاوہ دوسرے ادارے جن کا جلی عنوان تحقیقات ہے ان کے کارناموں پر غور کرنا بے حد ضروری ہے ۔

اگر ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ جامعات پاکستان کا مرکز تحقیقات ہونا ضروری نہیں ہے تو ہم نے لاریب ہنوز یونی ورسٹی کا مطلب سمجھنے میں شدید کوتاہی کی ہے۔ جامعات کو یقیناً اور لازماً تحقیقات کا مرکز ہونا چاہیے۔ ذرا غور کرلینا چاہیے کہ تحقیقات کے میدان میں جامعات پاکستان کا کیا کنٹری بیوشن ہے ؟

یہ فقط ہمارا حال نہیں ہے،یہ صورت حال اس وقت سارے عالم اسلام میں ہے، جو حال ہمارا ہے وہ سب کا حال ہے۔ مغربیت اور مغرب سے مرعوبیت نے ہمارا حال تباہ کرکے رکھ دیا ہے۔ جس طرح پاکستان کا ڈاکٹر دشمن طب ہے عالم عرب میں بھی ماڈرن ڈاکٹر طب ( عربی/اسلامی) کو بہ نگاہ نفرت وحقارت دیکھتا ہے۔ ملٹی نیشنل کارپوریشنیں ان کے منصوبہ ہائے صحت پر غالب ہیں اور وہ اس لیے بہر انداز غالب ہیں کہ ان کو اپنی دواؤں کو کھپانے کے لیے منڈیاں درکار ہیں ۔ ان کو وزارت ہائے صحت کو خریدنا آتا ہے۔ ان کو تیسری دنیا کے معصوم انسانوں کی زندگیوں سے کھیلنا آتا ہے ۔

## محترم صدر پاکستان

اس کنگریس کے اکثر مندوبین نے جناب محترم جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے بارے میں اچھے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مجھے اس سے خوشی ہوئی ہے کہ ان کو اچھا کہنے والوں کی اکثریت ہے۔ مغرب نے محترمہ دختر بھٹو کے بارے میں حالات پیش کرنے میں بے احتیاطی سے کام لیا ہے اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ پاکستان کا قیام و استحکام ممکن نہیں رہا ہے۔ مجھے اس باب میں یہاں حالات کو صحت کے ساتھ بتانے کا موقع ملا ہے ۔

## بی بی سی کا رویہ

یہاں بی بی سی ٹیلے وژن پر ایک منظر میں نے دیکھا کہ حالات پاکستان دکھائے جارہے تھے۔ اس نے لاہور میں شہید ہونے والوں کی لاشیں اٹھانے کا منظر دکھایا اور اس کے فوراً ہی بعد جنرل ضیاء الحق صاحب کو حج سے واپسی پر سیڑھیوں سے اترتا دکھایا ہے ۔ اس نے یہاں انگلستان میں بڑا عجیب تاثر دیاہے۔ اس مزاج پر غالباً ہمارا کوئی قابو نہیں ہے۔ ہماری سفارتی حکمت عملی شاید ایسے حالات پر قابو پانے میں ہنوز کامیاب نہیں ہوئی ہے۔ کہا کچھ ہی جائے بی بی سی ایک نہایت طاقت ور ذریعۂ ابلاغ ہے اس کی طاقت کو کم سمجھنا دانائی نہیں ہوسکتی ۔ مسئلے کا حل یہ ہے کہ ریڈیو پاکستان کو بہر اعتبار طاقت ور بنایا جائے۔ اس کی آواز ایسی ہو کہ جو دنیا کا ہر پردہ چاک کرسکے اور اس کے پروگرام اس قدر متوازن اور صادق ہوں کہ دنیا ان پر اعتماد کرسکے۔ معاف کیجیے گا اس وقت ریڈیو پاکستان بالعموم اور ٹیلے وژن بالخصوص حکومت وقت کے استحکام کا عنوان محض ہے ۔ بیرون دنیا کے لیے اس کے پروگرام ذرا بھی وزن دار نہیں ہیں ۔ اس پر غور کرنے کے لیے فکر بلند درکار ہے، شجاعت حقیقی کی حاجت ہے ۔ عقل و دانش کی فرماں روائی کی ضرورت ہے ۔ پاکستان سے محبت کی احتیاج ہے ۔

## ہمدرد کی آواز

مجھے اس سے حد درجہ مسرت ہوئی ہے کہ یہاں تقریباً سب ہی مندوبین نے یہ کہا ہے کہ ہمدرد کے رسائل وجرائد ان کو ملتے ہیں ۔ مغرب و مشرق میں الحمدللہ ہمدرد ایک ایسا نام ہے کہ علمی دنیا اسے خوب جانتی ہے ۔۔ یہ میرا ایک منصوبہ تھا کہ ہمدرد ایک عالمی عنوان بنا دیا جائے۔ مجھے اس میں کام یابی ہوئی ہے۔ اس کے لیے میں اللہ تعالٰی کا شکر ادا کرتا ہوں اور اس سے توفیق مزید کا طالب ہوں ۔

## ڈائش بنک میں

اس بنک میں جرمنی کی مشہور دواساز کمپنی " بائیر " نے " تاریخ طب، سکوں میں " پر نہایت اہم نمائش کا انتظام کیا تھا۔ قدیم سکے

اور میڈل، جن کا تعلق طب سے ہے، بائیر نے اپنے "آرکائوز" میں جمع کیے ہیں ۔ یہ بڑا ہی اہم حصۂ تاریخ ہے اور اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ زمانۂ قدیم میں طب کا وقار اور مقام کیا تھا۔

## ڈائش بنک کے صدر سے تبادلِ خیال

مخصوص مندوبین کو ڈائش بنک نے ظہرانہ دیا ہے۔ میں نے اس میں شرکت کی اور میں، بنک کے صدر جناب ڈاکٹر رودیگر وابر (DR.RUDIGAR WABER) کے ساتھ بیٹھا تھا۔ میرے اسپین کے دوست ڈاکٹر گیرا صاحب میری غذا سے واقف ہیں ۔ انھوں نے کہہ دیا کہ میرے لیے گوشت نہیں چاہیے ۔ چند منٹوں میں سبزیات پر مشتمل نہایت نفیس ڈش آگئی ۔ باقی سب لوگ پورک اور گوشت نوش جان کرتے رہے ۔

## چند نکات

* ہمدرد یونی ورسٹی کے بارے میں ڈاکٹر رودیگرو ابرصاحب کو گہری دل چسپی ہے۔ انھوں نے مجھ سے تفصیلات کو بڑی دل چسپی کے ساتھ معلوم کیا۔
* ہمدرد فاؤنڈیشن کے بارے میں انھوں نے بڑی توجہ سے حالات کو معلوم کیا۔
* افغانستان کے بارے میں ان کو گہری دل چسپی ہے۔ ان کا سوال تھا کہ کیا افغانستان میں جو جنگ جاری ہے وہ ختم ہوجائے گی؟ میں نے ان کو بتایا کہ روس نے افغانستان کے باب میں جو رویہ اختیار کیا ہے وہ ساری دنیا کے لیے چیلنج ہے ۔ روسی افواج کا وہاں بلاشبہ قبضہ ہے۔ مگر مجاہدین کی جدوجہد میری رائے میں باقی رہے گی ۔
* ان کو پاکستان میں افغانی باشندوں کی صحیح تعداد کا علم نہیں تھا۔ میں نے ان کو جب بتایا کہ ہم تین لاکھ مہاجرین کی آبادکاری سے نبرد آزما ہیں تو ان کو حیرت ہوئی کہ کیسے پاکستان یہ شدید بوجھ برداشت کررہاہے۔

اس گفت گو میں پروفیسر گیرا میرے ساتھ رہے۔ انھوں نے میرے بارے میں یہاں نہایت اچھا تاثر قائم کردیا ہے ۔ میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

## کاغذات نامزدگی

آج ڈاکٹر پال غلیونجی صاحب سے جناب حکیم عبدالحمید صاحب کا نام تجویز کرادیا ہے، میں نے تائید کردی ہے۔ یہ فارم تیار کرکے صدر سوسائٹی کو دے دیا ہے اب دہلی جناب حکیم صاحب کو تفصیلات بھجوائی ہیں ۔

## جنرل اسمبلی

جمعہ کو انٹرنیشنل سوسائٹی فار دی ہسٹری اوف میڈیسن کی جنرل اسمبلی ہے۔ میں تو اس میں شرکت نہیں کرسکوں گا مگر میں نے نائب صدر جناب غلیونجی صاحب سے کہا ہے کہ وہ ڈاکٹر انصاری صاحب کو میری جگہ وہاں میری نمائندگی کی اجازت دلوادیں، انھوں نے وعدہ کرلیا ہے

## ہمدرد پرائز

انٹرنیشنل سوسائٹی کے پیش نظر تاریخ طب کے میدان میں ایک پرائز قائم کرنے کا مرحلہ ہے، مگر اس کے پاس فنڈس نہیں ہیں ۔ میں نے ڈاکٹر انصاری صاحب کو سمجھادیا ہے کہ اگر یہ معاملہ جنرل اسمبلی میں آئے تو وہ ہمدرد پرائز (پاکستان) کے حوالے سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر طب پر افریشیا کے حوالے سے کام کیا جائے تو ہمدرد پرائز دیا جاسکتا ہے۔ اس کی تفصیلات بعد میں طے کرلی جائیں گی ۔ یہ پرائز پاکستان میں دیا جائے گا اور انٹرنیشنل سوسائٹی کے تجویز کردہ اسکالر کو پاکستان بلایا جائے گا۔ وہ ہمدرد کے مہمان ہوں گے۔ توقع ہے کہ صدر پاکستان یہ انعام عطا فرمائیں گے ۔

## ۳/ستمبر ۱۹۸۶ء، بدھ

### ڈوسلڈورف ۔ فرینکفرٹ ۔ ٹیوبنگن

آج کا پروگرام میرے سامنے ہے۔ صبح چار بجے اٹھ گیا۔ رات خاصی سردی رہی، صبح اٹھنا آسان نہ تھا۔ بارے تیار ہوکر بارگاہ الٰہی میں سربہ سجود ہوگیا، اور دعائیں مانگیں کہ اب تک حق تعالیٰ جل شانہ نے جس طرح کامیاب اور بامراد رکھا ہے مجھے خدمت خلق، اور خدمت دین متین کے لیے ہمیشہ کامرانی سے سرفراز وہم کنار فرمائے ۔ یہ دعائیں مانگ رہا تھا اور تصور میں طواف کعبۃ اللہ کررہا تھا۔ میری انتہائی دعا یہ ہے کہ میں بارگاہ ایزدی میں حاضر رہوں ۔

ہوٹل کا بل ادا کردیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ بل کم مارک کا بنا ہے۔ کمرے میں نرخ ٦۵ مارک + ۱۵ فیصد ٹیکس درج ہے۔ بل ۵۰ مارک یومیہ کا ہے اور پندرہ فیصد اضافہ نہیں کیا گیا ہے۔ میں چار راتیں رہا ہوں ۔ دو سو مارک کا بل تھا، ادا کردیا ہے مگر میں ڈیوٹی پر موجود نوجوان مریض کو سمجھا نہیں سکا کہ جو علالت کی وجہ سے غریب بھی ہوگیا ہے اور یہاں رات کی ڈیوٹی انجام دے رہا ہے۔ میں نے اس کو پچاس مارک دیے۔ یہ اچھا ہوتا ہے کہ جو لوگ ڈیوٹی پر ہوتے ہیں ان کا اس طرح خیال رکھا جائے۔ میں نے ان دیکھی کمرہ صاف کرنے والی خاتون کے لیے پچیس مارک اور ایک ڈبہ بسکٹ کا رکھ دیا ہے جو بڑی چاہت سے محترمی ڈاکٹر زوارزیدی صاحب نے خرید کر مجھے دیا تھا۔ تین ڈبے دیے تھے، دو میں نے ختم کرلیے۔ شب گزشتہ کھانا نہیں کھایا تھا۔ صبح سخت بھوک لگی، مگر میں نے بسکٹ خادمہ کے لیے رکھ دیے ۔ بڑا خوبصورت ڈبہ ہے اور بڑے لذیذ بسکٹ جو مجھے بے حد پسند تھے، اور اسی لیے ڈاکٹر زیدی صاحب نے دلوائے تھے ۔

### ویانا ۔ اوسٹریا ۱۹۵٦ء

میں نے ۱۹۵٦ء میں بھائی جان محترم حکیم عبد الحمید صاحب کے ساتھ یورپ کا سفر کیا تھا۔ برکات احمد بھی ساتھ تھے۔ ویانا میں جس ہوٹل

میں ٹھہرے ہوٹل ڈا فرانس وہ بہت قدیم زمانے کا تھا، مگر خوب آرام دہ تھا۔ ہم اس زمانے میں امریکن ایکسپریس کے کوپن استعمال کر رہے تھے۔ بل جب سامنے آیا تو رقم کا صحیح اندازہ نہ ہوا۔ میں نے وہ ادا کردیا۔ دو تین دن کے بعد خیال آیا کہ بل کم ادا ہوا ہے۔ خوب غور کیا تو معلوم ہوگیا کہ ایک آدمی کا کرایہ لیاہے جب کہ ہم دونوں بھائی کمرے میں تھے۔ دو کا بل بننا چاہیے تھا۔ میں نے یورپ کا دورہ ختم کرکے کراچی آنے کے بعد ہوٹل کو خط لکھا کہ بھائی تم نے غلطی سے ایک آدمی کا کرایہ نہیں لیاہے۔ جس قدر کرایہ بنتا تھا،میں نے کوپن بھجوادیے۔ ہوٹل کی طرف سے بڑا پیارا خط آیا،"۔ہمارے ہوٹل کی ایک سوسال کی تاریخ میں یہ پہلا خط ہے کہ کم بل کی رقم بعد میں ادا کی ہو۔"

یہ خط میری فائلوں میں محفوظ ہونا چاہیے،مگرمیں نےاس لطف کو آج تک فراموش نہیں کیاہے۔ اب میں ڈوسلڈورف کے ہوٹل میٹروپول کو بھی خط لکھوں گا اور رقم ادا کروں گا۔( خط تولکھ دیاتھا،مگر کوئی جواب نہیں آیا ہے)

## ڈوسلڈورف کے ہوائی میدان پر

میں نے اپنے ٹکٹ دکھائے۔ ڈوسلڈورف سے فرینکفرٹ اورفرینکفرٹ سے کراچی اور درخواست کی کہ میرا سامان آج ہی کراچی تک کے لیے بک کرلیا جائے۔ خاتون نے بڑے احترام کے ساتھ معذرت کی کہ آپ ایک رات فرینکفرٹ ٹھہر رہے ہیں اس لیے ایک دن قبل سامان قبول نہیں کیا جاسکتا۔

میرا سوٹ کیس کتابوں کی وجہ سے بے حد وزنی ہوگیا،اورجو سفر مجھے آج کرنا ہے اس میں اس کا ساتھ رکھنا ممکن نہیں ہے۔خیر سامان فرینکفرٹ کے لیے بک ہوگیا اور میں سوچ میں پڑگیا۔ بھوک کے باوجود میں اپنی پسند کے نہایت نفیس بسکٹ ہوٹل کی خادمہ کی نذر کر آیا تھا۔ اللہ تعالٰی نے فوراً ہی بدل دے دیا۔ ائرپورٹ لاؤنج میں بہترین ناشتے کا انتظام تھا۔ بنے بنائے پلاسٹک بیگ رکھے تھے۔ ان میں سینڈوچ، دہی،گوشت بھرا بن،پیپرمنٹ کی ٹکیاں ملیں۔ میں نے پنیروالا سینڈوچ نوش جان کرلیا۔ سخت بھوک تھی ۔ اطمینان ہوگیا۔

## ٹریول ایجنٹ کی کوتاہیاں

۱۹۵۶ء میں امریکن ایکسپریس جیسے وقیع ادارے نے ہمارے سفر میں خاصی غلطیاں کی تھیں ۔اسی قسم کی غلطی پھر ایک ایجنٹ نے کی ہے،

جبکہ زمانہ اب بدل چکاہے۔ ڈوسلڈورف سے فرینکفرٹ کا سفر ہوائی جہاز سے نہیں ہونا چاہیے تھا۔ ریل کا سفر نہایت آسان رہتا۔ ہوائی جہاز کا سفر ۳۵ منٹ کا بنا۔ ریل کا دوگھنٹے کا ہوتا۔ مگر وقت بچتا اور رقم بھی کم خرچ ہوتی۔

## فرینکفرٹ کا ہوائی میدان

گو انگلستان کا دعوا ہے کہ ہیتھرو ائرپورٹ سب سے زیادہ آرام دہ ہے۔ یہ دعوا زیادہ غلط بھی نہیں ہے پھر بھی فرینکفرٹ کا ائرپورٹ بے حد آرام دہ ہے۔ بعض معاملات میں دنیا کا کوئی ائرپورٹ اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ حتیٰ کہ نئے زمانے کے چارلس ڈیگال ( پیرس ) میں بھی وہ سہولتیں نہیں ہیں جو فرینکفرٹ میں ہیں ۔ ذرا دیکھیے کہ میں نے کس طرح اپنے سفر کو آسان بنایا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ سفر کرنا بھی ایک فن ہے۔ جو لوگ اس فن سے واقف ہوتے ہیں ان کا سفر آرادم دہ ہوجاتاہے ۔

* میں ہوائی جہاز سے اترکر باہر آیا۔ یہاں میرے پیارے دوست ڈاکٹر ڈیوڈکنگ مل گئے۔ یہ جوان سال پروفیسر وہ ہے جس نے " سمت قبلہ " پر عظیم تحقیقی کام کیاہے اور پوری دنیا کے حالات کا مطالعہ کرکے سمت کعبہ کے تاریخی اصول متعین کیے ہیں ۔ اس انداز کا کام دنیا میں کسی نے نہیں کیاہے ۔
* میں نے اپنا وزنی سوٹ کیس اٹھایا۔ ٹرالی پر رکھا۔ ائرپورٹ پر موجود جرمن ریلوے کے دفتر آگیا اور فرینکفرٹ تا ٹیوبنگن ریل ٹکٹ ( فرسٹ کلاس ۔ ۸۵+۵ مارک ) خریدا۔
* دس مارک مزید ادا کرکے اپنا سوٹ کیس ٹیوبنگن تک کے لیے بک کرادیا۔ یہ کل صبح ٹیوبنگن پر مجھے مل جائے گا اور مجھے فرینکفرٹ میں اور پھر فرینکفرٹ سے ٹیوبنگن تک اسے ڈھونا نہیں پڑے گا ۔
* ڈاکٹر کنگ کے ساتھ ائرپورٹ سے چلنے والی ریل ٹرین سے فرینکفرٹ شہر میں آگیا اور یہاں سے ہم ٹیکسی لےکر انسٹی ٹیوٹ پہنچ گئے۔

## ولی ہارٹنر کا انسٹی ٹیوٹ

میرے آنجہانی دوست پروفیسر ولی ہارٹنر نے اسلامی سائنس کا یہ

انسٹی ٹیوٹ قائم کیا تھا۔ اس میدان میں ہارٹنر صاحب کی یہ بڑی خدمت تھی ۔ اسلامی سائنس پر اس انسٹی ٹیوٹ میں پندرہ ہزار کتابیں ہیں اور بڑی اہم ہیں ۔ ولی ہارٹنر کا یہ انسٹی ٹیوٹ ان کا اپنا تھا۔ وہ تاحیات اس کے ڈائریکٹر رہے۔ مگر انھوں نے فرینکفرٹ یونی ورسٹی سے اس کا تعلق قائم کرائے رکھا۔ آج بھی ایسا ہی ہے۔ مجھے یہ معلوم ہے کہ ولی ہارٹنر کے انتقال کے بعد میرے ناراض دوست پروفیسر فواد سیزگن کی یہ دیانت دارانہ کوشش تھی کہ فواد سیزگن کے انسٹی ٹیوٹ میں ولی ہارٹنر کا انسٹی ٹیوٹ مدغم ہوجائے ، مگر فرینکفرٹ یونی ورسٹی نے ایسا نہیں ہونے دیا۔ اس کے نئے ڈائریکٹر کا مزاج اسلامک سائنس سے ہم آہنگ ہونا ضروری تھا۔ اس کے لیے تلاش بسیار کے بعد پروفیسر ڈیوڈ کنگ سے بہتر آدمی نہیں ملا اور ان کو نیویارک یونی ورسٹی سے یہاں جرمنی بلالیاگیا۔ ڈیوڈ جرمن زبان خوب جانتے ہیں ۔ ان کی عربی بھی بہت اچھی ہے۔ اس وقت انسٹی ٹیوٹ میں بارہ اسکالر ڈاکٹریٹ کررہے ہیں ۔ ان میں دو جاپانی بھی ہیں ۔ جب میں انسٹی ٹیوٹ میں آیا تو ایسا سماں تھا کہ جیسے آج چھٹی ہو۔ بس دونوں جاپانی کام پر جتے ہوئے تھے۔ میرے ریاضی داں دوست پروفیسر ایڈورڈ کنیڈی بھی آج نہیں آئے تھے، ان سے ملنے کا بے حد اشتیاق تھا۔ ان کا میدان ریاضی ہے اور وہ اسلامی ریاضیات میں ماہر تسلیم کیے جاتے ہیں ۔ البیرونی کی ریاضیات پر ان کی دو بڑی موقر کتابیں حال ہی میں امریکن یونی ورسٹی اوف بیروت نے چھاپی ہیں ۔

## پروفیسر ڈیوڈ کنگ سے تبادلِ خیال

سمت قبلہ پر کنگ نے اب تک جو کام کیا ہے میں نے دو گھنٹے بیٹھ کر اطمینان سے اس کا جائزہ لیا ہے ۔ دنیا بھر میں اس موضوع پر کتابوں کے حوالے جات کی روشنی میں اصول تعیین قبلہ پر تاریخی کام ہے۔ لاتعداد مخطوطات کا مطالعہ کرکے حوالے تیار کیے گئے ہیں اور تصاویر حاصل کی گئی ہیں ۔ یہ ڈاکٹر کنگ کی پندرہ سال کی محنت شاقہ ہے اور اپنی جگہ ایسا کام ہے کہ جس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ جو کام کسی مسلمان کو کرنا چاہیے تھا وہ ڈیوڈ کنگ نے کیا ہے ۔ میں نے اس کی اشاعت کے موانع پر تبادل خیال کیا ہے۔ اگر اس کام کو ہاتھ میں لیا جائے تو یہ کئی لاکھ کے اخراجات کا متقاضی ہے۔ میری رائے ہے کہ اس کام کو پڑا رہنے دینا اور اسے زیور طبع سے آراستہ نہ ہونا ایک حادثے سے کم نہ ہوگا۔ ڈیوڈ کنگ خاصے پریشان ہیں ۔

## ڈاکٹر گروبر

یہ دنیا کے بہت بڑے میٹروپولیٹین میوزیم کے کیوریٹر رہے ہیں - اسلامی آرٹ پر بڑا گہرا مطالعہ ہے۔ نیویارک میوزیم میں اسلامی آرٹ وفن پر جو بڑا ذخیرہ ہے اس کی تجمیع میں ان کا اچھا حصہ ہے۔ دس بارہ سال کی بات ہے کہ پروفیسر آئٹنگ ہاؤس (جرمن نژاد) نے اس میوزیم میں اسلامی آرٹ پر ایک بڑی زبردست نمائش مرتب کی تھی۔ میں اسے دیکھنے گیا تھا۔ آئٹنگ ہاؤس کی اسلامی آرٹ پر مہارت قابل تسلیم ہے۔ میں قاہرہ، اسوان ڈیم وغیرہ میں ان کے ساتھ رہا تھا۔ مصر کی مشہور اسکالر مادام سعاد ماہر کو آئٹنگ ہاؤس سے بڑی عقیدت تھی - مادام ہی کے ذریعہ سے میرا تعارف ہاؤس سے ہوا تھا۔ میں نے کوشش کی تھی کہ آئٹنگ ہاؤس اس نمائش کی فوٹوگرافی کرالیں اور میں اسے چھاپ دوں گا۔ مگر ایسا نہ ہوسکا اور پھر ان کی عمر نے وفا نہ کی اور وہ اللہ کو پیارے ہوگئے -

پروفیسر گروبر کو میں نے دعوت دی کہ وہ ڈیوڈکنگ کے ساتھ تبادل خیال میں میرے ساتھ شریک ہوجائیں - وہ آج ہی نیویارک سے فرینکفرٹ آگئے۔ مگر ان کا جہاز کوئی ڈھائی گھنٹے لیٹ ہوگیا - بارے ان کو مشوروں میں ہم نے شریک کرلیا ہے۔ یہ میٹنگ استنبول ریستوران میں ڈھائی گھنٹے جاری رہی - ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ڈیوڈ کنگ کے کام کو ہاتھ میں لیا جائے اور اس کی طباعت پر غور اور فیصلہ کیا جائے۔ اس کام میں نیویارک اسلامک فاؤنڈیشن اور ہمدرد فاؤنڈیشن تعاون اور اشتراک کریں گے -

## فوادسیزگین انسٹی ٹیوٹ

یہ انسٹی ٹیوٹ پروفیسر فواد سیزگین کی بیس سالہ پرخلوص جدوجہد کے نتیجے میں عالم وجود میں آئی ہے۔ کہنا چاہیے کہ اسلامک سائنس پر یہ ایک اور بہترین انسٹی ٹیوٹ ہے اور یہ ایک بہترین لائبریری ہے - گزشتہ چند سالوں سے ڈاکٹر فوادسیزگین صاحب کو سعودی عرب کا تعاون حاصل ہے۔ ان کو فیصل فاؤنڈیشن کا انعام ملنے کے بعد زیادہ سہولتیں حاصل ہیں اور اب ان کے پاس اس قدر فنڈس ہیں کہ یہ جو اور جتنی کتابیں چاہیں چھاپ سکتے ہیں -- ابتدا میں ہم نے بھی فوادصاحب سے بہترین تعاون کیا۔ رام پور اور پٹنہ لائبریریوں میں ان کے لیے

سہولتیں فراہم کرائیں ۔ وغیرہ۔ میرے ان سے دوستانہ مراسم تو نہیں رہے مگر احترام کے تعلقات پندرہ سولہ سال سے ہیں ۔۔ اس بار یہ ہوا کہ میں نے ڈاکٹر ڈیوڈکنگ کو خط لکھا کہ وہ ڈاکٹرفوادسیزگین صاحب سے میری ملاقات کا وقت لے لیں ۔ میں ان کا انسٹی ٹیوٹ بھی دیکھنا چاہتا ہوں ۔۔ فرینکفرٹ میں کنگ ہی میرا پروگرام مرتب کر رہے تھے۔ ڈسلڈورف میں مجھے اطلاع مل گئی کہ میرے عظیم دوست فواد سیزگین کو یہ شکایت ہوگئی کہ حکیم صاحب نے براہ راست مجھے کیوں نہیں تحریر فرمایا۔۔ اگر مجھے ان دونوں عظیم انسانوں کے مابین کھنچاؤ کا علم ہوتا تو میں واقعی احتیاط برتتا۔ مجھے معلوم ہوا کہ فواد ان دنوں فرینکفرٹ میں نہیں ہیں اس لیے ان سے ملاقات نہیں ہوسکی اور نہ ان کے انسٹی ٹیوٹ کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوسکا ۔ ہاں ڈیوڈ کنگ نے فواد سیزگین کے انسٹی ٹیوٹ کی شائع کردہ مطبوعات میرے ہاتھ فروخت کردی ہیں ۔۔

## مخطوطات کی طباعت

اب تک دنیائے اسلام میں مخطوطات پر یہ کام تو ہوا ہے کہ ان کی فہارس تیار ہوئی ہیں اور طبع بھی ہوئی ہیں۔ مگریہ کام بھی حددرجہ ادھورا ہے ۔۔ مثلاً ترکی میں چارلاکھ مخطوطات کی کوئی فہرست طبع نہیں ہوئی ہے وغیرہ۔ پاکستان میں انداز یہ ہےکہ مخطوطات کی تعداد ایک لاکھ ہے۔ مگر شاید صرف ہمدرد لائبریری کے آدھے مخطوطات کی ایک فہرست طبع ہوئی ہے ۔۔ پرنسٹین یونی ورسٹی (امریکا) کے مخطوطات کی فہرست میرے عظیم دوست پروفیسر فلپ حتی آنجہانی نے مرتب کرکے چھاپ دی ہے ۔ فلپ حتی صاحب نے تاریخ ارض عرب کے میدان میں وقیع خدمات سرانجام دی ہیں ۔ حتی صاحب تین چار سال بستر علالت پر رہے اور میں ہر سال ان کی عیادت کے لیے پرنسٹن یونیورسٹی امریکا جاتارہا۔

مگر میرا ذہن اس طرح کام کرتا ہے کہ یہ فہرستیں مرتب کرنا اچھا کام ضرور ہے مگر اس سے کوئی فکری اور تاریخی انقلاب برپا نہیں ہوگا۔ اس بات کو ذرا اس طرح سمجھنا چاہیے کہ اب تک جن مخطوطات پر علمی کام ہوگیا ہے اس تحقیقی وعلمی پیش رفت سے فکری انقلاب برپاہوا ہے ۔ مثلاً ابن سینا کے قانون فی الطب نے فکری انقلاب برپا کیا ہے ۔ رازی کی حاوی پر کام ہوا تو طب کی اساس کا علم ہوا۔۔ البیرونی پر فکری کام کی ابتدا عالمی سطح پر میں نے کی تو آج البیرونی کے تبحر علمی سے علوم کی بنیادیں استوار ہوچکی ہیں ۔ ابن الہیثم پر میں نے کام شروع کیا تو بصریات کی اساس ہاتھ آئی

وغیرہ۔ ان نہایت محدود تحقیقی وعلمی کاموں سے مسلمانوں کے مرتبۂ علمی اور عظمت فکری کا اندازہ ہوجاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ علوم کی بنیادیں انھوں نے ہی رکھیں جن پر آج کا قلعۂ علم تعمیر و استوار ہوا ہے۔ اس تحقیقی وعلمی پیش رفت سے اتنے ہی علما سامنے آسکے ہیں جن کو انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے۔ آخر ان تیس لاکھ مخطوطات کے بھی تو مصنفین ہیں، ان کو ہم کیسے جانیں گے؟ اگر ہم نے صرف مخطوطات کی فہرستیں ہی تیار کرلینے پر اکتفا کرلی اور ان مخطوطات پر تحقیقی اور علمی کام نہ کیا تو علوم و فنون کی اساس کا پتہ نہیں چلے گا اور شمع علم بہرحال اور بہرصورت مغرب کے ہاتھوں میں رہے گی۔ اس کے لیے میں ایک مثال دوں گا۔

ابن الہیثم کی " دریافت " کا مجھے اطمینان کے ساتھ فخر حاصل ہے۔ ابن الہیثم پر میں نے جس تحقیقی پیش رفت کی ابتدا کی ہے اس کا کوئی علمی مرتبہ نہیں ہے، ابن الہیثم کے میدان ہائے علم وحکمت غیر محدود ہیں، ماہرین ہی ابن الہیثم کی علمی کاوشوں کو روشنی میں لاسکتے ہیں اور تاریخ علم کے ٹوٹے ہوئے رشتوں کو جوڑ سکتے ہیں۔ ابن الہیثم کی کتاب "المناظر" کے بارے میں شدومد کے ساتھ یہ اظہار و اعلان کیا گیا کہ وہ زمانے کی دست برد سے تباہ ہوچکی ہے۔ سب نے اس مغربی اعلان پر صبر کرلیا تھا۔ مگر میری جستجو نے کتاب المناظر کے ایک نہیں چار نسخے دریافت کرلیے۔ ایک ریسکوریل ( سپین ) سے میں لے آیا۔ ایک بغداد سے مل گیا۔ ایک عرب لیگ کے دفتر قاہرہ جاکر میں نے ڈھونڈلیا۔ چوتھا ایک ترکی میں ہے مگر مل نہ سکا جب اس کا مطالعہ کیا تو حیرت انگیز انکشاف یہ ہوا کہ برطانیہ کے جناب مائرہاف نے کتاب المناظر کا ترجمہ دوسو سال پہلے کرکے اسے اپنی بصریاتی دریافت کے عنوان پر شائع کردیا اور کتاب المناظر کے تلف ہوجانے کا اعلان یہیں سے ہوا۔

اس ایک مثال سے صورت حال کو سمجھ لینا چاہیے کہ شمع علم جن ہاتھوں میں ہے وہ تحقیقی کام کرکے کہاں پہنچ چکے ہیں۔

ابن الہیثم کی کتاب المناظر کا انگریزی ترجمہ میرے بس کی بات نہ تھی۔ مگر جب میں نے یہ اعلان کیا کہ یہ کام میں کروں گا تو مصر کے عالم ڈاکٹر عبدالحمید صبرا نے مجھے لکھا کہ یہ کام وہ شروع کرچکے ہیں اور اچھا ہے کہ ڈپلی کیشن نہ ہو۔ میں نے صبرا کے حق میں دست برداری اختیار کرلی اور واقعہ یہ ہے کہ ڈاکٹر عبدالحمید صبرا نے دس سال محنت کرکے "کتاب المناظر" کا عربی ٹیکسٹ تیار

کردیا اور انگریزی ترجمہ بھی تیار کرلیا۔ میں دوتین بار ہارورڈ یونی ورسٹی (امریکا) گیا اور صبرا صاحب سے تبادلہ خیال کرتا رہا۔ ہارورڈ یونی ورسٹی پریس کے ڈائریکٹر سے صبرا صاحب کے ساتھ ملا۔ میں چاہتا تھا کہ کتاب المناظر کا انگریزی ترجمہ ہمدرد کی طرف سے شائع ہو۔ مگر شاید صبرا کو اس سے زیادہ اتفاق نہ تھا۔ انھوں نے انگلستان کے ایک پبلشر پر زیادہ اعتماد کیا اور وہاں دے دیا۔ انگلستان کا یہ پبلشر کم ازکم ۶۔ ۷ سال سے اسے دبائے بیٹھا ہے۔ عربی ٹیکسٹ کویت نے چھاپا ہے جس کی صحت کا زیادہ خیال نہیں رکھا جاسکا ہے۔ اس تمام صورت حال سے جو بات واضح ہوکر سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ مخطوطات کی فہارس مرتب کرنا اور چھاپنا اچھا کام ہے مگر یہ تحقیقی اور علمی پیش رفت کا عنوان نہیں ہوسکتا۔ ہمیں تحقیق کے میدان میں پورے یقین و اعتماد کے ساتھ اترنا ہوگا اور اپنے طلبہ کو اسکالرشپ دے کر ان کے حوالے ایک ایک مخطوطہ کرنا چاہیے اور ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں دینی چاہییں۔ اگر دنیائے عرب و اسلام نے یہ کام کرلیا تو اس کے نتیجے میں درجنوں ابن الہیثم، درجنوں ابن سینا اور ابن رشد، درجنوں فارابی، درجنوں رازی و الکندی سامنے آجائیں گے اور تمام دنیا میں انقلاب علم برپا ہوجائے گا۔

کاش ہم اس نکتے کو سمجھ سکیں۔ فواد سیزگین کا انسٹی ٹیوٹ اس وقت مخطوطات کو شاید مرتب کرکے (اور غلط طور پر اپنے صفحات نمبر دے کر) فوٹو آفسٹ سے چھاپ رہا ہے۔ اس کا صرف ایک ہی فائدہ ہوسکتا ہے کہ اہل علم کو چند مخطوطات کی تلاش میں سرگرداں نہیں ہونا پڑے گا۔ مگر میں یہ کہوں گا کہ اس کام سے نئے ابن سینا وغیرہ دریافت نہیں ہوں گے۔ قطر میں بھی مخطوطات چھاپنے کا کام ہو رہا ہے۔ اس کا بھی مقام غیر علمی ہے۔ طباعت لندن میں ہورہی ہے، اشاعت قطر سے ہورہی ہے مگر میرے نزدیک یہ بھی سعی لاحاصل ہے۔

## فرینکفرٹ ریلوے اسٹیشن ( بان ہاف )

ٹیوبنگن کا راستہ خاصا پیچیدہ ہے۔ راستے میں دوجگہ ٹرین بدلنی ہے، جرمنی کی ٹرینیں بڑے سے بڑے ریلوے اسٹیشنوں پر دو تین منٹ سے زیادہ نہیں ٹھیرا کرتیں۔ یہاں کے لوگ ریل گاڑیوں سے سفر کے عادی ہوچکے ہیں۔ تین چار منٹ میں مسافر اتر بھی جاتے ہیں اور نئے سوار بھی ہوجاتے ہیں۔ آج ایک دل چسپ واقعہ یاد آگیا۔ ۱۹۵۶ء کی بات ہے۔ بھائی جان محترم (جناب حکیم عبدالحمید صاحب) اور میں بون

(دار الحکومت مغربی جرمنی) پہنچ گئے تھے۔ یہاں برادر عزیز محبوب الٰہی زیرتعلیم تھے اور کیمسٹری میں ڈاکٹریٹ کررہے تھے۔ حاجی برکات احمد صاحب کو دوسرے راستے سے شام کو بون آنا تھا۔ ہم ان کو لینے آئے، بون ریلوے اسٹیشن پر گاڑی آئی، برکات احمد صاحب کی جھلک نظر آئی، گاڑی بہ مشکل تین منٹ ٹھیری اور روانہ ہوگئی۔ اب برکات احمد صاحب غائب ہیں۔۔ انھوں نے اپنے ملک کی ریل گاڑی سمجھی۔ بڑے اطمینان سے سوٹ کیس اٹھایا اور اطمینان سے دروازے کا رخ کیا مگر اس دوران میں ریل گاڑی تو طوفان میل ہوچکی تھی۔ بون سے چل کر کوئی پونے دو گھنٹے بعد کولون جاکر رکی۔ اب برکات صاحب کو یہاں کا مزاج معلوم ہوگیا تھا۔ وہاں اترے اور پھر کسی دوسری گاڑی سے بون رات گیارہ بجے آئے۔ ہم ان کے منتظر ہی تھے۔

جرمنی میں، جرمنی میں کیا پورے مغرب میں، ریل گاڑیاں منٹوں سکنڈوں کے اعتبار سے چلتی ہیں۔۔ اگر آپ کو یہ معلوم ہے کہ فرینکفرٹ پر ٹرین گیارہ بجے آئے گی اور آپ کی گھڑی صحیح ہے تو بس گھڑی دیکھ کر اتر جائیے۔ فرینکفرٹ ہی ہوگا۔ میں، ڈاکٹر ڈیوڈ کنگ اور ڈاکٹر گروبر، تینوں تین بجکر پینتالیس منٹ پر مقررہ پلیٹ فارم پر آگئے۔ یقین تھا کہ مجھے ٹیوبنگن سے لے جانے والی ٹرین یہاں ہوگی مگر وہ نہ تھی۔ ذرا ہی دیر بعد اعلان ہوا کہ ٹرین پندرہ منٹ تاخیر سے روانہ ہوگی۔ یہ اعلان تو بڑا خطرناک تھا، واقعہ یہ ہے کہ تین بجکر پینتالیس منٹ پر روانہ ہونے والی ٹرین مان ہائم پہنچے گی تو مجھے مان ہائم سے اسٹٹ گارٹ والی ٹرین میں دس منٹ کے اندر اندر جاکر بیٹھ جانا ہے۔ اب اگر یہ ٹرین پندرہ منٹ تاخیر سے روانہ ہوگی تو اس وقت تو اسٹٹ گارٹ والی ٹرین تو مان ہائم سے روانہ ہوچکی ہوگی۔ میں ڈاکٹر ڈیوڈ کنگ کے ساتھ فوراً انکوائری آفس گیا اور متبادل ٹرین کے بارے میں معلومات حاصل کرلیں۔ ایسی صورت میں ٹیوبنگن سات بجے کے بجائے رات سوا آٹھ بجے پہنچ سکوں گا۔

بارے چار بجے ٹرین روانہ ہوئی۔۔ ڈاکٹر ڈیوڈ کنگ اور ڈاکٹر گروبر نے مجھے رخصت کیا۔ کنگ نے مجھے اپنے گھر کا اور انسٹی ٹیوٹ کا ٹیلی فون نمبر دے دیا کہ کل اگر کوئی مسئلہ پیدا ہوجائے تو میں کس طرح ان سے رابطہ قائم کروں گا۔ فرینکفرٹ سے ٹرین روانہ ہوئی۔ اندازہ یہ ہوا کہ یہ رفتار تیز کرکے پانچ چھے منٹ میک اپ کرلے گی۔ ایسا ہی ہوا کہ تقریباً ایک گھنٹے کے سفر میں چھے منٹ اس نے میک اپ کرلیے، میں فوراً اترا۔ سامنے ہی اسٹٹ گارٹ جانے

والی ٹرین کھڑی تھی ۔ اسے تین منٹ لیٹ کردیا گیا تھا۔ غرض میں نے ٹرین میں قدم رکھا اور ٹرین روانہ ہوگئی ۔ اس کے بعد وقت مقررہ پر یہ اسٹٹ گارٹ پہنچ گئی ۔ یہاں اتر کر میں دور پلیٹ فارم نمبر ۲ پر گیا۔ پلیٹ فارم نمبر ۱۵ سے ۲ تک جانا خاصا فاصلہ تھا، بارے میں اسٹٹ گارٹ سے ٹیوبنگن جانے والی ٹرین میں سوار ہوگیا۔ ٹرین وقت مقررہ پر روانہ ہوگئی ۔ پھر سات بجے ٹرین رکی اور میں اسٹیشن دیکھے بغیر اتر گیا۔ یہ ٹیوبنگن ہی تھا کیونکہ میرے دوست پروفیسر ہان ہولز نے میرا پرجوش استقبال کیا۔

اب غور کیجیے کہ اگر میں اپنا بھاری بھرکم سوٹ کیس صبح فرینکفرٹ سے ٹیوبنگن کے لیے بک نہ کرادیتا تو میں کس طرح یہ ریلیں بدلتا اور سفر کرتا۔ دیکھ لیا آپ نے، سفر کرنا بھی کیسا آرٹ ہے۔ احتیاطاً سامان دیکھ لیا۔ وہاں بتایا گیا کہ مارگن ( مورننگ ) میں آئے گا۔ ڈاکٹر ہان ہولز کی موٹر کار میں سوار ہوا۔ ہوٹل تو سامنے ہی تھا پیدل بھی جاسکتے تھے۔

## پروفیسر ڈاکٹر ہان ہولز

پروفیسر ہان ہولز کا تعلق ٹیوبنگن یونی ورسٹی سے ہے۔ یہاں انسٹی ٹیوٹ فار سائنٹی فک کواوپریشن کے لیے ڈائریکٹر ہیں ۔ ان کے صدر پروفیسر فولٹر ہیں جو میرے بڑے عزیز دوست ہیں ۔ مگر ان دنوں جرمنی سے باہر ہیں ۔ وہ ہدایت دے کر گئے ہیں کہ حکیم سعید کو میرا انسٹی ٹیوٹ ضرور دکھادینا۔ پروفیسر ڈاکٹر فولٹر بہت اچھے انسان ہیں ۔ پاکستان کے دوست ہیں اور سائنس کے میدان میں پاکستان کو غیر معمولی مدد کرنے کے لیے ہمہ دم تیار رہتے ہیں ۔ ان ہی کی توجۂ خاص سے جامعۂ کراچی میں ایشیا کا سب سے بڑا انسٹی ٹیوٹ ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی صاحب اور ڈاکٹر عطا الرحمان صاحب کی نگرانی میں قائم ہوگیا ہے ۔ کروڑوں روپے کا سامان یہاں آگیا ہے۔ گزشتہ دنوں ڈاکٹر ہان ہولز انٹرنیشنل اسلامک یونی ورسٹی کے مہمان کی حیثیت سے پاکستان آئے تھے۔ محترمی جناب ڈاکٹر محمد افضل صاحب کے ذریعہ سے ان سے تعارف کا شرف حاصل ہوا تھا۔

## ٹیوبنگن

اس شہر علم کی بڑی علمی تاریخ ہے ۔ جرمنی کے بڑے باکمال لوگ

یہاں پیدا ہوئے ہیں اور ان کی وجہ سے علوم و فنون کے میدانوں میں اہم پیش رفت ہوئی ہے۔ میں تروتازہ ٹرین سے اترا تھا، رائے ہوئی کہ اس علاقہ ٹیوبنگن میں ایک گھنٹہ چہل قدمی کرلی جائے کہ جہاں بڑے بڑے عالموں نے چہل قدمیاں کی ہیں ۔ میں نے پروفیسرہان ہولز سے کہا کہ اس علاقے میں چہل قدمی میرے لیے باعث صد افتخار ہوگی کہ یہاں بڑے بڑے فلاسفۂ جرمنی نے چہل قدمیاں کی ہیں ۔ گو پھوار کا سلسلہ جاری تھا مگر میں نے اس کی کوئی پروا نہ کی اور سیر کے لیے نکل گیا۔ ٹیوبنگن قدیم شہر ہے اور یہاں کے لوگ بڑی سختی کے ساتھ مصر ہیں کہ اس شہر کی قدامت کا احترام کیا جائے اور یہاں کی صدیوں قبل کی عمارات کو قائم رہنے دیا جائے۔ میں اس جذبے کا بڑا قدر داں ہوں ۔ چند سال ہوئے ہیں میں سان فرانسسکو (امریکا) گیا تھا۔ بڑا دل چسپ اور قدیم شہر ہے ۔ یہاں کے لوگ بھی اصرار کرتے ہیں کہ سان فرانسسکو کی قدامت کو غارت نہ کیا جائے، قدیم تاریخی عمارات منہدم کرکے نئی عمارتیں نہ بنائی جائیں۔

ٹیوبنگن یونی ورسٹی کی ابتدا جس چھوٹی عمارت سے ہوئی اسے میں نے بڑی دل چسپی کے ساتھ دیکھا۔ کیا اسکول تھا، کیا کالج تھا اور پھر یونی ورسٹی کا درجہ ملا۔ میں غور کرتا رہا کہ دنیا کی بڑی یونی ورسٹیوں میں شمار ہونے والی ٹیوبنگن یونی ورسٹی کا آغاز کس طرح ہوا۔ پھر میں نے ہمدرد یونی ورسٹی پر غور کیا کہ ہم نے یہاں کام کا آغاز کیسے کیا ہے ۔ میری ہمتیں بلندتر ہوگئیں اور میں زیادہ پرامید ہوگیا ہوں کہ انشاءاللہ ایک دن ہمدرد یونی ورسٹی کا شمار بھی بڑی یونی ورسٹیوں میں ہوگا۔

## عشائیہ

جس ہوٹل کرون میں میرے قیام کا انتظام ہے اسی میں محترمی پروفیسرہان ہولز صاحب نے میرے احترام میں ایک عشائیہ کا انتظام کیا ہے ۔ ان کو حیرت تھی کہ جن صاحبان علم کو انھوں نے عشائیہ میں مدعو کیا ہے وہ حکیم سعید کو جانتے ہیں ۔ آٹھ بجے شب عشائیہ کا وقت تھا۔ سب مہمان صحیح وقت پر آگئے، واقعی میں ان کو اور وہ مجھے جانتے تھے۔ بڑی دل چسپ صحبت رہی ۔ محترمہ بیگم ہان ہولز بھی ازراہ کرم شریک عشائیہ تھیں ۔ ان سے بھی کراچی میں شرف ملاقات حاصل ہوا تھا۔

ہم سب دو گھنٹے ساتھ رہے بڑی علمی گفت گو رہی دل خوش ہوگیا۔

یہاں پاکستان کے معمولی واقعات کو اس قدر بڑھا چڑھاکر ٹیلی وژنوں پر پیش کیا گیاہے کہ یہاں تاثرہے کہ پاکستان کے اندرونی حالات حد درجہ خراب ہیں ۔ اس میں بی بی سی ٹیلی وژن کا سب سے زیادہ دخل ہے ، جرمنی اور امریکا اسی سے استفادہ کرتے ہیں اور بی بی سی دیانت کے وصف کے باوجود نون مرچ ضرور لگاتا ہے بالخصوص پاکستان کے حالات کو وہ مرچ مسالے کے بغیر مزاجاً پیش نہیں کرسکتا ۔ میں نے اطمینان کا ماحول پیدا کردیا ۔ یہ میرے دوست صدر ضیاء الحق صاحب کو اچھا انسان سمجھتے ہیں ، اور ان کی تعریف کرتے ہیں ۔ مجھے اس سے قلبی اطمینان ہوا ہے ۔ گزشتہ دنوں ہی وزیر اعظم پاکستان جرمنی کا دورہ کرکے گئے ہیں ۔ مگر مجھے حیرت ہے کہ آج کی محفل میں ان کا کوئی ذکر نہ ہوا ۔

## ۴-۵/ستمبر ۱۹۸۶ء، جمعرات - جمعہ

### ٹیوبنگن - فرینکفرٹ - کراچی

ہوٹل کا بستر ضرورت سے بہت زیادہ آرام دہ ہے - پلنگ میں اسپرنگ ایسے نازک ہیں کہ جدھر کروٹ لو وہیں دھنس جاؤ- لاحول ولا قوۃ - یہ بھی کوئی سونے کا انداز (پوسچر) ہوسکتاہے- زمین پر سونے والے انسان کے لیے تو یہ پلنگ ایسی قبر ہوا کہ سونے والا نیمے دروں نیمے بروں! ایسے مرنے کا میں قائل نہیں -

نمازفجر کے بعد میں سب سے پہلے ہوٹل کے خزانچی کے پاس گیا- وہی ہوا جس کا مجھے اندازہ تھا- ہدایت تھی کہ بل ڈاکٹر ہان ہولز ادا کریں گے- میں نے بڑے اطمینان سے خزانچی کو سمجھادیا اور اس نے بل کی رقم مجھ سے قبول کرلی - اتنے میں یونی ورسٹی سے وہ طالبۂ علم آگئی جو درد کمر کی وجہ سے پریشان ہے- میں نے اس کے حالات مرض پر غورکیا اور کراچی سے دوائیں بھجوانے کا وعدہ کرلیا- اس طالبۂ علم کے والد فرینکفرٹ میں تجارت کرتے ہیں -

ٹھیک آٹھ بجے پروفیسر ڈاکٹر ہان ہولز تشریف لے آئے- شب گزشتہ وہ اور ان کی پروفیسر اہلیہ مجھ سے ایک گھنٹہ تبادل خیال کرکے خاصی دیر میں گئے تھے- میں ان کے اور ان کے دو احباب کے ساتھ ریستوراں گئے- انھوں نے ناشتہ کیا- میں نے جوس نوش جان کیا- ناشتہ زوردار تھا- جرمنی کی " ہول وھیٹ بریڈ" میں بڑی پسند کرتاہوں، مگر ترک معمولات میرا مزاج نہیں ہے -

واہ واہ، کیا یونی ورسٹی ہے! ٹیوبنگن کی اس یونی ورسٹی میں دوگھنٹے صرف کیے - اس کے بہت سے شعبے دیکھ لیے- ہرجگہ حسن ہے اور ہر مقام پرجمال ہے - محل وقوع پہاڑی علاقہ ہے- بڑا سرسبز و شاداب - بلندیاں اور پستیاں - ان پر عمارات اور فیکلٹیاں - دل تھام لیا اور جب پروفیسر ہان ہولز صاحب نے یونیورسٹی میں قیام کی دعوت دی تو دل چاہا کہ بس آج ہی سے یونیورسٹی کا مہمان بن جاؤں - ممنون ہوں کہ ڈاکٹر ہان ہولز نے ایک بڑی اچھی جامعۂ ٹیوبنگن کی سیر کرادی - سوچتارہا کہ آزاد اقوام وملل تعلیم کو کس درجہ اہمیت دیتی ہیں اور درس گاہوں کی کس حسین فکر کے ساتھ سرپرستی کرتی ہیں -

یہاں ایک ہمدرد یونیورسٹی میں بھی بنا رہا ہوں ـ دو سال سے رات دن جھک مار رہا ہوں ـ در در پر دستک دے رہا ہوں ـ چارٹر کی بھیک مانگ رہا ہوں ـ بیوروکریسی نے اسے الجھا رکھا ہے ـ ہمدرد یونیورسٹی کی لائبریری تعمیر کے مراحل سے گزر رہی ہے۔ کروڑ روپے صرف ہوچکے ہیں ـ تعمیرات کے لیے پانی نہیں ہے ـ پانی دینے کو کوئی تیار نہیں ہے۔ روشنی نہیں ہے۔ الیکٹرک سپلائی کے لیے کم از کم چالیس لاکھ روپے درکار ہیں ۔ سڑک نہیں ہے۔ سڑک کا کوئی وارث نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ ہمدرد میلوں لمبی سڑک خود بنائے۔ ہزار رکاوٹیں ہیں کس کس کو گنواؤں ـ کس کس کو دل چیر کر دکھاؤں کہ یہاں فقط فکر آمد ہے اور تعمیر ملت اس ضمیر کی صدا ہے۔ اس آواز کو سننے کے لیے انسان کا ضمیر درکار ہے ـ انسانیت کی تلاش میں سرگرداں ہوں !

ڈاکٹر ہان ہولز صاحب نے ٹیوبنگن سے روانہ ہوکر اسٹیٹ گارٹ ہوائی میدان پہنچادیا۔ کوئی ۳۰-۳۲ منٹ کا یہ راستہ بڑا خوش گوار تھا۔ میں رخصت ہوکر اندر گیا۔ جہاز اڑنے کا وقت تھا۔ مگر اعلان نہیں ہورہا تھا۔ میں بے چین ہوگیا۔ اگر یہ جہاز واقعی لیٹ ہوگیا اور فرینکفرٹ سوا یا ساڑھے گیارہ بجے دن نہ پہنچا تو ۱۲ بجکر ۵ منٹ پر کراچی جانے والا پان امریکن اڑجائے گا اور میں فرینکفرٹ میں رہ جاؤں گا جہاں سے ہفتوں کراچی کے لیے کسی جہاز میں کوئی نشست نہیں ہے۔ اعلان میں دیر ہوتی چلی گئی اور میری بے چینی بڑھتی گئی ـ بالآخر اعلان ہوا بڑی کشمکش میں جہاز کے اندر پہنچ گیا۔ ایک ایک منٹ بھاری تھا۔ گھڑی دیکھی تو ساڑھے گیارہ بجے تھے۔ جہاز فرینکفرٹ کے چکر لگا رہا تھا۔ کپتان نے اعلان کیا کہ جگہ نہیں ہے اس لیے اترنے میں تاخیر ہورہی ہے۔ میری پریشانی عروج پر پہنچ چکی تھی ـ میرے کہنے سے کپتان نے یہ انتظام کردیا کہ مجھے پان امریکن جہاز پکڑنے کے لیے گیٹ نمبر بتادیا اور یہ بھی انتظام کردیا کہ اترتے ہی مجھے بورڈنگ کارڈ مل جائے۔ جہاز سے باہر میں بارہ بجے کے قریب آیا۔ بھاگا، مگر پتہ چلا کہ جہاز کا دروازہ بند ہوچکا ہے اور وہ رن وے پر جاچکا ہے !

ایک سیاح کو ایسے حوادث کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ میں پان امریکن کے کاؤنٹر پر آیا۔ وہاں حال دل بتایا۔ وہاں معذرت ہی ایک لفظ تھا۔ اب کراچی کے لیے لفٹ ہنسا کا وہی جہاز تھا جس میں گزشتہ ۲۱-۲۲ دن سے کوشش کے باوجود واپسی کے لیے بکنگ نہیں ہوئی تھی ـ میں لفٹ ہنسا کاؤنٹر پر گیا۔ وہاں میں نے صورت حال بتائی ۔ یہ جرمن بزرگ لگے

قانون چھانٹنے۔ میں نے ان سے کہا کہ قانون میں بہت جانتا ہوں ۔ تم یہ بتاؤ کہ ایسے حالات میں تم کوئی مدد کرسکتے ہو یا نہیں ۔ ہاں، میں یہ مدد کرسکتا ہوں کہ آپ کا ٹکٹ بنادوں اور آپ شام ۵ بجے تک انتظار کریں ۔ لفٹ ہنسا پر اگر کوئی سواری نہ آئی تو اس کی جگہ بیٹھ جائیے ۔

یعنی مجھے آپ ویٹنگ پر رکھ رہے ہیں؟۔ اور کیا کرسکتا ہوں۔ اب سامان کی فکر ہوئی ۔ فرینکفرٹ سے میرا بھاری بیگ صبح شیوہنگن پہنچ چکا تھا اور اب فرینکفرٹ بھی آگیا تھا۔ مگر تلاش بسیار کے باوجود سامان نہ ملا۔ چوں کہ وہ اسٹٹ گارٹ سے براہ راست کراچی کے لیے پان امریکن سے بک ہوا تھا اس لیے پان امریکن کے پاس ہونا چاہیے تھا۔ وہاں نہ ملا۔ پھر لفٹ ہنسا سے پوچھا، معذرت ۔ پھر" لاسٹ اینڈ فاؤنڈ " گیا۔ ندارد۔ میں نے سامان کو ذہن سے خارج کردیا اور اطمینان سے لاؤنج میں آگیا۔ پاکستان انٹرنیشنل ائرلائنز کے دفتر گیا۔ کوئی نہ تھا ۔ کاؤنٹر پر جو ٹیلے فون تھے اور رابطے کے نمبر لکھے تھے ان پر کسی نے بات نہ کی ۔ میرے پاس پروفیسر ڈیوڈکنگ کے ٹیلے فون نمبر تھے اور میں ان کے گھر جاکر آرام سے رہ سکتا تھا مگر یہ میرے مزاج تنازع للبقا کے خلاف تھا۔

بالآخر میں نے لفٹ ہنسا کے ویٹنگ روم میں ڈیرہ جمالیا اور ایک بجے سے شام کے پانچ بجے تک انتظار کی گھڑیاں گنتا رہا۔ وہاں پہلے ہی ایک ہنگامہ برپا تھا۔ متعدد افریقی لفٹ ہنسا کے کارکنان سے نبرد آزما تھے۔ حالات خطرناک ہوئے اور وہاں پولیس بھی الرٹ ہوگئی ۔ افریقی مرنے مارنے پر تیار تھے۔ کوئی چار بجے یہ اندازہ ہوا کہ ویٹنگ لسٹ پر میں نہیں ہوں کئی اور بھی ہیں ۔۔ میں نے کاؤنٹر پر ایک خوب صورت لڑکی کی سیرت کا اندازہ لگا لیا۔ اس سے حال دل بیان کیا اور اپنے حوادث سنا کر اس کی ہمدردیاں حاصل کرنے میں کام یاب ہوگیا۔ ایک گھنٹہ بڑا سخت تھا۔ مسافر تھے کہ چلے آرہے تھے۔ ان کا آتے رہنا بڑا ہی ناگوار گزر رہا تھا ۔ بالآخر پانچ بج گئے۔ اندازہ ہوا کہ اب جگہ مل جائے گی ۔ مگر بورڈ پر وقت روانگی بدل کر پانچ کے بجائے سوا پانچ ہوگیا! یا اللہ یہ کیا قیامت ہے۔ چندلوگ بڑے اطمینان سے آئے اور جہاز میں سوار ہوتے گئے ۔۔ مسافروں کا یہ سلسلہ کیسا گراں تھا آج ! بالآخر سوا پانچ ہوگئے۔ اس خوب صورت لڑکی نے اپنی خوب سیرتی کا کمال دکھایا۔ ڈاکٹر سعید ،آپ جلدی کیجیے ٹکٹ لیجیے۔ ٹکٹ اس نے فوراً پھاڑا، اور کہا کہ جلدی جہاز کے اندر

چلے جائیے اور جو سیٹ خالی ہو اس پر بیٹھ جائیے۔ یہ کہہ کر اس نے " فلائٹ کلوزڈ" کا بورڈ آویزاں کردیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر اب کوئی مسافر آیا تو وہ لیٹ شمار ہوگا۔ حکیم سعید تو اندر جاکر سیٹ پر بیٹھ چکے ہیں! مگر جہاز جب تک حرکت میں نہ آیا میں بے چین رہا۔ بالآخر جہاز نے حرکت کی اور میں دھڑام سے اپنی نشست پر گر پڑا اور سکون سے لیٹ سا گیا۔ صبح کے ساڑھے دس بجے سے اب ساڑھے پانچ بجے تک مسلسل تناؤ کی کیفیت رہی تھی - ہاں ، بھوک نے سخت ستایا۔ پاس ہی " فوڈ شاپ "نظر آئی تھی جب وہاں گیا تو اس کے پاس جو تھا وہ سب افریقی ختم کرچکے تھے -

جہاز میں میری پڑوسی ایک خاتون ہیں -- چین جارہی ہیں - میں نے ان کو چین کے بارے میں بہت سی باتیں بتادی ہیں - چند روزمرہ کے جملے بھی ان کو لکھوادیے ہیں -- اس جہاز میں سوا چارسو مسافر ہیں -- یہ کراچی اترے گا اور پھر سیدھا بیجنگ ( چین ) جائے گا۔ کراچی میں اس جہاز سے کل سترہ مسافر اترے - باقی سب کے سب جرمن چین گئے ہیں!

صبح ۵ بجے میں کراچی آگیا۔ میری بیٹی سعدیہ نے صحیح فیصلہ کیا۔ جب میں پان امریکن سے نہ اترا تو وہ ہوائی میدان پر لفٹ ہنسا کے انتظار میں رہیں اور میں اسی سے آگیا۔

پان امریکن کا جہاز جس سے مجھے سفر کرنا تھا کراچی آکر بمبئی گیا اور جب بمبئی سے کراچی آیا فرینکفرٹ جانے کے لیے تو کراچی کے ہوائی میدان پر " ہائی جیک " ہوگیا۔ اس کی کہانی ساری دنیا کو معلوم ہے -

